الماس رخشان روشن بیانی و لعل تابان لآلی افشانی

منجملہ چہار جلد

کلیات ظفر

دیوان اول

مطبع نامی منشی نولکشور مین نقش گزین نگین طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدۂ نعتیہ

ای سرور دو کون شہنشاہ ذوالکرم | سرخیل مرسلین و شفاعت گر امم

موکب ترا ملائک و مرکب ترا براق | مولد ہی تیرا مکہ و معبد ترا حرم

رنگ ظہور سے ترے گلشن بنی حدوث | نور وجود سے ترے روشن دل قدم

ہوتا کبھی نہ قالب آدم مین نفخ روح | ہوتا اگر خدا نہ محبت کا تیری دم

کرتا تھا جس سے مردہ کو زندہ دم مسیح | تھا شمہ تیرے خلق کا وہ ای نکو شیم

ٹوٹا جو کفر قوت اسلام سے ترے | صد جا سے ہے شکستہ ہی زنار موج یم

تو تھا سریر اوج رسالت پہ جلوہ گر | آدم جہان ہنوز تھا پس پردۂ عدم

کرتا ہی تیرے اسم مبارک کو دل پہ نقش | اس واسطے عزیز جہان ہو گیا درم

ای معدن کرم تری ہمت کے روبرو | کمتر ہی سنگریزہ سے قدر نگین جم

جلد اول دیوان ظفر

آغاز غزلیات

بلوایا اپنے دوست کو اُسنے وہاں جہان | مقدور پر زدن نہ ہوا جبرئیل کا

کیا پائے کنہ ذات کو اُسکے کوئی ظفر
واں عقل کا نہ دخل نہ ہرگز دلیل کا

گشتہ ہوں کسکے طرۂ عنبر نسیم کا | خوشبو ہی میری خاک سے دامن نسیم کا
گلشن ہو خلد کا کہ چمن ہو نعیم کا | کب دل لگے ہی تیری گلی کے مقیم کا
دولت سے عشق کی مرا ہر قطرۂ سرشک | تکمہ ہی میری جیب میں دُرِّ یتیم کا
تاراج یوں کیا جو مرا ملک دل تمام | مژگان بھی تیری یا کوئی لشکر غنیم کا
ہو جاوے دام نیم نگہ میں تری تمام | اے شوخ تیرے شیفتۂ دل دو نیم کا
دکھلائیں سوزش دل بیتاب ہم اگر | کانپ اُٹھے شعلہ شوق سے نار جحیم کا
حیرت نہیں کہ پرتو رخسار یار سے | آئینہ ہو اگر ید بیضا کلیم کا
آتی ہیں یاد ہجر کی ہمکو اذیتیں | واعظ سے ذکر سنکے عذاب الیم کا

آنکھوں میں اپنی نور اُسی سے ہوا ظفر
یہ مردمک ہی سایہ محمد کے میم کا

کسی نے اُسکو سمجھایا تو ہوتا | کوئی یاں تک اُسے لایا تو ہوتا
مزہ رکھتا ہی زخم خنجر عشق | کبھی اے بوالہوس کھایا تو ہوتا
نہ بھیجا تو نے لکھکر ایک پرچہ | ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

کیسے بیدرد دل آزار کو دل ہمنے دیا	دوری درد نیا روز اک آزار نیا
کیا قیامت ہی ستمگار تری طرز خرام	فتنہ ہر گام پر اٹھا دم رفتار نیا
کرین وہ کسکی دوا دیکھئے ہین قید طبیب	ہیں ترے اس نرگس بیمار کا بیمار نیا

پھیر سے اس سے ظفر دلکا جو سودا ابھرجائے
ایک موجود ہی اور اسکا خریدار نیا

نہ پوچھو دل کہان پہونچا کہ کیا کہین پہونچا	جہان پہونچا نہ کوئی یہ وہین پہونچا نہین پہونچا
کہان پہونچا ہی دیکھو ہمدم تو پیک خیال اپنا	کہ ابتک اس جگہ کوئی فرشتہ بھی نہین پہونچا
زمین لرزی تڑپنے سے ترے بسمل کی یہ قاتل	کہ آخر اسکا اک صدمہ سے گاو زمین پہونچا
نہ پہونچا تو نہ پہونچا طالب دیدار تک پیہم	تری تکتے ہی تکتے راہ وقت واپسین پہونچا
چھپا خورشید تابان شرم سے زیر زمین جاکر	مری جو آہ کا شعلہ سر چرخ برین پہونچا
مجھے ڈر ہی نہ پہونچے پہونچنے کو پہونچی	کہ نازک ہی نہایت ہی ترا ای نازنین پہونچا

ظفر داماں مژگان سے ہی ٹپکا چاہتا تھا آنسو
اگر پہونچ سکے آنکھون تلک تو آستین پہونچا

ہائے فرو سوز دل اک دم نہوا پر نہوا	اور گریہ سے بڑھا کم نہوا پر نہوا
سنکر احوال جگر سوز غریب عاشق کا	ہائے افسوس تجھے غم نہوا پر نہوا
کشتۂ ناز کے افسوس جنازے پہ ذرا	چشم پر آب تو اک دم نہوا پر نہوا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خوب دیکھا جہان کے خوبان کو	ایک تجھسا نہ دوسرا دیکھا
ایک دم پر ہوا نہ باندھو حباب	دم کو دم بھر مین یہان ہوا دیکھا
سامنے اُس نگاہ کے دل کو	ہدف ناوک قضا دیکھا
ہووے تیری خاک پا ہم نے	خاک مین آپ کو ملا دیکھا

اب نہ دیجے ظفر کسیکو دل
کہ جسے دیکھا بیوفا دیکھا

اُٹھا دے پردہ نہین پردہ مین اُٹھا دونگا	تپش سے دل کی ابھی عرش کو ہلا دونگا
ہوتا عشق کا میکش اگر خبر ہوتی	کہ ایک جام مین دونون جہان بھلا دونگا
کہے ہی مجھسے وہ قاتل کہ میرے کوچے مین	رکھا جو تو نے قدم سر ترا اُڑا دونگا
مین اُسکو دیکھ کے یہ محو ہون کہ حیران ہون	جو کچھ وہ پوچھے گا مجھسے جواب کیا دونگا
اگر تو آویگا تو جاے فرش پا انداز	مین اپنی آنکھین ترے زیر پا بچھا دونگا
دم خرام وہ بولا کہ ایک ٹھوکر مین	ہزار فتنۂ خوابیدہ کو جگا دونگا
جو پوچھا مین نے سبب خم تو کہے گا کیا	کہا کہ خنجر قاتل کو مین دعا دونگا
یہ دے کے دم مجھے لایا تھا کھینچ جوش ظفر	کہ سیر جہان کا تماشا تجھے دکھا دونگا

نہ پوچھ مجھسے ظفر میری تو حقیقت حال
اگر کہونگا ابھی تجھکو مین رلا دونگا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وہ زلف اور یہ مانگ ہے اُسکی کہ کوئی جہان عالم مین پایا	نہین اُسکے برابر کا سیہ ایسا سفید ایسا
ہرے مژگان نمک آلودہ کو دیکھو ہے بسے عشاق	یہ بادل دیدۂ تر کا سیہ ایسا سفید ایسا
مسی زیب اُسکے دندان دیکھو حیران ہیں کیونکر	یہ رنگ اس سالک گوہر کا سیہ ایسا سفید ایسا
نہ دیکھون نرگس شہلا کا گل کیونکر کہ ہے نقشہ	بعینہ چشم دلبر کا سیہ ایسا سفید ایسا
خجالت کش سواد شام و نور صبح ہیں تو اُن	دوشالہ ہے ترے سر کا سیہ ایسا سفید ایسا
سر شک سرمہ آگو دا اپنا دکھلا کر وہ کہتے ہین	کہ ہے رنگ اس کبوتر کا سیہ ایسا سفید ایسا
نہو وین سوسن و نسرین خجل کیونکر کہ ہے جیسا	لباس اس ماہ پیکر کا سیہ ایسا سفید ایسا

ظفر ہین نیلم و الماس پتھر ایک صانع نے
کیا ہے رنگ پتھر کا سیہ ایسا سفید ایسا

ترا گر ناخن پا تیر ا مائل دھو کے پی جاتا	تو اُسکے ہاتھ پانون ہلکے کامل دھو کے پی جاتا
نہ آتا ہاتھ خون میرا اگر اُس تشنۂ خون کے	تو اپنی تیغ پر خون کو وہ قاتل دھو کے پی جاتا
او گلستا زہر پھر کیا کیا وہ تیرہ بخت سودائی	اگر کوئی ترے رخسار کا تل دھو کے پی جاتا
اگر ہو سکتا عالم مین حصول علم بے محنت	تو پھر ساری کتابین ایک جاہل دھو کے پی جاتا
اُٹھا سکتا جو مجنون نقش پائے ناقۂ لیلے	تو جون تعویذ ہو ل دل وہ بیدل دھو کے پی جاتا
حلاوت یاد کر تیری آب تیغ کی قاتل	بدن کے زخم اپنے آپ گھائل دھو کے پی جاتا
ظفر بے شغل ہے ہو جاتا ہے تجھے پینکنے اُسیر	در فیض جہان گر کوئی شاغل دھو کے پی جاتا

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

اشک کا قطرہ فقط کیا صاف گوہر سا بنا
بلکہ لخت دل بھی ہی یاقوت احمر سا بنا

صبحدم گلشن میں آیا میکشی کو کیا وہ گل
ہر گل لالہ جو ہی یکدست ساغر سا بنا

گل سے بھی نازک بدن اسکا ہی لیکن دوستو
یہ غضب کیا ہی کہ دل پہلو میں پتھر سا بنا

دشت میں بھی تیرے مجنون کی اگر تدبیر ہی
خار وادئے جنون جو تیز نشتر سا بنا

کیا گریبان ہی بنا اس ماہ کا ہیکل ہلال
بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہی اختر سا بنا

در پر اُسکے پڑہ دیکھیں کہ آہ وقت انتظار
چشم کا حلقہ ہمارے حلقۂ در سا بنا

کیا عجب خال سویدا گر جلے مثل سپند
سوزش الفت سے دل اپنا ہی مجمر سا بنا

عشق نے کیا جانیے کیا دل میں بھڑکائی ہی آگ
اب جو سینہ میں ہر اک ہر داغ اخگر سا بنا

اے ظفر منظور تھا اس چشم کو عاشق کا قتل
اسلیے ہر موے مژگان اُسکا خنجر سا بنا

منھ نظر آوے نہ کیونکر آنکھوں میں اُس یار کا
آنکھ اپنی بن گئی ہی آئینہ دیدار کا

صفحۂ قرآن پہ کھینچی ہی اک جدول سیاہ
مصحف رخ پر وہ سایہ زلف پیچدار کا

پاس ابرو کے مرصع کاریکا ہی کہاں
ہی میان قبضہ جڑاؤ یار کی تلوار کا

زخم دل کو صاف کرتا ہی خیال خط سبز
چارہ گر مرہم نہ کر بیفائدہ زنگار کا

گر مری مژگان تر برسائے موتی ایکبار
نام ڈھونڈے سے جہان میں ابر گوہر بار کا

دیکھنا جھانکا کہیں وہ مہر وش شاید کہ ہی
اختر صبح قیامت روزن اُس دیوار کا

[illegible]

چارہ گر بھی نسکے میرے جگر کے ناسور
ایک گر بند کیا دوسرا روزن نکلا

ای ظفر نالۂ دل نے مرے کچھو کی تاثیر
گھر سے گھبرا کے جو وہ غیرت گلشن نکلا

سر بلک دست ستم جو ہین ترا قاتل بڑھا
خون جسم ناتوان مل مل گھٹا تل تل بڑھا

مست گھٹا دل کو مرے بوسہ مجھے چیکے دیے
قصہ کوتہ کر نہ اتنی بات ای جاہل بڑھا

ہے بھبھوکا عکس رخ روشن سے بیجا و شمر
سر جبین منھ کو ذرا اپنے لب ساحل بڑھا

دل کو تو کر اپنی دولت سے قناعت کے غنی
بس بہت دست ہوس اپنا نہ ای غافل بڑھا

وادیٔ مجنون کی ای لیلیٰ ہی کیا گلشن بہین
ایک قدم ہرگز نہ آگے ناقۂ محمل بڑھا

کوئی دم ہی کے ہے آستی ہین ابھی تو ای حباب
حبس دم کی بڑھ ہوسکے کثرت تو جون شاغل بڑھا

جب ہوئی تجکو شباہت اس رخ پرنور سے
مرتبہ کچھ اور بھی تیرا مہ کامل بڑھا

غنچۂ گل دیکھ کر اُس شکل کے ہاتھون نہین
دل جو اپنا سب سمجھے ہم کیا کیا ہمارا دل بڑھا

جامۂ فانوس مین کیا کیا جلی حیرت سے شمع
بیجو پوشاک ای ظفر وہ رونق محفل بڑھا

زلف کے سائے تلے وہ رخ اگر چھپ جائیگا
رات کے پردے مین پھر روئے سحر چھپ جائیگا

خواب غفلت سے تری جسوقت کھل جائیگی آنکھ
ہی جو کچھ آنکھون کے آگے جلوہ گر چھپ جائیگا

دیکھنے کو ہم گئے تھے آج اُسکے بے خبر
کیا خبر تھی یہ کہ ہمکو دیکھ کر چھپ جائیگا

دیگر

[illegible]

دیگر

جسم لاغر ترے سودائی کا اب ایسا ہوا
عکس چشم مور جولاں پاؤں میں پھیلا ہوا

وہ دو دل ہے تفتہ جانوں کے ترے ای رشک ماہ
یک ستارہ آب اور زیر فلک پیدا ہوا

کان پر تیرے زلف اسکی ابسر کتی کیوں نہیں
یا کہیں یہ سانپ اس بانبی سے ہے نکلا ہوا

اور سینہ کی بائیں پسلی پر جو دیکھا ہے تل
وہ مرے تعویذ ہوا دل کا اک نقطہ ہوا

تو ہی ای دل ناتوان دیکھو آہ کو مت چھوڑنا
یہ عصا تیرے لیے ہنگام پیری کا ہوا

اف تیرے کشتے کا سوز دل کہ ظالم سنگ بھی
گور پر اسکے رہا عنبر تاک جلتا ہوا

ای ظفر انجم نہیں ہیں میرے تیرے آہ سے
ہے مشبک سر بسر یہ گنبد مینا ہوا

دیگر

وہ بے حجاب جو کل ہیکے یہاں شراب آیا
اگرچہ بست تھا میں پر مجھے حجاب آیا

ادھر خیال مرے دل میں زلف کا گذرا
ادھر وہ کھاتا ہوا دل میں پیچ و تاب آیا

خیال کسکا سمایا ہے دیدہ و دل میں
نہ دل کو چین مجھے اور نہ شب کو خواب آیا

تمہارے نقش کف پا کے بوسہ لینے کو
زمیں پہ سایہ کے مانند آفتاب آیا

وہ رخ صفا ترا آئینہ رو برو جسکے
جب آیا شرم سے یاں ہو عرق آب آیا

جب آیا طرہ مشکیں کا تیرے دل میں خیال
زباں پہ میرے وہیں ذکر مشک ناب آیا

ترا سخن ہے ظفر وہ کہ سامنے تیرے
ہوئے خموش سخنور نہ کچھ جواب آیا

سبزۂ خط میں کیا مہ سا سا گاں پیدا ہوا
بچۂ طاؤس ہی بے بال و پر پیدا ہوا

پہلے تو دل میں محبت کا شجر پیدا ہوا
پھر لگے حسرت کے گل غم کا ثمر پیدا ہوا

خال مشکیں آتش رخسار پر پیدا ہوا
چشمۂ خورشید میں بھی نیلوفر پیدا ہوا

کھل گیا ہے نامہ مضمون کہ قلم نامے کا صاف
واہ کیا یک تصور نامہ بر پیدا ہوا

اس جبیں پر جلوہ گر الماس کا ٹیکا نہیں
آسمان پر دن میں ہی دیکھو قمر پیدا ہوا

کھائے ہے کس حلاوت سے دل عاشق
شیر غم شیریں مثال نیشکر پیدا ہوا

ہو سکا تیغ ادا کا کچھ ادا تجھ سے نہ شکر
کس لیے تو اے لب زخم جگر پیدا ہوا

فصل مجنوں کی جنوں خوبی بسر کی
خار صحرا تیز مثل نیشتر پیدا ہوا

گریہ ہنگام ولادت کیوں نہ ہو ہر طفل کو
جو ہوا دنیا میں پیدا نوحہ گر پیدا ہوا

ہے شرارت کوئی ہم اہل جہاں میں ہم دو سنگ کا
دیکھو پتھر پر گرا پتھر شرر پیدا ہوا

عکس روئے آتشیں ساقی کا دریا میں پڑا
ہمسر خورشید تاباں ہر بھنور پیدا ہوا

حق میں پروانوں کے تھا اک نیزہ پر خورشید حشر
شمع کے سر پر جو شعلہ اے ظفر پیدا ہوا

کوہکن کا کیا فقط پتھر میں ہی سر جم گیا
کچھ تو تیشے میں جما کچھ سر میں لوہو جم گیا

زخم پہلو سے اگر میرے نہیں ٹپکا لہو
پھر کہاں سے چارہ گر بستر میں لوہو جم گیا

اشک خونیں نے بنائی شاخ مرجاں ہر پلک
اس قدر رخ پر مژگاں چشم تر میں لوہو جم گیا

دیگر

ظفر بے یار کیا پوچھے ہی میرے دل کی کیفیت
نمک افشان ہی جام ہی یہ ہر دم شور قلقل کا

ہین ہان ہون عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہین	کہ ہی غم میری غذا
تو ہی معشوق تجھے غم سے سروکار نہین	کھائے نا غم ہی تیری بلا
دل و دین تیرے حوالے کئے کر تھی طلب	اور جو کچھ کہا سب
پھر جو بیزار ہی تو مجھسے بتا اسکا سبب	میری تقصیر ہی کیا
بھیجے خط سیکڑون لکھکر تمھین ہشیاری سے	بڑی دشواری سے
تمنے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے	یہ بھی قسمت کا لکھا
طلب بوسہ پر کیون اتنا برا مانتے ہو	ہمین پہچانتے ہو
دیکھو ہم ہین وہی جانباز جنھین جانتے ہو	کرتے ہین جان فدا
ہی حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل	تیرے ہاتھون قاتل
تیرے آب دم شمشیر کو تیرا بسمل	سمجھے ہی آب بقا
کیا کہون مین تیرے انداز و ادا کا عالم	ہے ستم ہاے ستم
دیکھکر ہوش رہین کیا کہ نکلجاے گا دم	ای بت ہوش ربا
نہ تو تقریر سے ہو اور نہ تحریر سے ہو	اور نہ تدبیر سے ہو
ہمتو کہتے ہین ظفر جو ہو سو تقدیر سے ہو	ہی یہی بات بجا

اے فرسٹ مضمون سوز دل ہی آگ ہی
نغمہ جانون کو ترے زخم ہی گلزار ہی
اس طپیدہ دل کا دل اسکو تو کیون بیچلا

نامہ جو قاصد اسکو مین خط لکھکے بھیجا جل گیا
وہ وہان آرام سے ہی تو کہے جا جل گیا
کام کا تیرے نہین یہ اسکو دیجا جل گیا

آتش فرقت سے میرا خانہ آتشبار ہی
ای ظفر کاغذ اٹھا کر یان سے لیجا جل گیا

نہ درویشون کا خرقہ چاہیے نہ تاج شاہانا
کتابون مین ہی دھرا کیا بہت لکھکو لکھکو مفہوم
غنیمت جان جو دم گزرے کیفیت سے گلشن مین
نہ دیکھا وہ کہین جلوہ جو دیکھا خانہ دل مین
کچھ ایسا ہو کہ جس سے منزل مقصود کو پہونچو
یہ ساری آمد و شد ہی نفس کی آمد و سد پر

مجھے تو ہوش دے اتنا رہون مین تجھ پہ دیوانا
ہمارے دل پہ نقش کالحجر ہی تیرا فرمانا
دیے جا ساقیا پیمانہ بھر بھر کے بیانا
بہت مسجد مین سر مارا بہت سا ڈھونڈا بتخانا
طریق پارسائی ہو وے یا ہو راہ رندانا
اسی تک آنا جانا ہی نہ ہو جانا نہ پھر آنا

ظفر وہ زاہد بیدرد کی ہو حق سے بہتر ہی
گرے گر رند دردی سے یا ہو ہو سے مستانا

کیا عجب گر بے بہا در گیا آنسو سے بنا
کشتگان چشم مین جو تیر ساقی وحشی لگا
اسکی چشم پرفسون ہی کچھ فقط جادو نہین

بیش قیمت لعل بھی تو میرے لوہو سے بنا
تو چراغ گور انکا چشم آہو سے بنا
سرسے پانؤن تک وہ جادوگر ہی جادو سے بنا

دیگر

دود جگر نے دل پہ جو سرپوش ساڈھنکا	سینہ میں دل ہے ساغر سرجوش ساڈھنکا
دیکھا جو کوئی اختر تابندہ ابر میں	یاد آیا زیر زلف بنا گوش ساڈھنکا
اٹھا ہی یوں جو ذرے سے صحرا میں گرد باد	اس پردہ میں ہے کسکا تن و توش ساڈھنکا
پھاہا نہ زخم دل سے اٹھا ہی کے چارہ گر	رہنے دے ہمکو زخم پرجوش ساڈھنکا
سبزہ سے خط کے چاہ زنخدان یار کو	رستہ پہ دل گئے ہے چہ خس پوش ساڈھنکا

جوہر جو آدمی کا کھلا کچھ تو ہوش سے
جب تک رہا ظفر کوئی بیہوش ساڈھنکا

بھید دل کا گر ہے اے چشم نم کھل جائیگا	وہ جو ہے پوشیدہ اپنا حال غم کھل جائیگا
بولتے ہو ہم نہیں منھ سے کچھ اسمیں بھید ہے	بولنا اچھا نہیں سارا بھرم کھل جائیگا
عقدۂ دل ہے ہمارا غنچۂ گل تو نہیں	جو یہ تجھ سے اے نسیم صبحدم کھل جائیگا
کھول مت جوڑا کہ سودائی کا تیرے سربسر	راز سربستہ ترے سر کی قسم کھل جائیگا
گر اثر ہے شوق میں اپنے تو ہیں خط کے کھلے	اپنا مضمون اپنے قاصد یکقلم کھل جائیگا
کتنے ہی چھوٹ جائینگے پابند زنجیر بلا	جب کہ تیرا طرۂ پرپیچ و خم کھل جائیگا

اسکے رنگین پرنجا پیتے ہی جام اے ظفر
دیکھنا باتوں میں وہ کافر صنم کھل جائیگا

مطلع ثانی

دہن تنگ جو یاد آیا ہے مجھے
تنگ کیا کیا دل ناشاد آیا

عشق میں تیشۂ آہن کے سوا
کچھو ترے کام نہ فرہاد آیا

بلبلو دیکھو چمن میں اتنا
نہ کرو شور کہ صیاد آیا

بول اٹھا دیکھ کے مجنون مجھکو
یہ تو کوئی مرا استاد آیا

اور گئے ہوش مرے ناصح کے
سامنے جب وہ پریزاد آیا

جو لکھا تھا مری پیشانی میں
سو وہ پیش اے دل ناشاد آیا

نہ تو آیا مری سنکر فریاد
دم لبوں پر دم فریاد آیا

دیکھکر اُس بت کافر کے ستم
اے ظفر مجھکو خدا یاد آیا

جو دل میں تیرا شوق ابروِ خمدار ہو پیدا
عجب کیا گر کعبہ سے اگر اے یار ہو پیدا

مرے گریے سے یوں اُسکا غبار سینہ ہو پیدا
تو اُسکی خاک سے بھی نرگس بیمار ہو پیدا

محبت میں بلا ہے رنجہ منصور قمری کو
نہ کیونکر سرو گلشن میں بشکل دار ہو پیدا

اگر مثلِ آئینہ رخسار ہو تیرا
زبان طوطئ تصویر سے گفتار ہو پیدا

قدم رنجہ کرے مجنون تو اگر دشت میں
جہاں رکھے قدم سبزہ نہ وان خار ہو پیدا

مثال برق حال عاشق بیتاب ہے تجھ بن
کہ سو سو بار ناپیدا ہو سو سو بار ہو پیدا

بلا سے جسکی موت آئی غرض مجھو اور ہو سکو
کسیکو پر نہ یا رب عشق کا آزار ہو پیدا

مجھے صاف بتا دے نگار اگر تو یہ پوچھوں میں رو رو کے خون جگر
ملے پانون سے کس کے ہیں دیدۂ تر کف پا پہ جو رنگ حنا نہ رہا

اسے چاہا تھا میں نے کہ روک رکھوں مری جان بھی جائے تو جانے دون
کیے لاکھ فریب کروڑ فسون نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا

لگے یوں تو ہزار ون ہی تیر ستم کہ تڑپتے رہے پڑے خاک پہ ہم
ولے ناز و کرشمہ کی تیغ دو دم لگی ایسی کہ تسمہ لگا نہ رہا

ظفر آدمی اسکو نہ جانیےگا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

دیگر

خدا جانے کہاں بیٹھا ہی وہ اور ہی کدھر پھرتا
نگر چشم تصور سے ہی سب پیش نظر پھرتا

تماشا دیکھنا کیا دوڑتا ہی اشک مژگان پر
یہ لڑکا شعبدہ بازی سے ہی یکتار پر پھرتا

لکھا قسمت کا اپنی آگیا دم اپنی آنکھوں مین
نہین لیکر جواب نامہ اپتک نامہ بر پھرتا

و سرگردانی اپنی اُن سے کہتا ہوں تو کہتے ہین
خدا کیواسطے چپکے رہو ہی بیر اسر پھرتا

خورشید آسمان چہارم پہ ہی کہاں — شعلہ کوئی بلند ہوا میری آہ کا
کثرت ہی آنسوؤں کی ہجوم سپاہ غم — نالہ نہیں نشان ہی یہ اس سپاہ کا
تنکے چنے گا وحشیوں کی طرح ناصحا — دیکھے گا گر کرشمہ اُس آہو نگاہ کا
کس مہروش نے چہرہ سے برقع اُٹھا دیا — مُنھ ہو گیا سفید فلک پر جو ماہ کا
کرتا ہی جسکے ساتھ فلک کج ادائیاں — دیتا ہی اُسکو عشق کسی کج کلاہ کا

رکھے قدم جو کوئی محبت میں ای ظفر
لازم ہی پہلے ڈھونڈ ہوے رستہ نباہ کا

تو کہیں ہو یہ دل دیوانہ وہان پہونچی ہی گا — شمع ہووے گی جہان پروانہ وہان پہونچی ہی گا
گرچہ تیری زلف کا کوچہ بلا تاریک ہی — پر دل صد چاک مثل شانہ وہان پہونچی ہی گا
عشق کے میدان میں بے ہمت نہیں کھینچے قدم — جسکو ہوگی ہمت مردانہ وہان پہونچی ہی گا
دل کو ہو کیسے نہ کیون سیلان سوے چشم یار — بادہ کش ہوگا جہان میخانہ وہان پہونچی ہی گا
انکی محفل میں کہونگا جب کہانی اپنی میں — سبکے کانون تک مرا افسانہ وہان پہونچی ہی گا
ای صدف کیون منھ پسارے ہی کہ اُس ذوق کو — ہی جہان پہونچا تا آب و دانہ وہان پہونچی ہی گا

تجھکو اُسکے بوسہ لب کا ہی لپکا ای ظفر
لب ترا مثل لب پیمانہ وہان پہونچی ہی گا

میرا تھا دل تو ای مژگان یار آنکھوں کے آگے تھا — آنگا یا کیون تیر اپنا شست آنکھوں کے آگے تھا

چشم آہو کیوں نہ اُسکو حلقۂ زنجیر ہو
دشت اُن آنکھوں کی وحشی کے لیے زندان بنا
تیرہ بختی میں سے جو سرمگیں سیاہی بچ رہی
ای فلک تونے دیا اُسکو شب ہجران بنا

اُسکو انسان مست بیخود ہو سر کشتی جسمین ظفر
خاکساری کے لیے ہو خاک سے انسان بنا

کسیکو ہمنے یہاں اپنا نہ پایا
جسے پایا اُسے بیگانہ پایا
کہاں ڈھونڈھا اُسے کس جا نہ پایا
کوئی پر ڈھونڈنے والا نہ پایا
ہلال عید کو گردون پہ تیرا
بجز یک نعل کفش پا نہ پایا
اُڑا کر آشیان صرصر نے میرا
کیا صاف اس قدر تنکا نہ پایا
اُسے پایا نہیں آسان کہ ہمنے
نہ جب تک آپکو کھویا نہ پایا
دوا سے دردِ دل کی ہمنے پوچھا
طبیب عشق کو ڈھونڈا نہ پایا
گریبان کیا کہ چاک سینہ پر بھی
جنون کے ہاتھ سے ٹانکا نہ پایا
صبا نے جیسے دم بسکہ عاجز کیسے
چمن میں پلٹے اک پتا نہ پایا

ظفر دل جانے یا ہم کون جانے
کہ پایا اُسمیں کیا اور کیا نہ پایا

کبھی جو خواب میں وہ شوخ پر عتاب آیا
تو پھر نہ خوف سے آنکھوں میں میری خواب آیا
جو تجھکو دیکھکے ای رشک آفتاب آیا
مثال آئینہ با دیدۂ پر آب آیا

[illegible]

ساقی کو یک نظر جو دیکھا وہ چشم مست
رو رو کے میرا راز نہاں فاش کر دیا
جو دیکھتا ہوں دیدۂ بیدار ہی میں
دریا پرانی موج میں کس کس پہ بہہ گئے
پیمانہ میرے ہاتھ سے اک بہانہ تھا

بدست ہو کے پھینک دے ساغر شراب کا
خانہ خراب ہو چیرہ چشم پر آب کا
قائل نہ خواب کا ہوں نہ تعبیر خواب کا
پیکر شراب الستی ہے ساغر شراب کا
منظور تھا اُسکو اُٹھانا حجاب کا

اعمال کا گر اپنے ظفر کیجے حساب
ہر روز ہو معاملہ روز حساب کا

خون سے اشک آنکھوں میں جب گر کر گلابی ہو گیا
تیرے دامن سے جو ٹپکا خون شہیدِ ناز کا
تر پسینے میں ہوا وہ جو گلابی پوش ہیچ
بزم میں دیکھی گلابی تو نے کسکی چشم مست
یاد میں اُسکے گل عارض کے اشکِ خون سے تر
ہو چکی گرمی گلابی بادۂ گلگون سے ہو
وہ گلابی آنکھ جو یاد آئی وقت میکشی
خون کا دعوی کیا جو اُس گلابی پوش سے
باغ میں جیسا گلاب آیا نظر تو

پھر تو رومال سفید اکثر گلابی ہو گیا
خوب گھرا دامن محشر گلابی ہو گیا
بر میں جوڑا اور زیادہ تر گلابی ہو گیا
ساقیا بے ہوش کیوں پھر کر گلابی ہو گیا
لی جدھر کروٹ اُدھر بستر گلابی ہو گیا
اب تو جاڑا ای پری پیکر گلابی ہو گیا
پھر تو میرے حق میں ہر ساغر گلابی ہو گیا
صاف رنگ کا غنچۂ احمر گلابی ہو گیا
ہنسنے سے خون داغ سودا پر گلابی ہو گیا

[illegible]

مرے نالوں سے گر خون ہو رگِ نشتر سے جدا کا
سنو اس سنگدل کو نشتر تاثیر کا کھٹکا

ستمگر کا مجھے ڈر دل ہی محروم شہادت سے
برنگ ہما ہر جوہر تری شمشیر کا کھٹکا

گریزاں مجھ سے وہ وحشی نگہ یوں ہی کہ جیوں آہو
رسیدہ ہو وے سنگر سے آہوگیر کا کھٹکا

کھٹک جاتی ہی اُنکے دل میں ایسی بات کہتے ہو
ظفر کیونکر سنو وے آپکی تقریر کا کھٹکا

خلش گر ہی جو پاس ہر گل کے کانٹا
کھٹکتا ہی وہ دل میں بلبل کے کانٹا

سمجھتا ہی عکس مژہ وہ نشے میں
لگے ہو دہ پیمان ساغر مل کے کانٹا

چبھوتی ہی کافر ہر انگشت شانہ
جگر میں گرفتار کاکل کے کانٹا

ادھر کو بھوے انکو کاش اس قدر سے
چبھے سینے پا بے تغافل کے کانٹا

پروئے جو پھول اسنے زلفوں میں اپنے
ہوئے سب کو کر پھول سنبل کے کانٹا

تجھے بھی خبر ہی کہ او غیرت گل
ہوئی ہو گیا غم میں گھل گھل کے کانٹا

ہوا اسقدر گرم بازار وحشت
لگا بکنے کانٹے میں تل تل کے کانٹا

شتر بردباری سے ہی خار کھاتا
نصیبوں میں ہی پر تحمل کے کانٹا

تن زار سے میرے وہ پیچ کے نکلا
کہ الجھے نہ دامن میں قلقل کے کانٹا

اک الجھاؤ کا پیچ ہی راہداری
الہی واسطے تختہ پل کے کانٹا

کہو چارہ سازوں سے جلدی نکالو
مرے دل سے یہ غم کا دل چل کے کانٹا

تری صورت پرستی حق پرستی ہے کہو کیا کیا | ادہر اس صورت مین ہی کیا کیا اہا ہا ہا ہا

ظفر عالم کہون کیا مین طبیعت کی روانی کا
کہ ہی اُمڈا ہوا دریا اہا ہا ہا اہا ہا ہا

وہ بگڑے ایسی کہ پھر کچھ معاملہ نہ بنا | رہی نہ جائے سخن موقع گلہ نہ بنا
چلا نہ قافلۂ اشک تا کہ لخت جگر | سر فترہ مرے سردار قافلہ نہ بنا
کہین ہین تیرے مریدان اہل کا فروش | کرنی بنے گا کوئی ایسا سلسلہ نہ بنا
بلا سے گرچہ وہ ظاہر مین فاصلہ ہین | مگر دلون مین خدا یا فاصلہ نہ بنا
بنا سکے شیشہ ہزارون ہین شیشہ ساز مگر | پر ایک بھی تیرے دل کا سا آئینہ نہ بنا
دو منزل اُس دیدہ ہین تیر سینے کو | مکان اپنے لیے تو دو منزلہ نہ بنا
ہمیشہ کھائے ہی تو داغ کیا لالہ نگاری | ترا سا لالہ تر دل اُسکا حوصلہ نہ بنا
ڈرا نہ ہو کے مردان عشق کو ناصح | خدا کے واسطے شیرون کو بزدلہ نہ بنا

جو دل لیا ہی تو عہد وفا پہ قایم رہ
ظفر سے آپ کو تو بد معاملہ نہ بنا

تیر تیرا جسکے سینہ سے گذر کر جائیگا | آپ جائیگا گذر پر دل مین گھر کر جائیگا
وہ مقام عیش ہو دنیا کہ جیسی | کون جاتا ہی اگر جائیگا مر کر جائیگا
جسکے جی نالہ کب سینے سے جائیگا نکل | جائیگا جسوقت یہ سبکو خبر کر جائیگا

[illegible]

دیگر

[illegible]

داغ کیا دل کو اسے نگار لگا
عشق کے گھر پہ اشتہار لگا

اپنا جو بڑا دکھا کو کھا کر تو
دل پہ سُکّے نہ بار بار لگا

تیرے ہاتھون سے ای جنون نہ کا
جیب و دامن مین ایک تار لگا

جو ہوا تیرا کشتۂ قامت
سرو اُسکے سر ہزار لگا

ہمکو سیراب کر شہادت سے
قاتل اک تیغ آبدار لگا

کچھ اُٹھائی ہے عشق نے آفت
پھر جو دل ہونے بیقرار لگا

دل پہ عاشق کے ایک تیر لگا
آنکھین ہوتے ہی جب دوچار لگا

خوش ہوا دل مین وہ شکار افگن
کہ مرے ہاتھ اک شکار لگا

اے ظفر کب سنے ہے وہ میری
اُسکو باتون مین تو ہزار لگا

اُس دلربا سے کیجے گلہ دلبری کا کیا
ہو دل ہی برخلاف تو شکوہ کسی کا کیا

جب تک کہ تو نہو گا نمک پاش زخم دل
پائے گا کوئی خستہ مزا خستگی کا کیا

اے ہفتہ دوست کس کا ہوا تو ہمیشہ دوست
ہو اعتبار ہمکو تری دوستی کا کیا

آئے ہی لب پہ حرف کئی جائے لیکے دم
احوال مجھسے پوچھیے ہی بیدماغی کا کیا

اس سوچ مین ہی یہ دل بیکس کہ دیکھیے
ہو بعد مرگ حال مری بیکسی کا کیا

کہتا ہے مجھسے پھر دل بیتاب چل وہین
کیا جانے مدعا ہی اب اس مدعی کا کیا

[illegible]

وصف کیا عارض روشن کا لکھا جائیگا

اپنی غفلت پر ظفر جائے تاسف ہو کہ ہم

دیگر

خط آسے دیکر ابھی آیا تھا قاصد اے ظفر
آفرین ہے لیکے پیغام زبانی پھر گیا

بحر کو ہے مین کب آ بھادم سمٹ کر آ گیا
تنگ تھا وسعت سی جسکے عرصۂ ارض و سما

شوق نظارہ سے آنکھوں مین سمٹ کر آتے ہی
زلف کے حلقے مین سحر ہو یا بغل مین رات ہے

تھا دل صد چاک مین شانہ کے تو ہر چاک تنگ
کان مین اسکے گہر یا چشمۂ خوبی کا آب

کشتۂ دل غرق ہو دریا وحدت جو ہوئی
دامن صحرائے دل مین گرد باد نالہ سے

ظرف دل ہین پر محیط غم سمٹ کر آ گیا
جی مین کیونکر اسے دل آدم سمٹ کر آ گیا

چشم مین سینہ سے میرا دم سمٹ کر آ گیا
سارا نور نیر اعظم سمٹ کر آ گیا

کیونکہ تار گیسوئے پر خم سمٹ کر آ گیا
ہے برنگ قطرۂ شبنم سمٹ کر آ گیا

اک بھنور مین سارا آب یم سمٹ کر آ گیا
اک غبار خاطر عالم سمٹ کر آ گیا

اے ظفر دار قناعت کا ہے صحن اتنا وسیع
جسکے اک کونے مین ملک جم سمٹ کر آ گیا

ہمنے شبدیز قلم کو اپنے جب جولان کیا
جون شرار سنگ ہمکو عشق کی گرمی نے آہ

دیکھ غافل صانع قدرت کی تو صنعت گری
بار عصیان لیچلے دنیا سے رکھ کر سر پہ ہم

ملک معنی کا قلم دیک قلم میدان کیا
دفعتہً پیدا کیا پھر دفعتہً پنہان کیا

ایک مشت خاک کو کیا صورت انسان کیا
کیا کہین اپنے سفر کا ہمنے کیا سامان کیا

[illegible]

دیگر

[illegible]

ترے سمت حنائی سے جو کی تھی رو کسی آسنے
دھرا انگارہ ہیں خاطر سے دست شاخ پر گل کا

فقان عاشق کی سنا حق میں ہے معشوق کے بہتر
دماغ اب نالۂ بلبل سے ہو کیونکہ نہ تر گل کا

ظفر باد صبا بھی ایک بادی چور ہے دیکھا
اڑا کر لیگئی کیسا چمن سے صبح زر گل کا

جب ترے بیمار کی گردن کا منکا ڈھل گیا
ہمدموں کی آنکھ میں نقشہ کفن کا ڈھل گیا

جان شیرین دیتے ہیں لاکھوں مثال کوہکن
اگرچہ جوبن اُس بت شیرین دہن کا ڈھل گیا

شام ہی پکڑی تو پھر کیونکر کٹے گی غم کی رات
دن تو یہ ہر طرح تیرے چمن کا ڈھل گیا

شمع کا کیا منھ ہی جو اُس قد سے ہمسر ہو سکے
صاف سانچے میں بدن اُس سیم تن کا ڈھل گیا

جائے تحسین ہے سراپا اس غزل میں اے ظفر
واہ وا کیا خوب مضموں ہے سخن کا ڈھل گیا

خط رخ پہ تیرے آنے نظر گلبدن لگا
ہو کیوں نہ شور زن دیدۂ کوہکن لگا

گلشن میں اسکے جلوۂ قامت کے سامنے
مانند بید کانپنے سرو چمن لگا

کروٹ بدل کے سونے سے کیا خاک ہو حزا
سینہ سے سینہ اور بدن سے بدن لگا

گرنے سے تھم گیا یہ فلک میری آہ سے
دیکھو تو کیا ستون تہ سقف کہن لگا

بھولا برنگ گل نسما یا میں آپ میں
آکر گلے سے جو وہ گل پیرہن لگا

کیونکر نہ اپنا زور بھی ہو کہ اب ترا
قسمت سے ہو یا تھا بوسہ سیب ذقن لگا

دیوان ظفر

دیگر

[illegible]

دیگر

[illegible]

دیگر

تو آ اسدم کہ سیہ قیمت سحر ای گلبدن ٹھنڈا
زمین ٹھنڈی ہو ٹھنڈی ہو مکان ٹھنڈا چمن ٹھنڈا

خدا جانے سحر کسکی گلی سے یہ ہوا آئی
حباب آسا جو میرا ہو گیا ہے پیرہن ٹھنڈا

برنگ کاسۂ یخ بستہ آہ سرد سے میرے
ہوا شب کو مہ کامل سر چرخ کہن ٹھنڈا

جو وہ خورشید رو بیحجاب آ رات کو ہوگا
تو پھر ہو جائیگا بازار شمع انجمن ٹھنڈا

سحر گر بام پر دیکھے اکڑتا میرے مہر کا
تو وہیں ہو چرخ کج رفتار کا پھر بانکپن ٹھنڈا

حرارت اسقدر سوز محبت کی ہے سینے میں
نہوگا بعد مردن بھی بدن زیر کفن ٹھنڈا

تو مت منہ موڑ اب مجکو لگا اپنے سینے سے
کہ میرا سینۂ سوزاں ہوا ہے غنچہ دہن ٹھنڈا

مریض عشق کی تیرے بیان کیا کیجیے حالت
کہ بس پتھرا گئیں آنکھیں ہوا یکسر بدن ٹھنڈا

ہوا کیوں ایک شب کے واسطے پروانہ سے سرگرم
سحر ہو جائیگا اے شعلۂ شمع لگن ٹھنڈا

مرا دل تشنۂ زلف عرق آلودہ ہے کیا ہو
پلا دے اسکو پانی تو سر چاہ ذقن ٹھنڈا

برنگ شمع ہنس ہنس کر وہ آتش خو جلاتا ہے
شتاب اے دیدۂ پر آب کر میرا بدن ٹھنڈا

ہمارا دل شعلہ افروز آتش ہجر ان رہتا ہے
نہیں ہوتا ہے یہ گلخن کبھی اے جان من ٹھنڈا

چلا ہیں رات کو چوری سے ہم اس ماہ کے گھر میں
چراغ ماہ کو کر دے تو اے چرخ کہن ٹھنڈا

ظفر لکھوں غزل وہ اور تبادل قوافی میں
کہ تا ہو جائے اب بازار ارباب سخن ٹھنڈا

ہماری آہ سے کب داغ سینہ کا ہو ٹھنڈا
چراغ گل نہیں ہوتا صبا سے بھی دلا ٹھنڈا

[illegible]

سکے بختی شب تہ گلگیر شمع رو رو کر — وہاں سر پہ مرے تاج زر بنایا تھا
مجھے تو بوسہ نہ دے نا ہو تلخکامی دور — اسی لیے تو تجھے لب شکر بنایا تھا
اسی نے مجکو بنایا بر نگ مو لاغر — کہ جسنے تجکو میان مو کمر بنایا تھا

بدل کے قافیہ لکھو اور بھی غزل کوئی
قلم اسی لیے تو نے ظفر بنایا تھا

خدا نے جبکہ جمال بتان بنایا تھا — مژہ کو تیر بھووں کو کمان بنایا تھا
ہنسے ہی دیکھ کے محفل میں وہ بت بیداد — الٰہی کیوں ہمیں گریہ کنان بنایا تھا
ہمیں جو روزن سینہ کو بند ای جراح — اندھیرے گھر کا اُسنے نادان بنایا تھا
گیا تھا سیر کو گلشن میں کونسا گلرو — صبا نے غنچۂ گل عطردان بنایا تھا
رہانہ آکے وہ ایوان چشم میں میری — مژہ سے میں نے عبث سائبان بنایا تھا
مثال نقش قدم بیٹھکر اُٹھوں کیونکر — ازل سے حق نے مجھے ناتوان بنایا تھا
ملی نہ بحر میں ہستی کے ایکدم فرصت — حباب وار عبث یہ مکان بنایا تھا

غزل اک اور قوافی بدل کے پڑھیے ظفر
اسی لیے تو تجھیں خوش زبان بنایا تھا

خدا نے جبکہ تجھے مہ جبین بنایا تھا — تو خط سے رخ مہ ہالہ نشین بنایا تھا
دو چار کیا تری چتون سے شب ہوئی پروین — فلک نے اونکا تجھیں چشمہ چین بنایا تھا

[illegible]

آہ ہوتی ہی لگن آخر وبال سر یہان
گردش چشم اپنی مست دکھلا جین کیجیم

عشق پروانہ سے سیکھے شمع سر بیچنا
بھول جائیگی یہ نرگس ساغر زر بیچنا

عشق کے بازار مین کہتا ہون تجکو ای ظفر
شیشۂ دل کو مِی الفت سے بھر کر بیچنا

لگے ہی سیر گلشن مین دل ای غنچہ دہن کسکا
مری وحشت سے ہمسر ہوسکے دیوانہ پن کسکا

سراپا آتش الفت سے مثل شمع جلتا ہو
غلط ہی گرنہ اُسکو نافۂ مشک ختن کہیے

تصور مین ہمیشہ جسکے اپنے دم گذرتا ہو
زمین سے تا فلک برپا جو اک طوفان آتش ہی

مسافر خانۂ دنیا مین جو آیا ہوا راہی
عزیز و جان شیرین ہی ہوکسے عشق سیر مین

مہِ نو غرق ہی خون شفق مین دیکھو جبکت سے

ترے فرقت کے مارے گور وشن کسکی چمن کسکا
برنگ گل ہی سینہ چاک مثل پیرہن کسکا

نہین پروا یہ عاشق کو کہ جلتا ہی بدن کسکا
گرہ مین تونے دل باندھا ہی زلف پرشکن کسکا

خدا جانے نظر مین کھپ گیا ہی بانکپن کسکا
شرر انگیز ہی نالہ بعزم سوختن کسکا

یہ منزل آمد و شد کی ہی اسمین ہی وطن کسکا
زبان تیشہ پر ذکر رہے جز کوہکن کسکا

لب زخم جگر ہنستا ہی اب زیر کفن کسکا

ظفر اسکے لب نگین سے ہمتو کام رکھتے ہین
کہان کا لعل رمانی ہی یا قوت یمن کسکا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شام غربت کا
گریبان تا بدامان چاک ہو صبح قیامت کا

اس قدر بحر جہان میں نہ ابھرتا تھا حباب	دم میں برباد ترا نقشۂ تعمیر ہوا
تکمۂ لعل پہ ای شوخ نہیں زیب گلو	کسی بیجرم کا خون تیرے گلوگیر ہوا
چین ابرو نے ترے قتل کیا ایک جہان	آج ظاہر یہ ترا جوہر شمشیر ہوا
کیا ہوا پانون کو جو ہاتھ لگایا تیرے	اتنی سی بات پہ میں مورد تقصیر ہوا
اٹھ گیا منھ سے نقاب آج یہ کسکے کہ صبا	اتنا رنگ رخ گل باغ میں تغییر ہوا

کیمیا ڈھونڈتے پھرتے ہیں ظفر اہل ہوس
دل گداز اپنا کیا جسنے وہ اکسیر ہوا

زخم چیرتا ہی ہنس ہنسکر دل بیتاب کا	کسنے یہ مرہم لگایا اسپہ تیزاب کا
زلف تیری سر بسر ہے موجۂ دریائے حسن	کان میں بالا نہیں حلقہ ہے یہ گرداب کا
تو نے مہتابی پہ چمکایا جو اپنے حسن کو	رنگ پھیکا آسمان پر ہوگیا مہتاب کا
شاخ ہی لیکن نہیں گل اسمیں ہے ساقی جلوہ گر	گر سبو ہے ہاتھ میں سلو شراب ناب کا

تیرے شعر تر میں ہے وہ آبداری اے ظفر
اُس سے رو کش ہو سکے کیا منھ در خوشاب کا

رخ تابان جو تہ زلف گرہ گیر رہا	کفر اسلام شب و روز بغلگیر رہا
حلقۂ زلف ہم دیکھ کے اس ابرو سے	موج دریا سے بھنور روز گلوگیر رہا
ہو چکی فصل بہار اور ترا دیوانہ	حیف صد حیف کہ وابستۂ زنجیر رہا

جلد اول دیوان ظفر

دو فور گریہ سے ہر موج آنسون پراہ
خرام دیکھو کے شبرنگ ناز کا تیرے
صنم خدا کی قسم قشقۂ جبین تیرا
ہزارون روپ دکھاتا ہی قطرہ سیماب

ہر ایک اشک کا قطرہ شہاب سا چمکا
ہلال جبین پہ بنکر رکاب سا چمکا
نظر مین خلق کی لوح کتاب سا چمکا
وسلے نہ اس دل پر اضطراب سا چمکا

ظفر کلام مین تیرے عجب صفائی ہی
کہ ہر سخن ترا دُرِّ خوشاب سا چمکا

تم کمر بند اب نہ بالائے کمر باندھو گرا
ہین لگین کلیان نکلنے فصل گل آئی ہی آہ
جائینگے مرہم نہ جراحو تم اب مرہم لگاؤ
ہو نہ طفل اشک اب مردان چشم آہ

پر تلے مین تیغ رکھو بند سپر باندھو گرا
دیکھو صیاد و نہ تم بلبل کا پر باندھو گرا
اس کے زخم جگر کو کھول کر باندھو گرا
ہان سے بد راہ اب تم دیکھ کر باندھو گرا

ہاتھ آئے ہین عدو اب تو تمھارے آج سب
دست پر پشت انکا اب تم ای ظفر باندھو گرا

بہا گریہ سے میرے اسقدر سیلاب پانی کا
ترے کیا ہجر مین رہئے کہ ہم آب چیر آنکھ
عجب کیا ہی جو اپنا پارۂ دل چشم مین ٹھہرے
تمھارے آب خنجر نے کیا سیراب یار

نظر آنے لگا جون بلبلا مہتاب پانی کا
یہ دور چشم یارب ہی یا گرداب پانی کا
بتو سچ ہی کہ عاشق ہو گئی ہی سرخاب پانی کا
نہایت تشنہ تھا مرغ دل بیتاب پانی کا

باغ مین غنچہ نکل جیسے کوئی کھلتا ہے
اس روش سے لب زخم دل رنجور کھلا

بوسہ جب اس سے طلب مین نے کیا یون بولا
گل کی بات نہ ہو تو پھر آج بدستور کھلا

اسی باعث سے نہ آیا تھا مین تیرے گھر مین
ہائے آنے کا مرے باتون مین مذکور کھلا

فضل یزدان سے بس اب کے جو ظفر تیرے لیے
ایک دو روز مین گنج زر تیمور کھلا

دلا اس زلف کے کوچے مین گر جانا بھی ہووےگا
بہت مت ڈھونڈنا شب دل سے پھر آنا بھی ہووےگا

دل پر خون ہے کیونکر چشم مین ہم خون ہوتا دامن
جو شیشہ ہوگا حق ہی کی تو پیمانہ بھی ہووےگا

تڑپتا ہون پڑا مین بستر غم پر یہ کہہ کہکر
خدا وندا کبھی اسکا یہان آنا بھی ہووےگا

جو لاتے تھے انھین مجھ پاس وہ اٹھے تو یون بولے
ابھی جا وہ نگر تک پھر یہان آنا بھی ہووےگا

ظفر اس سے جدا ہو یہ نہین ممکن ای یارو
جہان ہوگا وہ شمع بزم پروانہ بھی ہووےگا

جنون نے جبکہ دکھلایا ہمین عالم بیابان کا
تو پھر اپنی نظر سے گر گیا جلوہ خیابان کا

جنون صد آفرین کیا ہی اڑائین دھجیان تونے
رہا ہر تار دامن کا نہ اک ٹکڑا گریبان کا

نہ زلف معنبر ہی ہوتا بس جسے روشن کیا
کب بسیار رات کو ہوتا ہے جلوہ تابان کا

نہ آوین کیون نظر گردش مین فلک پر آفتاب سہ
اگر یہ پھیر کر باندھے وہ اک پیچ سر ایان کا

شب دیجور مین اک سماں چھاتی پہ تو رہے
ہوا ہون جب سے مین آشفتہ یار زلف خوبان کا

دیگر

گردش اسکے پھرا اور یہ کسکے دن — رشک خورشید مرا جبکہ سفر سے پلٹا
تھی یہ تاثیر سے طالع برگشتہ کی — رات وہ ماہ جو آکر مرے گھر سے پلٹا
فوج حسرت نے یورش کی تھی دل زار پہ ہائے — پھر گری جان پر آ کھا کے اُدھر سے پلٹا

دم گیا وہین ظفر اپنا اولٹ رات کو آہ
جو ہین وہ آکے ذرا میری نظر سے پلٹا

جس طرف آہ کا شعلہ مرا جھکتا ہوگا — ہی یقین خانہ ہر دم وہان پھکتا ہوگا
قیمت دل مری بازی محبت مین نہ پوچھ — یہ وہ سودا ہی کہ ہرگز نہین چلتا ہوگا
خال کا جل کا جو ہی تجھ پہ تیر اسکے سوا — تیرہ بختون کو پسند اور نہ نکتا ہوگا
کیون نہ گھڑیال کے مانند ہیگا نالا — جسکا دل ضرب غم عشق سے پکتا ہوگا

دیا دھو کا جسے سینے سے لگا نا اُسکا
اُسکا دم کیون نہ ظفر سینے مین رکتا ہوگا

مین ہون وہ سوختہ جان اُن بت گمراہون کا — جسکا پہونچے ہی دھوان چرخ تلک آہون کا
خاک ہوکر بھی بگولے کی طرح چین نہین — حال ابتر ہی یہ کچھ تیرے ہوا خواہون کا
حج اکبر ہو جسے کعبۂ دل سے حاصل — ہو خیال اُسکو بھلا کسلیے درگاہون کا
جائیگا جبکہ تہ خاک ترا سوختہ جان — گرم ہو جائیگا پانی وہین سب چاہون کا
ای ظفر دل سے ہون مین خاک در اہلِ نجف — معتقد مین نہ گداؤن کا ہون نہ شاہون کا

کیا تو ضبط فغان رات ہمنشین لیکن
عجب ہی دل پہ ترا اختیار کا ہونا

ہوا ہے ظلمت گیسو تری میں یکجا ہی
یہ گل بہار سے چراغ مزار کا ہونا

ہماری مرگ تحیر کی یہ نشانی ہے
برنگ آئینہ یہ انتظار کا ہونا

کسی کو بہر عیادت بلایا چاہیے ہین
نہین ہی خالی از علت بخار کا ہونا

بغیر وصل گل اندام اے ظفر مجکو
خزان ہے آنکھوں مین تیری بہار کا ہونا

ہو دکیون نہ کھاے چراغ سے دریا
کہ خالی اب نہین الفت کے داغ سے دریا

اٹھا چمن سے جو باد خزان جنازہ گل
بہے گا دیدہ مرغان باغ سے دریا

ہوا ہے شیخ جی تمکو تو بے طرح سے زکام
بہا کرے ہے تمہارے دماغ سے دریا

بہے جو شمع صفت میرے داغ دل سے سرشک
کہا کہ اٹھے ہے کیون آگ داغ سے دریا

پڑے ہے یہ چرخے مین رونا ترا کہ تفتہ ہے
روان کیا ہے یہ گویا ایاغ سے دریا

برنگ ساقی بدمست ہے نظر مین مری
ظفر حباب کے ہر ایک داغ سے دریا

کب تلک سر مرے رخ نازنین سے چھٹا
یہ بھنورا آکے گل یاسمین سے چھٹا

اٹھا سکے ہے مجھے کون اسکے کوچے سے
مثال نقش قدم مین زمین سے چھٹا

پڑا جو سایہ زلف اسکے ہاتھ پر تو کہا
کہان سے سانپ مری آستین سے چھٹا

عرجائیے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا — دنیا میں نہیں کوئی مری جان کسی کا
یہ سنگدلی اپنی تو چھوڑ دو صنم — دل توڑتے ہو کسلیے ہر آن کسی کا
ہوتی ہی بری عشق کی آتش مجھے ڈر ہے — گھر پھونکے نہ یہ آتش سوزان کسی کا
ہے عشق کی منزل میں یہ حال کہ جیسے — لٹ جائے کہیں راہ میں سامان کسی کا
سو جیتی ہی جیسے کہ دن بحکے اک دن — گھر بینگے ڈبو دیدۂ گریان کسی کا
ہے زلف و رخ یار کا قائل کوئی ہر گز — ہندو نہ کسی کا نہ مسلمان کسی کا

اب قافیہ دیگر ظفر پھیر غزل لکھو
ہٹ جائے اس سمت سے پھر دھیان کسی کا

نہیں دیکھو بہتر ستانا کسی کا — کڑھانا کسی کا کڑھانا کسی کا
مجھے یاد آتا ہی ہنس ہنس کے یارو — رولانا کسیکا رولانا کسی کا
کبھو تو سنا کر ذرا گوش دل سے — فسانا کسی کا فسانا کسی کا
مجھے یاد کر کرکے آنسو بہانا — بہانا کسی کا بہانا کسی کا
نہ سمجھا تو ناصح کہ مدت سے ہوں میں — دوانا کسی کا دوانا کسی کا
محبت میں مر جاؤ گے جز نہ کر دلبر — نہ لانا کسیکا نہ لانا کسیکا
نہ دوے گا دل تیر مژگان کسیکے — نشانا کسی کا نشانا کسی کا
نشانا کرو میری جانب سے اے تم — لگانا کسی کا لگانا کسی کا

ظفر وہ دشمن جان قدردان دل نہووے گا
ندینا دل برب کعبہ کچھ حاصل نہووے گا

جسے ہو درک فن عشق مین غافل نہووے گا	اسے گر ابکو قاتل کہیے قائل نہووے گا
جو وہ سرمست ساقی رونق محفل نہووے گا	نشا ہوگا تجھے البتہ پر کامل نہووے گا
جھکا ووے گا دہی محراب بیت ... مین گو	جسے زاہد خیال ابروئے قاتل نہووے گا
گلی مین یار کی آنکھون کے ڈر سے تو بھی چل ...	ابھی تو قافلہ پہونچا سر منزل نہووے گا
کئی بوسے مگر کیے دینے مجھے تمنے	تو کیا صاحب ... ستان دل نہووے گا
سیاہی مین خط و رخسار کے تو غور سے دیکھا	کچھ اپنا ہوگا باقی ایک کا فاصل نہووے گا

ظفر تو نام لے مشکل کشا کا اور پڑھ مطلع
بدلنا قافیہ اب کچھ تجھے مشکل نہووے گا

ہی ترے ہاتھون سے عاشق کا گلا کاٹا ہوا	اور پھر پوچھے ہی تو یہ کیسا غوغا ہوا
سہم کر اس ناتوان کا ہو گیا بس دم ہوا	صید افگن تیر ناوک کا یہ سناٹا ہوا
دیکھے دل اس زلف کو ہمنے نہ دیکھا فائدہ	بلکہ اس سودے مین ہمکو ہمنشین گھاٹا ہوا
لٹکتے ہی دامن مرا خار جنون جیب ... مین	پوچھے ہی آہو سے مجنون کیا یہ چھوٹا ہوا
ہونٹ چاٹے ہی ہمیشہ اس ... اپنے وہ	ذلب شیرین ظفر جس کا ہی دیا ہوا
چھوڑ دو لوگو نہین گورے بازو کا پہنا	اپنا ہی گا تو دور الیکے نیلا ناہنبا

[illegible]

عیان ہی تخت دل پر تکا نہ ہیگی کیا نالشاہی | کہین پیدا نیستان مین گل اور نگ ہووےگا
دیا ہوویگا جسنے عاشقی مین جان شیرینکو | نشان کوہکن چہاتی پر اسکی سنگ ہووےگا
مری آنکھون مین اُسکے سبز خط کی ہوئی کیفیت | تجھے ساقی نصیب پیمانہ جام بنگ ہووےگا

کھلین جس جا گل ہستی تمہارے ای ظفر اُس جا
نہ کیونکر قافیہ غنچے کا بو لو تنگ ہووےگا

ردیف الدال المہملہ

نزلہ شبنم سے گرا دل پہ ترے گل ٹھنڈا | نالہ کھینچے ہی تاسف سے جو بلبل ٹھنڈا
تپ دوری سے جو بیمار ہوئے ہو بالکل ٹھنڈا | تب کلیجا ہو ترا مست تغافل ٹھنڈا
دل سیپارہ کے شیرازے کو باندھو کیونکر | کہین قرآن نہ کرے ہندو کا کاکل ٹھنڈا
ہی کہان مرغ نظر چشم مین زیر ابرو | مرغ آبی نے مکان ڈھونڈھا تہ پل ٹھنڈا
نام پر بوسے کے وہ گرم ہوئے ہیں لیکن | کیا تدبیر سے اُنکو یہ تامل ٹھنڈا
اُسکے بے غیرت دیدار نہوگی تسکین | پانی کے شور ہے کے ہرگز نہو دل بن ٹھنڈا
ابر کیا عشق کی آتش نہ سمندر سے بجھے | کر چکا دل کو بس اشکون کا تسلسل ٹھنڈا
بہنے دے آنکھون سے لوہو لب کلیجے ٹھنڈا | گرم بھلا نہو جب تک کہ سر گل ٹھنڈا
کیا ہی گھبرائے ہین وہ رات کو جس وقت مرغ | ہو گیا لگ کے مرا دامن فرغل ٹھنڈا
کھا گیا جلتا ہوا لقمہ شعلہ گلگیر | دل ہے گرمی نکیا وقت تناول ٹھنڈا
یاد دشنا لہ نے دی پھونک سے گر دانت | کون کہتا ہی کہ ہی برگ قرنفل ٹھنڈا

[illegible]

سر اُٹھا اسکے نہین تم آج مستی مین ظفر
بادۂ الفت کا تمکو اب نشا اچھا چڑھا

حیف جون غنچہ نہ اپنا دل پُر یاس کھلا
ہر گل زخم جگر اُسکے سدا پاس کھلا

صبح گلشن مین جو گل سونگھو تیرے پاس کھلا
اُسکو شبنم نے دیا پارۂ الماس کھلا

شانہ سان ای دل صد چاک تو وہ الجھی ہے
ہاتھ مین اپنے نہ کر دینے کا وسواس کھلا

دل دلگیر ہی جون غنچۂ تصویر مرا
یارب اسکے نہین کھلنے کی مجھے آس کھلا

چمن دہر مین حیران ہون صبا دیکھکے مین
کیونکہ بن پانی رہے ہی گل قرطاس کھلا

دل ہوا افسردہ کسی کا تو برنگ غنچہ
دے ہی تاثیر دم صاحب انفاس کھلا

مار ڈالے گی تجھے زلف سے الفت مت کر
دیکھ کالے کو نہ بس ای دل پر یاس کھلا

رہبری دشت مین کر خضر سے کہدو گا مین
غوطہ دریا محبت مین نہ الیاس کھلا

عشق دلدار ظفر کم نہین شہباز سے کچھ
جھنے دن رات دیا اپنے اُسے پاس کھلا

کیا فقط گریہ سے چشم تر پہ پانی پھر گیا
ایک پل مین اک جہان کے گھر پہ پانی پھر گیا

لمعۂ خورشید عالمتاب کا دریا مین صبح
کیا طلائی موج سے خنجر پہ پانی پھر گیا

دیکھکر دندان کی آب و تاب تیری شانہ سے
دامن ساحل مین گوہر پہ پانی پھر گیا

سامنے اُسکے عرق آلودہ چہرے کے نسیم
شرم سے کیا لالۂ احمر پہ پانی پھر گیا

جو غیر کا تیرے گھر میں پلنگ بچھے گا | تو آنکھیں بچھاتی یہ یہاں فرش سنگ بچھے گا
غریق بحر خجالت نہ کیوں ہو نا خشک | مصلّا اپنا سر آب گنگ بچھے گا
پلنگ بچھے سو گلگون اس پہ میں یاقی | چمن میں حاشیہ سبز رنگ بچھے گا
اگر ہو قصد ہم آغوشی اب تجھے کرنا | بچھونا تیرے لیے پیرہن تنگ بچھے گا

ظفر کو خواب نہ آویگا فرش مخمل پر
بغیر تیرے اگر سیج و شنگ بچھے گا

کیا وصف جبین میں کہوں اس مہ جبین کا | اک تختہ سراسر ہے وہ فردوس بریں کا
یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے ید بیضا | یا صفحۂ رخسار کسی شوخ جبیں کا
یا مشتری و زہرہ ہے یا مہر درخشاں | یا جلوۂ پر نور ہے یا ماہ مبین کا
یا تخت بلوریں ہے کہ ہے لوح یہ سیمیں | یا صفحہ ہے سادہ کسی انمول نگین کا

کیا نادر زمین شعر کی یہ تو نے نکالی
ہے وصف ظفر اسمیں بیان اسکی جبین کا

ہے ہماری خاک پر بہتر چراغ نقش پا | شمع مرقد سے یہ بہتر ہے چراغ نقش پا
گل نہیں چھاتی پہ میرے نقش پا ہے عشق میں | جلوہ گر ہے لالہ رو یہ دیکھ باغ نقش پا
فندق پا سے ہوا ہے جیسے اک عالم شہید | ہر گل اورنگ سا اس کا ہے داغ نقش پا
ٹپکے ہے مستی تری رفتار سے وہ مست ناز | نشہ بخش دو جہاں ہے ہر ایاغ نقش پا

مزار کوہکن اب سوے باغ پتھر کا
رکھے ہے دیکھ کے شیرین چراغ پتھر کا

رہے جو خال صنم سے ہمارے ہم چشمی
تو بن ہی جائے مقرر وہ داغ پتھر کا

یہ دل ہی ہے کہ رکھے جسمیں عشق کی آتش
وگرنہ رکھوں تو شق ہو اچھلے ایاغ پتھر کا

نہ ہوتا کوہکن آخر تو گھر تراشیرین
بناتا کوہ سے پاکر فراغ پتھر کا

بتوں کی سنگدلی نقش کالحجر ہے ہمیں
یہ سچ ہے مٹ نہیں سکتا ہے داغ پتھر کا

تو جیسے شیشۂ دل اس روش نہ پھر بلبل
کہ فرش سنگ بھی ہے صحن باغ پتھر کا

ادا و ناز اٹھانے کو تیرے سنگین دل
کہاں سے لائے کوئی اب دماغ پتھر کا

سبھوں کو جام مرصع ہیں دے ہے ساقی ہم
ہمیں فقط یہ بلوریں ایاغ پتھر کا

ظفر کا ریختہ گر یہ سنے تو پنجا وے
ہر ایک شاعر نازک دماغ پتھر کا

دھیان ہے مژگان پہ تیرے آٹھ پہر ہے اپنا
بنگیا تار نگہ سلک گہر ہے اپنا

مہر رخشاں نہ فقط داغ جگر ہے اپنا
سینۂ چاک بھی مانند سحر ہے اپنا

موج زن تا بگلو ہے جو وہ آب دم تیغ
چون حباب لب جو کاسۂ سر ہے اپنا

زخم سینے پر جو لگتے ہیں سدا اشک نمک
کم نمک ان سے نہیں دیدۂ تر ہے اپنا

ہم وہ ہیں دہر میں نخل گل آتشبازی
کہ جو شعلہ ہے وہی برگ و ثمر ہے اپنا

تیغ کھینچے ہے جو موج نگہ یار ادھر
یہاں بھی ہر داغ جگر شکل سپر ہے اپنا

جس وقت وار کان مین کہا اُس نے ہی جان مین ہی
جلوہ گر نور اُسی کا نظر آتا ہی ظفر
انتا نہ سمجھا اُنہی ساقی کہین میزان کی
ہو سمجھا جھپا نظر آتا ہی پوشیدہ
قابل آتا ہی کہین فرق نہ کی پیر ان مین ہی
اب زلف سے کہتے ہو دیا دیکھنا ہی

دیگر

ایسا نہ غضب کیا کا دل سے اگر سر پھینکا
پر ہو ہی لاش تو کیون نہیں سے بام پھینکا
اور سے کا مجھ کو جانتی ہی جنبش دل سے پھینکا
کیا زمین پر مجھ اور نگاہ و فلک پر پھینکا
روشن پر گلغذار دیدہ گلی اُسکی
اے صبا قسمت ہمارا تن لاغر پھینکا
ہون مین وہ سنگ کو دہقان فلک نے ظالم
گردش دہر نے سرگرمی مین مجھ کو ہر پھینکا
دل سوزان کو ہمارے تو کیا آتش نے
بلکہ سب جلنے لگا ہم کو مین پر پھینکا

کچھ نہ تنہا پاس ہے وہ دلربا جنبیت بنا	ساتھ تو اُسکے ہم ہر دن دل بھی جنبیت بنا
غم نہین گر پاس ہے وہ مہ لقا جنبیت بنا	پر کے پہلو سے دل ہما آشنا جنبیت بنا
ایک بادی جو رہی ہم کو کا ہوا کا ئینہ نسب	صبح گلشن سے زر گل کو اُڑا جنبیت بنا
کھینچ کر نالہ پس دیوار جو ہین چپ رہا	بوسے دیکھو تو کوئی دو ہی ہر پا جنبیت بنا
فرصت نظارہ ہی کسکو کہ ہم آنا	بحر مستی مین جہان کی چشم وا جنبیت بنا
اعتبار اُسکی ذرا پہلو نشینی کا نہین	بیٹھ کر پہلو مین وہ تو بارہا جنبیت بنا

کل سمجھ لونگا ظفر اُس سے جو وہ آئیگا ہاتھ
آج وہ ہو کا دیکے مجھکو کیا ہوا جنبیت بنا

دیوان اول ظفر

دیگر

قاتل اب ڈھونڈھے ہی اس عاشق بیجان مین کیا	جب گئی جان تو باقی رہا انسان مین کیا
فرق اب تجھ مین ہی اور یوسف کنعان مین کیا	کہیے حضرت صلی علی اور تری شان مین کیا
خط رخسار کا تیری نہین اُٹھتا اک دم	نہین معلوم لکھا ہی خط ریحان مین کیا
روشنی آنکھ ہی ہر جادہ جنون نے تیرے	ہاتھ مارے ہین کہین دشت کے دامان مین کیا
بہونکی جنبش سے تمہاری کہین بھونچال آئے	نکلو میدان مین تم بیٹھے ہو دالان مین کیا
ہو گی جس سے کہ مسجود ملائک تھا	نہین معلوم کہ وہ چیز ہی انسان مین کیا
نالہ بلبل کا جو سنتا نہین گلشن مین	بارہ شبنم نے بھرا گل کے کہین کان مین کیا
جو کہ رنگین ہین ظاہر مین وہ باطن بھی ہا	کوئی بتلاوے کہ ہی تجھ کے مرجان مین کیا

دیگر

ہم سے ... مسجود ... ظفر ...
... صبا ... مین ... فاضل ...
[illegible]

مطلع ثانی

نانگ کا گوہر اُسکے کب ٹوٹا	اک ستارا ہو وقت پر ٹوٹا
تیرے ہا[illegible]ن سے ہے شیشۂ دل	روشن دانہ عنب ٹوٹا
کیا کہوں اپنی گردش قسمت	جام مے ہوکے لب بلب ٹوٹا
بادۂ خون دل کہان [illegible] کیجیے	ساغر دل تو سبکا سب ٹوٹا
خاک مین وحشت زدہ ہے باندھو تاک	کہ سر کو توال اب ٹوٹا

تیغا دیوان خانہ مین اُسکے
اے ظفر آج کیا سبب ٹوٹا

عزا کھیل سنبھلا سنبھالا بگاڑا	کسیکا تھا کیا مین نے ڈالا بگاڑا
ورے کاسۂ سر مین کیون بھر دیا خون	یہ تمنے اچھوتا پیالا بگاڑا
گئے تھے کہان دیجیے کس جا لگے ہین	نیا کل کا اوڑھا دوشالا بگاڑا
ورے ساتھ کھاتے ہین کر یاد کسکو	بناتے بناتے نوالا بگاڑا
کھینچا وہ نہ مانی سے بالے کا نقشہ	بنا کر کئی بار مالا بگاڑا
فلک نے ترے سر کا عمامہ مجنون	جنون کو لگا کر اُچھالا بگاڑا

بنا کام اپنا ظفر کب کسی سے
کہا ہمنے جسکو بنا لا بگاڑا

پہلے تو ہاتھوں سے وہ ڈور اچکی کا نہ بنا	اور اسی ڈورے سے ہی پھر قد اپنا تا نہ بنا

ہوا اُس پر یہ نقش کا لجراب غیر سنگین دل
ظفر پہلے ہی گرچہ وہ اُلٹو جاتا نہ جمجا تا

آنسووں سے سینہ یوں گھلو پہ پانی چڑھا
جیسے ہو دریا میں جو بی ناؤ پر پانی چڑھا

کھینچے گا نقاش نقشہ کیسے یہ دزد کا
اسقدر رنگ دیا جو تا ؤ پر پانی چڑھا

کشتگان کو کون دیوے انگر مقتل میں غسل
دے برس کر ابر اس شہر اُو پر پانی چڑھا

کو چہ جاناں میں ہر دم جوش ہی چشم تر
بند بند عواؤ کہیں ہنوا اُو پر پانی چڑھا

آج گریہ سے مگر دریا چڑھا ہو زور کی
یوں تو تھا یہ خشک تھا او پانو پر پانی چڑھا

سقدر ہی جنابکہ بر غیر وزن لگنے سے ظفر
ہی یہ مرغ بچہ یا کس جا ؤ پر پانی چڑھا

بوسے وہ جب ہم نے شبکو نالہ پر شور ہوا
یوں جتائی لجاوہ تو بھی ایک ہی فطرت ہوا

سو زباں سے غنچہ کرتا ہی پریشانی بیاں
یہ خدا جانے کہ دل ہی کس کا شور ہوا

ہوتا تھا سنگ جراحت میں جراحت کے
یاں نمک کان ملاحت تو سنہ ہی شدت ہوا

کھینچی جب تصویر زخمی کی تری ہنر ادینے
رنگ کی جا خون اُس سے دینے کو رنگت بھرا

دیکھنا اے حضرت عشق آنسو کی گرم تگ و دو
ہنسے دامن ہو تیوں سے آپکی دولت بھرا

دھجیاں ہو کر اڑا دامن پہ ٹانکا کبھی
سو نون خار مغیلاں سے نہ اے وحشت بھرا

یاد چشم مست میں بیہوش ہوں کسکو خبر
زہر ساقی نے بھر اساغر میں یا شربت بھرا

دیگر

نالہ بھی کرنے نپائے کہ نکلی حسرت
ہمکو ای عشق گلا تو نے دبا کے مارا

یاد مین فخر تھے ہم فخر جہان کی آپ ہی
اور رفا نے وہ تصویر دکھا کے مارا

آنکھوں آنکھوں مین ہمین اُس بت بیدرد نے آہ
تیغ سے ناز کے غمزے سے ادا کے مارا

طرز نظارہ دکھا کے اُسے ہی کچھ مت پوچھو
مرغ دل پر مرے اک دام بچھا کے مارا

ناز بو کیون نہ مری خاک سے ہو روئیدہ
مجکو اُس شوخ نے یہ ناز دکھا کے مارا

صغر سن کی ہین یہ باتین کہ جو وہ روٹھ گئے
اپنے زانو پہ جو ہین ہاتھ اُٹھا کے مارا

ای کفن چادر مہتاب سے میرا لازم
کہ مجھے جلوہ نے اُس ماہ لقا کے مارا

داد دیجے ظفر اُس غمزہ پنہانی کی
جسکو مارا اُسے کافر نے جتا کے مارا

تو جو مہتابی پہ کل رات کھڑا گاتا تھا
دائرہ بھی لیے ساتھ کیے جاتا تھا

بند ہو گئی تھی یہ ہوا گانے کی تیرے کہ ہرا
ساتھ ہر تان کے جی تھا کہ اُڑا جاتا تھا

کیا کہوں رقص کا عالم عجب انداز کے ساتھ
ساتھ ٹھوکر کے تری ٹھوکرین دل کھاتا تھا

ہاتھ کو ہاتھ پہ تو رکھکے لگا جب چلنے
ہاتھ ہم ملتے تھے دل تھا کہ ملا جاتا تھا

کیا کہوں عالم جنبش کہ ہلا آتش دل
جنبش دامن مژگان سے وہ بھڑکاتا تھا

دامن اپنا تو اُٹھا چلتا تھا اس ناز کے ساتھ
گھیرا دامن کا مجھے گھیر کے لے آتا تھا

آنکھ چاہت کی ظفر کوئی بھلا چھپتی ہے
اُس سے شرماتے تھے ہم جسسے وہ شرماتا تھا

دیگر

تمام شد دیوان دوم

دیوان

یہ آسمان غلام ہی کس مہ جمال کا ‖ پہنے پھرے ہی کان مین بالا ہلال کا

مطلع ثانی

رکھا ذقن پہ یار نے کیون دانہ خال کا ‖ ہی بیضۂ ہما پہ عجب ہونا دال کا

اب تو وہ خال و خط سے ترا صفحۂ عذار ‖ گویا کہ فال نامہ ہی یہ دانیال کا

دل سیلی ہین زلف کی بیعت گزین ہوا ‖ کوئی اسے مرید کہو کوئی بال کا

ہوتا ہی چودھوین کو ہمیشہ خسوف ماہ ‖ جو دن کمال کا ہو وہی ہی زوال کا

غیرت کہے ہی قبر سکندر کو دیکھنا ‖ یارو کچھ اعتبار نہین ملک و مال کا

بارش سے میری ابر فرہ کی عجب نہین ‖ موسم رہے تمام برس برشگال کا

ہی آئینہ یہ خون کا تصور جو انکی مین ‖ ہی آرہا نظر مجھے عالم مثال کا

منھ کو ہمیشہ پیٹ لیا شب کو ای ظفر
یاد آیا اُنکے گال پہ رکھنا جو گال کا

نہ ہرگز درد دل سے مین کراہا ‖ غرض پوشیدہ الفت کو نباہا

محبت کے یہ معنے ہین کہ مین نے ‖ وہی چاہا کہ جو کچھ تو نے چاہا

عیان ہی صفحۂ رخ پر ترے خط ‖ کہ ہی تنخواہ بوسون کا سیاہا

نگر منصور تو سے نشان فاش ‖ کہے ہی دیکھو دار انگشت اٹھاہا

فقیر ون سے تو پوچھو لذت عشق ‖ اہا ہا ہا ا ہا ہا ہا ا ہا ہا ہا

اشک سے دیدۂ تر میرا کہان ہی لبریز
غم لیلےٰ نے لٹا کر اُسے مارا شاید
کشتۂ مژگان کا ترے دشت مین مدفون ہی
چین ملتا ہی نہین عشق کے آوارون کو
خاک رو رو کے کرے کوئی جی اپنا خالی
کون ہو تجھسے دو چار آنکھ ظالم کہ بلا

بحر عشق سے یہ کوزہ مین جیحون ہی بھرا
خاک صحرا مین جو یکسر تن مجنون ہی بھرا
اسقدر کانٹون سے جو دامن ہامون ہی بھرا
بغض کیا جی مین ستمگر گردش گردون ہی بھرا
لاکھ حسرت سے ہمارا دل محزون ہی بھرا
تجھ مین زہرا نگہ چشم پر افسون ہی بھرا

درہم داغ کی دولت سے مرے سینے مین
ای ظفر دیکھ کہ گنجینۂ قارون ہی بھرا

یہ چشم تر سے دم گریہ خون ناب بہا
کہ پانی کوچے مین رنگین عجب شہاب بہا

مطلع ثانی

ہمارے آگے نہ آنسو تو ای سحاب بہا
و گر بہا وے تو یون مین نہ رخ پر آب بہا

مطلع ثالث

ہماری آنکھون سے جس وقت خون ناب بہا
ہمارے ہاتھ سے اک جام نوش کر ظالم
ستارے آئے نظر آفتاب پہ جھکو
کھلا اگر کبھی واغطہ پہ یک نکتۂ عشق

پھر سگا گنبد افلاک جون حباب بہا
لگا کے لب سے گریبان پہ مست شراب بہا
عرق جو رخ پہ ترے رشک آفتاب بہا
یقین ہی ڈوبے گا دریا مین سر کتاب بہا

ظفر عالم بن بر مستی کا کسکو ہوش ہے
جہان پیالا سرنگون جھرا جہان دیکھا لڑکھڑا

مطلع ثانی

جو نہ کہنا تھا کہا جھٹ منھ پہ اُس سفاک کے
سچ تو یون ہے ہان ظفر بھی ایک ہی بیباک تھا

ہو کے تمہارے در تک اپنا کہان سے آنا
جب اک قدم ہو مشکل اس ناتوان سے آنا

بیمار غم کو تیرے دیکھو آ کے سب اطبا
عیسے کا ایک باقی ہے آسمان سے آنا

کوے عدم کو جا کر کوئی پھرا نہ ہرگز
دشوار ہے نہایت شاید وہان سے آنا

سد کر نہ دیجیو برباد خاک عاشق
آہستہ اے صبا تو کوے بتان سے آنا

اک آن پر ہے سودا عاشق کے نقد دل کا
فرمانے آپ کیون ہین ناحق زبان سے آنا

کیا دخل ہے کہ آوین وہ خاک کشتگان پر
آنا کبھی جو شاید دامن کشان سے آنا

دم اے ظفر ہوا تھا اپنا بھی رات جو ہین
خوشبو کا اُسکو زلف عنبر فشان سے آنا

تراش کوہ سے کیا کوہکن نے تو بنا دیتا
اگر ہوتا سلیقہ کا تو شیرین گھر بنا دیتا

صدف کا سا اثر ہے صاف نقش پاے جانان مین
کہ ہے اشک چکیدہ کو مرے گوہر بنا دیتا

اگر مین جانتا بنکر زمین سے لالہ نکلے گا
تو اپنے کاسہ سر کو تراساغر بنا دیتا

اگر تصویر مانی کھینچتا اُس سیمبر قاتل کی
تو اس تصویر کے بھی ہاتھ مین خنجر بنا دیتا

نہ پوچھو دل مین ہے کیا کچھ خلش اُس نوک مژگان کی
کہ ہر مو کو بدن پر ہے مرے نشتر بنا دیتا

تصور دیدہ تر مین ہے اُس خال لب جانان کا
گہر کو اشک کے ہے دانہ اختر بنا دیتا

جلایا دل جو ترے شعلہ نگاہ نے رات
فلک پہ نالہ مرا ناوک شہاب بنا

دل شکستہ کی تو میرے کچھ درستی کر
خدا کا گھر ہو بنا تا بڑا ثواب بنا

ہوئی نہ پاؤں تلک اُسکے دسترس افسوس
ہمارا دیدہ نہ کیوں حلقہ رکاب بنا

کیا تھا کشتہ مجھے کسکی چشم مست نے آہ
کہ میری خاک سے ہی ساغر شراب بنا

جو میرا اختر بخت سیہ دکھاتا ہے
تو خال لو کوئی کاجل کا اک نقاب بنا

نہ پہونچا کان ملاحت تمہارے کانوں تک
اگرچہ اشک مرا گوہر خوش آب بنا

ظفر جو لکھتا ہے احوال دل تجھے اپنا
تو اک رقعہ سے کیا ہووےگا کتاب بنا

اک پیالہ رات جو کار ند مستوالا اُڑا
سہ کو کہتا ہے نشے میں روکی کا گلا اُڑا

آشنا وہ دل مرا جاہ ذقن میں گر پڑا
ورنہ یہ نور زمین دریا اُڑا نالہ اُڑا

سوز الفت نے خدا جانے کدھی کس گھر کو آگ
آسماں پر جا کے ہے آتش کا پرکالا اُڑا

تیری آنکھیں جب بلا ہیں دل کو چھوٹیں پنجے ہی
اگر یہیں قرگان سے تو ہو کیا پنا لا اُڑا

روبرو تیرے رخ روشن سے کیا خورشید رو
مثل شبنم رشک سے رنگ گل لالا اُڑا

سینے دل صد چاک کو لینے ہوا خواہوں کے تو
اپنی شکل میں لگا کر شکو پنچالا اُڑا

دامن مجنوں کا غبار نے تھا بنایا تو کیا
آخرش ہو کر بگولے بن نہ وبالا اُڑا

اُسکے گھر جانے کا مانع وہ جو ہونا تھا
شکر صد اب وہ بار رو کنے والا اُڑا

شوق بوسہ ہا اگر دم نزع
ہونٹوں پہ لعل سے نہ جائے گا
تو نہ جائے گر یہ دم جائے گا
[illegible]
تو اگر جائیگا تو [illegible]
لب [illegible] نہ جائے گا
سایہ اساں کہ ظفر نہ جائے گا

مرگیا [illegible] کا مدفون ہوا

وحشت میں مثل گرد باد [illegible]
عشق میں [illegible] وہاں تک ایک کا مدفون ہوا
[illegible] مجنون ہوا
[illegible] فندق [illegible]
ایک شب وہ ماہ وش [illegible] مدفون ہوا
[illegible]

گل سے ہے نازک بدن اُسکا ہے لیکن سنگ دل
دشت میں بھی تیر مجنون کی اگر تیر ہے
کیا گریبان ہے بنا اُس ماہ کا [illegible]
در پہ اُس پردہ نشین کے [illegible]
کیا عجب خال سویدا اگر [illegible]
عشق کیا جانے کیا دل اپنا لگائی ہے

یہ غضب کیا ہے کہ دل پہلو میں پتھر سا بنا
خار وادی جنون جو تیز نشتر سا بنا
بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہے اختر سا بنا
چشم کا حلقہ ہمارے حلقۂ در سا بنا
سوزش الفت سے دل اپنا ہے مجمر سا بنا
اب تو سینے مین ہمارے ہر داغ اخگر سا بنا

اے ظفر منظور تھا اس چشم کو عاشق کا قتل
اس لیے ہر موے مژگان اُسکا خنجر سا بنا

تو عیادت کو گر نہ جائے گا
لگے رہتے ہیں گریبان جا سوس
سر سے جائیگا کب ترا سودا
تو بلاتا ہے غیر کو گھر میں
قاصدا اشک کے سوا میرے
ساتھ اپنے کوئی بھی زیر زمین
ایک کالی بلا ہے زلف تری
سنے چکے لوگ خون بہا میرا

تیر ابھی پار گر نہ جائے گا
بندہ کیا دیکھ کر نہ جائے گا
جب تلک میرا سر نہ جائے گا
ایسی باتوں سے گھر نہ جائے گا
کوئی وہاں نامہ بر نہ جائے گا
غیر داغ جگر نہ جائے گا
جو کہ دیکھے گا ڈر نہ جائے گا
کیا وہ قاتل مکر نہ جائے گا

[illegible]

میان تک سہون ناتوان مین پکڑ لون جگہ مین اسکا	جھٹ ہاتھ سے الگ ہو میرا الگ کے پہونچا
سیلاب اشک اپنا اس یار کی گلی تک	پہونچا تو سیکڑون کے ہان پانون پکڑ کے پہونچا
گر صلح اس سے ہوتی یہ رنگ تو نہوتا	اس حال کو عزیزو مین اس سے اکڑ کے پہونچا
رعنائی مین ہی قامت تیرا کوئی قیامت	کب سرو بانکپن کو تیری اکڑ کے پہونچا
آیا جو یاد مجھکو اسکا گلے لگانا	مین گور کے کنارے بس دم اکھڑ کے پہونچا
طی راہ عشق ہووے آسان کب کسی سے	منزل پہ جو کہ پہونچا پانون رگڑ کے پہونچا
پھاڑا صبا گلو نے اپنا جو یون گریبان	ہی کیا پیام ایسا گلشن مین کھڑکے پہونچا

پکڑا جو ہاتھ اسکا مین نے ظفر ہنسی سے
کس کس طرح چھڑایا اسنے پکڑ کے پہونچا

وہان دل نہ لگاتا جو کوئی اور سا ہوتا	پہونچے نہ کٹتا جو کوئی اور سا ہوتا
مہندی تیرے پانون مین ہوا خون بھرا دل	کیا رنگ دکھاتا جو کوئی اور سا ہوتا
زلفون کو دیا چھوڑ مجھے منہ تھا تمہارا	مین ٹھیک بناتا جو کوئی اور سا ہوتا
مین ہی تھا جو خاموش ہا سکے تری بات	دو چار سناتا جو کوئی اور سا ہوتا
انصاف تو کر تو کہ مری طرح سے تیرے	کب ناز اٹھاتا جو کوئی اور سا ہوتا
کچھ قدر مری تونے ستمگار نجانی	چھاتی سے لگاتا جو کوئی اور سا ہوتا
مین تھا کہ لیا بوسہ خط سبز کا تیرے	یون زہر نہ کھاتا جو کوئی اور سا ہوتا

نیشکر کی سی ہوں پوریں جو تری انگلی کی ہالہ ہاتھ نہیں کوئی منھ نہ ہی پھیلان	ہو کے کس طرح سے شیرینی دہان چھلے کا یہ تمہارا اگر ای ماہ رخان چھلے کا

ای ظفر حلقۂ گیسوئے پری رخ کے سوا
کام انگشت میں شانہ کے کہاں چھلے کا

جسے سمجھا تو کسی کا شکوہ در پہ کھٹکا تھا چمن میں شاخ سنبل سمجھے پیچ میں گیسو کے گرایا خاک پر ای چشم طفل اشک کو ناحق سنا ای دل رہ فہم جتنا تو بلا ہیچ نکل دریا کشوں سے ساقیا اتنی ہماری گریہ کر جسے فریاد بلبل کا اثر تھا کچھ	خدا جانے وہ سر کو کس نے در پہ پٹکا تھا بندھا جو دھیان آنکھوں میں ترے گیسو کی لٹکا تھا کہ کرنا تیرہ مژگان پر ترے کام نٹ کا تھا تری شامت تھی کیوں تو ان زلفوں میں اٹکا تھا دیا اک شیشہ ہی اور مجھے درکار مٹکا تھا لگا جس سے کہ طفل غنچہ کو گلشن میں چٹکا تھا

ظفر دل لگ گیا مجکو گلی میں اس پری وش کی
وگرنہ اب تلک تو وہاں فرشتہ بھی نہ پھٹکا تھا

سر بسر تیری نگاہ میں جگر کو چھانا دل گم گشتہ نہ آیا تو بہت سا چھانا اس لطافت سے ہے سرخی ترے رخ پر گویا پھول بھی سے لب دندان کی	کثرت غم نے آخر کو سپہر کو چھانا جوں صبا خاک در رشک قمر کو چھانا صافی نور میں رنگ گل تر کو چھانا ہم نے سو بار اگر شیر و شکر کو چھانا

دیگر

کھلا یہ ہمیں تو ای بحر حسن دیکھ کے زلف
کہ ماہی گیر ہی کاندھے پہ لیکے جال آیا

تمھارے خال کے کشتے کی جو ہوئی برسی
شریک فاتحہ ہونے کو خال خال آیا

دکھانہ جذبہ عشق اپنا دیکھو ای بلبل
یہ بیٹھے بیٹھے ترے جی مین کیا خیال آیا

روش پہ لوٹے ہی گل اس روش سے ہوا آج
کہ بن سر و دیئے جیسے کسیکو حال آیا

جو کچھ نکہنا تھا وہ کہدیا ظفر اُسنے
بھڑاس دل کی وہان ساری مین نکال آیا

لاغری سے حال اپنا کیا کہوں کیا ہو گیا
میں زمیں پر نقش پاے مور گویا ہو گیا

جل گیا گل کا جگر اُس روے آتشناک سے
قطرہ شبنم نہیں ہے یہ پھپولا ہو گیا

اپنے زخمی سے ترق کر تو جو بولا خنگ جو
ٹوٹے یون زخموں کے ٹانکے اک تڑاقا ہو گیا

جبکہ دریا مین پڑا ساقی کا عکس تاب رخ
ساغر خورشید اک حلقہ بھنور کا ہو گیا

آہ کی میری کہ افعی اُڑکے کاٹا چرخ کو
زہر اُسکا یہ چڑھا اُسکو کہ نیلا ہو گیا

حسن تیرا دو چند آیا نظر تو شرم سے
ماہ کامل جون مہ یکہفتہ آدھا ہو گیا

پشت لعل لب پہ جب نکلا زمرد فام خط
ساغر یاقوت پر گویا کہ مینا ہو گیا

کھل گیا سارا جہان گردوں پہ جوان ابر سے
چشمہ کے مانند جب پانونکا چھالا ہو گیا

فتنہ ترشی سے گھٹے ہیں یہ الفت کا نشا
ترش ہونے سے ترے شیرا و ردنا ہو گیا

ہے یہ وحشت بھی بلا موذی کہ مجکو ای ظفر
ہر قدم پر نیش کژدم خار صحرا ہو گیا

دیگر

[illegible]

دم لینے کسکو دے ہی کہ دنیا ل عاشقان	پھرتا ہی پھر قتل وہ شمشیر زن لگا
بھولا ہر رنگ گل نہ سمایا ہین آپ مین	آگر ہر سے گلے جو وہ گل پیرہن لگا
کیونکر نہ اپنا روز سیہ ہو کہ اب ترا	قسمت سے ہاتھ بوسۂ سیب ذقن لگا
حیران ہون خیال گوشۂ ابرو کو دیکھ	ہی نیلوفر شباخ غزال ختن لگا

طرز سخن کا اپنی ظفر بادشاہ ہی
اُسکے سخن سے سیان نہ کسیکا سخن لگا

نیلوفر رہتا ہی جو پانی مین سب ڈوبا ہوا	یون ہی اس رخ کے عرق مین خال اب ڈوبا ہوا
آئینہ کیا دیکھو تجکو آب شجات مین ہو غرق	اپنی نظرون مین تو ہی ملک جلٹ ڈوبا ہوا
گردش چشم بتان سے کیا ہو دل کی تجلی	حلقۂ گرداب سے نکلی ہی کب ڈوبا ہوا
دل سے کب چھوٹے ہی میرا سکے زلف زنخ کی آہ	دھیان مین رہتا ہون جسکے روز وشب ڈوبا ہوا
پنجۂ خورشید ہی یا رہ شفق آلودہ آج	دست قاتل یہ نہین ہی خون مین اب ڈوبا ہوا
پھانس سی کھٹکے ہی جی مین اسکی مژگان کا جبا	ہر رگ جان مین یہ نشتر ہے سبب ڈوبا ہوا

دل سے جب کہتا ہی اپنے دمبدم یا بو تراب
بحر عصیان سے ظفر نکلے ہی تب ڈوبا ہوا

گل صد برگ جو گل توڑ کے اور گالر پھینکا	مین نے جانا دل صد پارہ کو دلبر پھینکا
اس ستمگر نے مجھے نکڑے جو کر کر پھینکا	تو کہین پانون کہین ہاتھ کہین سر پھینکا

ق

[illegible]

ق

[illegible]

[illegible]

اُسکی پشت لب جان بخش پہ نکلا خط سبز
خضر گویا کہ سر چشمۂ حیوان پہونچا

بخیہ گر کون تھا جو چاک جگر کو سیتا
خوب ہر وقت تو ای ناوک جانان پہونچا

چھٹ گیا حشر تلک بھی نہ تجھے ای قاتل
ہاتھ بسمل کا نہ پڑتا سر داماں پہونچا

غم میں اُس پردہ نشین کے ہی مرا ناک میں دم
اور صدمہ نہ تجھے ای غم جانان پہونچا

آتش عشق سے جلتا ہی مرا خانۂ دل
جلد پانی کہیں ای دیدۂ گریان پہونچا

بھاگنا ہاتھ چھوڑا کر تجھے تھا معلوم
گر ترے ہاتھ میں آجاتا مری جان پہونچا

دیکھیے صبح تری کون سے دن ہوتی ہے
میں تو مرنے کے قریب ای شب ہجران پہونچا

دیکھنا شوق کہ پانوں تلک اُس قاتل کے
سر مرا اُڑ کے مثال گُوئے غلطان پہونچا

ای ظفر ہو نہ سکے مرا ہاتھ کب اُس دامن تک
ضعف سے ہو نہ مرے تا بہ گریبان پہونچا

جب استخوان سے یہ سوفار تیر کا ٹھہرا
تو مرغ تیر ترا طائر ہما ٹھہرا

عجب ہی سوز محبت سے دل مرا ٹھہرا
کہین بھی آگ پہ سیماب ہی بھلا ٹھہرا

نہ ہاتھ تیغ زنی سے کبھی ذرا ٹھہرا
ہماری جان کو ہلا کو وہ دوسرا ٹھہرا

یہ کسکی چشم کی گردش نے اسکو دی گردش
کہ آسمان نہ گردش سے اک ذرا ٹھہرا

دکھا کے جنبش مژگان ہو دم بطرز نئی
گلے پہ کیا مرے خنجر ای ہیرا ٹھہرا

گئی نہ مر کے بھی میرے نصیب کی گردش
کہ سنگ قبر مرا سنگ آسیا ٹھہرا

ہی خاک راہ یار کی جسکی بھی کیمیا
یہ عشق نے بنا ہمین اک چٹکلا دیا

ایسا نہو کہ غیر پہ کھلجاے مدعا
قاصد نے میرا خط اُسے جاکر کھلا دیا

سب یار کوچ کر گئے میری کھلی نہ آنکھ
غفلت نے کیا کہون مجھے کیسا سلا دیا

تمنے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمین
ہمنے تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا دیا

کھینچا جو نقشہ کاکل تصویر سے یار کا
نقاش چین کو ہمنے ظفر چین بھلا دیا

جگر سے یون دھوان بار بار اُٹھا ہوا آتا
کہ ہو جس طرح سے ابر بہار اُٹھا ہوا آتا

سر سلطنت پر بیٹھے آہی ننگ اُسکو
ترے کوچہ سے ہی جو خاکسار اُٹھا ہوا آتا

پڑا ہی خاک پر طالع تو کیا جب سر اُٹھاتا ہی
زمین سے ہی وہ ہوتی شکل مار اُٹھا ہوا آتا

جلا کر شمع سان جسکو اُٹھایا تو نے محفل سے
وہی جان سوختہ دل داغدار اُٹھا ہوا آتا

خرام ناز سے تیرے سر رہ گیر عاشق ہی
نظر آتا ایک فتنہ ای نگار اُٹھا ہوا آتا

اُڑاتا خاک آتا ہی ترا دیوانہ جو گھر سے
بگولا سا جو ہی یہ اک غبار اُٹھا ہوا آتا

خدا جانے بھڑکتی ہی ظفر کیا آگ سینہ مین
کہ دم کے ساتھ ہی شعلہ سا یار اُٹھا ہوا آتا

ہر اد شمن اگرچہ زمانہ رہا
ترا تو بھی دوست یگانہ رہا

نہ تو اپنا رہا نہ بیگانہ رہا
جو رہا سو کسی کا فسانہ رہا

[illegible]

میرے گریہ نے نہ دھویا دل سے میرے اکداغ
اور اُسکے دل سے ابر محبت نے دھو دیا

دیکھنا رنگ محبت کیا دکھاتا ہے بہار
تختۂ دامن پہ اشکِ خون لالہ بو دیا

اب دل آزاری کرے وہ خواہ دلداری کرے
اے ظفر اُس دلربا کو ہمنے دل اب تو دیا

ہاتھ قاتل تری تلوار کا ایسا چھوٹا
سارے جھگڑون سے جہان کے ترا کشتہ چھوٹا

چھٹ گیا ہاتھ سے دامن دم بسمل تیرا
پر ذرا خون ترے دامن سے نہ میرا چھوٹا

عکس چشم اُسکا نظر آئے ہے یون آئینہ مین
جیسے تالاب مین ہو کوئی فوارا چھوٹا

نوک مژگان سے تری ایسا ڈبویا نشتر
رگ جان سے مرے فوارہ لہو کا چھوٹا

سوزش غم ہے تماشا کوئی آتشبازی
نالہ کیا سینہ سے نکلا مرا [illegible] چھوٹا

نہین تلوون سے ملے دیدۂ تر تو نے کیون
رنگ مہندی کا کف پائے نگار اچھوٹا

کو بکو چھوٹے مرے واسطے لاکھون جاسوس
مجھسے پر کوچۂ جانان کا نہ جانا چھوٹا

اوڑ کے جا سکتا نہین تا سر دیوار چمن
دام صیاد سے چھوٹا بھی تو مین کیا چھوٹا

آخرش لے ہی لیا تیغ نے لب کا بوسہ
اے ظفر یہ نہ لب زخم سے لپکا چھوٹا

جب کہ شبدیز قلم قرطاس پر جولان کیا
تب قلمرو مین سخن کا اک قلم میدان کیا

چشم بینا ہے تو دیکھو ہے تجلی طور کی
دل مین اپنے جو شرر ہر سنگ نے پنہان کیا

گر کھینچے سینہ سے ناوک دم تو قالب سے کھینچ
ای اجل جب کھینچ گیا وہ تیر پھر کھینچی تو کیا

کھینچنا تھا پانون میں پہلے ہی زنجیر سے
ای جنون تو نے مری زنجیر پھر کھینچی تو کیا

دار ہی پر اُسنے کھینچا جب سر بازار عشق
لاش بھی میری پہ تشہیر پھر کھینچی تو کیا

کھینچ اب نالہ کوئی ایسا کہ ہو اُسکو اثر
تو نے ای دل آہ پر تاثیر پھر کھینچی تو کیا

چاہیے اُسکا تصور ہی سے نقشہ کھینچنا
دیکھکر تصویر کو تصویر پھر کھینچی تو کیا

کھینچ لی اول ہی سے دل کی عنان اختیار
تو نے گر ای عاشق دلگیر پھر کھینچی تو کیا

کیا ہوا آگے اُٹھائے گر ظفر احسان عقل
اور اگر اب منت تدبیر پھر کھینچی تو کیا

ہر جا ہے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا
دنیا مین نہین کوئی مری جان کسی کا

ملنے کا تجھے رہتا ہی ارمان کسی کا
لیتا جو نہین نام کسی آن کسی کا

تکمہ نہین ای دست جنون ایک بھی چھوڑا
داماں سے لے تا بگریبان کسی کا

یہ سنگدلی اپنی تم اب چھوڑ دو اتنی
دل چھوڑتے کیون ہو بتو ہر آن کسی کا

ہی لالہ رخان تن مرا گلخوردہ ہی جیسے
ایسا نہین یکدست گلستان کسی کا

ہوتی ہی بُری عشق کی آتش ہی زبر
گھر پھونک ندے آتش سوزان کسی کا

طی منزل عشق اُس سے کب ہوسکے یارو
لٹ جائے سر راہ جو سامان کسی کا

الطاف و کرم غیر و نیہ رہتا ہی تمھارا
تم جانتے ذرہ بھی نہین پان کسی کا

بھلا ہو کہ کس وسے اب غنچہ رو کش	کہاں ہنسو ہی اُسکے برابر کسی کا
دل اسکا ملاؤں میں سن ڈل سے کیونکر	کہ بس کب چلے ہی کسی پر کسی کا
لگر کا جواب اسکی عالم ہی ہمدم	نہ دیکھا کوئی ایسا خنجر کسی کا
یہ جی چاہتا ہے کہ سر ہی سے ماریں	اٹھا کر ہم اب در سے پتھر کسی کا

بدل بحر اور قافیہ کو ظفر اب
کہ خوش ہووے دل تا سراسر کسی کا

الفت کا ملا ہمکو مزا یار کسی کا	بیجا کبھی ہوتا نہیں اقرار کسی کا
گر ہم ہیں گنہگار تو کر خاک کا پیوند	پردہ نہ اٹھا چرخ ستمگار کسی کا
جوں آئینہ اب حیرت دیدار ہے تیرے	رہتا ہے کھلا دیدۂ بیدار کسی کا
رونے کا رہے گا یہی عالم تو پھر اگن	گھر دیگا ڈوبا دیدۂ خونبار کسی کا
شانہ سے نہ بل کیونکہ کرے اب وہ سراسر	دل زلف بتاں میں ہی گرفتار کسی کا
تک یوں ہیں خبر برق صفت کے لینا	پہلو میں تڑپتا ہے دل آزار کسی کا

مستغنی کونین سے رکھو اپنے ظفر کو
محتاج نکر حیدر کرار کسی کا

عشق نے جسدم دیا دل میں آہو کا دیا	نالہ سوزاں نے سینہ میں جگر کا دیا
در نہیں جلاد کچھ تیغ ستم کا اب تری	خم دکھاتی ہے اسنے ہلالی ابرو کا دیا

نہ بانکا اگ سکا زرگر سے بھی صبا انکے
جو تیرے ہاتھ سے غنچہ کا عطردان ٹوٹا

جہاز چشم تباہی مین اگیا جو مین
مژہ کا باد مخالف سے بادبان ٹوٹا

ہمارا شیشۂ دل گر کے تیرے ہاتھون سے
ہزار حیف ہی محفل کے درمیان ٹوٹا

تمام بادہ کشی خاک مین ملی ساقی
بس اپنے حق مین یہ اک کوہ ہی گران ٹوٹا

خیال خال رخ اُسکے کا دل کو کیا ہی ظفر
یہ ہو کا دانہ پہ ہی مرغ بوستان ٹوٹا

بعد خط لانے کا قاصد نے جو پیغام دیا
سر قلم اُسکا کیا اُسنے یہ انعام دیا

دل دکھائی جو تہ زلف سیہ فام دیا
غم دیا درد دیا تحفۂ دشنام دیا

خاک آرام مرے دل کو دل آرام دیا
دل لیا ایک تو اور دوسرا الزام دیا

تپش دل کو لگی آگ کہ یارب کیا ہی
بعد مردن بھی تہ خاک نہ آرام دیا

رشک سے کی کہون کیا اسنے شرارہ کو
چرخ نے خورشید فلک کو لب بام دیا

یاد بھولے ہی کب اس چشم کی گویا رکو
کبھی نرگس کو دکھایا کبھی بادام دیا

خم کے خم پی گئے یاران سبو کش لیکن
ہمکو اس دور مین ساقی نے نہ اک جام دیا

قطرۂ اشک نہین پر نہین مژگان سے گرے
نخل الفت نے ہمین یہ ثمر خام دیا

جون جرس کی دل مجنون نے جو فریاد سدا
جانے ناقے کو جو لیلی نے نہ یک گام دیا

جیب و دامن مین جو باقی نہ رہیگا کچھ بھی
نظر آتے یہ اس آغاز کا انجام دیا

حصہ اول دیوان ظفر

ره گئے ٹوٹ کے جو پانو مین خار سر دشت
چشم پر آبلہ پر ہو گئین مژگان پیدا

خاک پر کشتۂ مژگان کے اگر ہو گلبن
جائے غنچہ سر ہر شاخ ہو پیکان پیدا

حلقۂ زلف مین بالکے کہان ہین موتی
دہن مار سیہ مین ہوے دندان پیدا

اُسکے رخسار پہ خط کی کہون کیا تعریف
کہین اس خط کا جہان مین نہین قرآن پیدا

اشک مژگان پہ ہی سو نہین ٹھیرتا پانی
چشم تر کوئی یہ لڑکا ہوا طوفان پیدا

نہ گئی سر زنش خار الم خاک مین بھی
میری تربت پہ ہوے نخل مغیلان پیدا

کون تھا بار امانت کا اُٹھانے والا
گرچہ دنیا مین نہوتا ظفر انسان پیدا

دابو سر کس کا تم اور ہاتھ دباؤ کسکا
سب دبیل آپکے ہین تکو دباؤ کسکا

اپنے کوٹھے پہ ہوگی آپنے دیوار بلند
دیکھا ای پردہ نشین تمنے دکھاؤ کسکا

ہو گئے ہم چشم تر اشک روان دریا سے
دیکھیے دو مین زیادہ ہو بہاؤ کسکا

رکھتے ہین سیکڑون وہ سوزن مژگان لیکن
کوئی پوچھے کہ سیا آپنے گھاؤ کسکا

رات دن رہتے ہو تم خانۂ دل مین میرے
گر تمھارا نہین تو ہی یہ بتاؤ کسکا

اسقدر آج جو بگڑا ہی مرا دل سب مجھسے
نہین معلوم کہ دیکھا ہی بناؤ کسکا

ای ظفر کرتے ہین سب اُن سے لگاوٹ لیکن
کسکا لگا ہو وہان اور لگاؤ کسکا

ای ظفر افسوس وہان ہرگز گلی اپنی نہ ڈال
گوشت سب شوربا حسرت سے مرا بہان گل گیا

ہمنے سبھی کو عشق مین بدظن بنالیا
تھا دل جو دوست اُسکو بھی دشمن بنالیا

مشق ستم رہی وہی اُسکی کہ جبتلک
ہر استخوان کو تیر نے قطع زن بنالیا

دعوی تھا ایک عمر سے اسلام کا ہمین
اُس بت نے ایک دم مین برہمن بنالیا

آنکھون نے تیری سحر کیا اک نگاہ مین
دیوانہ مجھکو ای بت پرفن بنالیا

قصر بہشت تجھکو مبارک ہو زاہدا
ہمنے تو کوے یار مین مسکن بنالیا

اللہ رے تیری سنگدلی تو نے اپنا دل
پتھر بنالیا ہی کہ آہن بنالیا

بگڑا مزاج دیکھیے کیسی سے نے ظفر
منھ اُسنے یون جو پھیر کے چتون بنالیا

دیگر

بے ضبط فغان راز نہان ہو نہین سکتا
اور تجھسے دلا ضبط فغان ہو نہین سکتا

بیطاقتی دل سے یہ عالم ہی کہ اب تو
اشک آنکھ سے بھی میری رواں ہو نہین سکتا

سر تا بقدم شمع صفت گو کہ زبان ہون
پرسوز غم عشق بیان ہو نہین سکتا

جب تک وہ نقاب مجھسے ہی مین ہو طبیبو
کچھ میرا علاج خفقان ہو نہین سکتا

ہمچشم مری چشم سے ہو ابر تو کیونکر
اسطرح وہ خوننابہ فشان ہو نہین سکتا

کیا جانے بلا کیا ہی ترا غمزہ کہ جس سے
جانبر کوئی ای آفت جان ہو نہین سکتا

[illegible]

دیگر

[illegible]

جب کھلکھلا کے ساقیِ گلفام ہنس پڑا
شیشے نے قہقہے کیے اور جام ہنس پڑا

غنچہ کا منھ ہی کیا کہ تبسم کرے گا پھر
گلشن میں گر وہ شوخ گل اندام ہنس پڑا

دندان کی تاب دیکھ سکے انجم ہوے خجل
وہ مہ جبین جو شب کو لب بام ہنس پڑا

کچھ تو خوش آئیں مجھکو تری بدزبانیان
میں سنکے تیرے منھ سے جو دشنام ہنس پڑا

تھا غنچہ دل گرفتہ نہایت ہی باغ میں
پر کچھ دیا صبا نے جو پیغام ہنس پڑا

سیراب آب تیغ سے ہو کر برنگ گل
ہر ایک زخم عاشق ناکام ہنس پڑا

جس رات ٹھہری آنیکی اُس برق وش کی یان
گھر کا میرے چراغ سر شام ہنس پڑا

بارش کے وقت چمکے ہی بجلی بھی کیا ہوا
رونے پہ میرے گر وہ دلارام ہنس پڑا

کیا بات یاد آگئی اُسکو کہ ای ظفر
وہ یک بیک جو سنکے میرا نام ہنس پڑا

وہ نہ آیا بار لائے یون نتھا تو یون ہوا
اُسکا آنا بن بلائے یون نتھا تو یون ہوا

ضبط میں کرتا تھا نالہ تا نہو افشای راز
چشم نے آنسو بہائے یون نتھا تو یون ہوا

تو نتھا دلدار اس سے ہو گیا بیزار دل
کون تجھکو یہ جتائے یون نتھا تو یون ہوا

وصل ظاہر تو نہوتا تھا ہمیں اُسکا نصیب
خواب میں وہ چھپ کے آئے یون نتھا تو یون ہوا

عشق کا حاصل نتھا ہمکو مگر لینے زخم دل
زخم بھی تو ہمنے کھائے یون نتھا تو یون ہوا

صبر گر ہوتا مجھے ہوتا نہ میں رسوائے خلق
کہتے ہیں اپنے پرائے یون نتھا تو یون ہوا

قطعہ

[illegible]

مخمس

اے حضرت دل جاو گر از نفسا کی بیچ میں
دو مجھکو بھی ساتھ اپنے [illegible]

[illegible]

دیگر

[illegible]

ہون میں تھا
نہ یوسف سا خوب تجھ مجھ پر دن میں ہم
اچھا کیا جو تجھ سے کچھ ہم
ہین خاموش رہنا لازم اس صحبت
ہین ہون میں تھا
از رُو ای غالب ہمیں خوب تھی مجنون کو کیا
طاقت
کہ وہ تو آگیا اس وادی وحشت میں
ہون میں تھا
کیا فاکہ و خط سبھی کی شفقت میں
ہین ہوسکے وہ
قریب اشتقاق پری کر ناز ان
ہین ہون میں تھا مجھے فائدہ ہون میں تھا
بہن ترے غمزے کی قیمت
تو حال ہوتا آپ کی فرقت میں

ہر ایک کرتا ہی احوال پر ہیر افسوس — غم فراق سے میں ایسے حال کو پہونچا
کیا تصور بوسہ اگر کبھی میں نے — تو صدمہ اُس گل خوبی کے گال کو پہونچا
پہونچ چکا ہی مرا وقت آج ای قاصد — جو تو نہ لیکے نوید وصال کو پہونچا

کیا ہی تجھ نے ظفر گرچہ دل کو یار کی ہلک
تو اپنے پاس نہ رکھو اُسکے مال کو پہونچا

پوچھیے یاروں سے کہتا یار کیا تھا کیا ہوا — آج تک کھلتا نہیں اقرار کیا تھا کیا ہوا
نالے کرتے کرتے گر مر جائیں اُسکو بے بین ہم — وہ نہ پوچھے غل پس دیوار کیا تھا کیا ہوا
دیکھ تو آئینہ میں اپنے خط عارض کو تو — تیرا عالم ای پری رخسار کیا تھا کیا ہوا
پھر تا جس تار نفس سے یہ ہی پتلا خاک کا — پوچھنا بعد از فنا وہ تار کیا تھا کیا ہوا
کرتے تھے اخلاق دل لینے کو سو دل لیگے تجھے — کیا بتاؤ ہیں کہ اُنکا پیار کیا تھا کیا ہوا
ہو گیا جو کچھ کہ ہونا تھا مری تقدیر میں — کیا کہوں میں تجھسے ای غمخوار کیا تھا کیا ہوا
حال دل سنکر وہ بگڑے تھے مجھے امید لطف — ہاے میں سوچا دم اظہار کیا تھا کیا ہوا
چھپتی ہی شیرین کوئی تا تیر خون کوہکن — دیکھ رنگ لالۂ کہسار کیا تھا کیا ہوا
کیا برا ہی درد فرقت دو ہی دن میں دیکھو تو — حال تیرا ای دل بیمار کیا تھا کیا ہوا
سرکشی کرتا ہی کیا اپنی ہستی پر حباب — دیکھنا یکدم میں یہ پندار کیا تھا کیا ہوا
لے گیا وہ نیم غمزہ میں جو دل کو ای ظفر — ہو گیا حیران میں یکبار کیا تھا کیا ہوا

ردیف الف ہوا دیوان ظفر
مرے
نہ ہوا عرض غم دوران کی ہوئی کاس مرے
سر یا یاعث
ستر و ارائش تھا
میں بیتاب ہیں
نہ ہم ہے وقت
تو نہ چلنے دیا
اراد وہ تھا نہیں
لب تک آیا
عاشق
بین تھا
ہی نہیں ہیں

آگئی
تھا
ستم کیا
تو حال تیرا
سے
کیا

دکھا اگر غیر کو صورت مجھے کیوں رشک سے مارا
کہ میں تو مرتا دیدار کی حسرت میں یوں ہی تھا

ظفر تم دیکھتے ہو جس طرح آئینہ کو حیران
کل انکو دیکھکر میں بھی رہا حیرت میں یوں ہی تھا

کیا کہوں دل مائل زلف دوتا کیونکر ہوا
یہ بھلا چنگا گرفتار بلا کیونکر ہوا

جنکو محراب عبادت ہو خم ابروے یار
انکا کعبہ میں کہو سجدہ ادا کیونکر ہوا

دیدۂ حیران ہمارا تھا تمہارے زیر پا
ہمکو حیرت ہے کہ پیدا نقش پا کیونکر ہوا

نامہ بر خط دیکے اُس نوخط کو تو نے کیا کہا
کیا خطا تجھسے ہوئی اور وہ خفا کیونکر ہوا

خاکساری کیا عجب کھوئے اگر دل کا غبار
خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا

جنکو یکتائی کا دعوی تھا وہ مثل آئینہ
انکو حیرت ہے کہ پیدا دوسرا کیونکر ہوا

تیرے دانتوں کے تصور سے نہ تھا گر آبدار
جو بہا آنسو وہ دُر بے بہا کیونکر ہوا

جو ہونا تھا ہوا ہے پر تمہارے عشق میں
تمنے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا

وہ تو ہے نا آشنا مشہور عالم میں ظفر
پر خدا جانے وہ تجھسے آشنا کیونکر ہوا

عشق کے میدان میں رستم کا منھ پھر جائیگا
تیغ غم کے سامنے ضیغم کا منھ پھر جائیگا

مُنھ لگیگا جان کے او جو لگے گا تیرے مُنھ
تو اگر پھیریگا مُنھ عالم کا منھ پھر جائیگا

[illegible] اک اسمین کا

غزل رہا [illegible] اک اسمین کا

شعر سنا و صحابہ اشعار ظفر اک اسمین کا

[illegible]

دیگر

[illegible]

کچھ خبر قاصد نے دی ایسی کہ سنتے ہی مجھے	دل سے مین مجھسے مرا دل بیخبر ہونے لگا
زلف کو چھیڑا صبا نے اسمین کیا میری خطا	جب سے برہم گیسو ہے تو اسقدر ہونے لگا
ہمنے کہکر اپنا حال دل دیا اسکو رولا	ہر طرف رو دال پر رو دال تر ہونے لگا
مجھسے عالم اپنے حسن و شان کا [illegible]	آپ حیران آئینہ تو دیکھکر ہونے لگا
کوچۂ جانان مین جا [illegible]	کیا کرون بیتاب دل بھرا ظفر ہونے لگا

دیگر

جام و سبو خم سے نہ بھر اک اسمین کا اک اسمین کا
قطرہ چکھا رسے ساقی پر اک اسمین کا اک اسمین کا
جیسے چشم مین آنسو مین کب ہوتے صدف مین ایسے مین
دیکھو چشم غور کر اک اسمین کا اک اسمین کا
باغ جہان مین جو ہین دو نون نخل جفا و نخل کرم
نام نیک و بد ہو ثمر اک اسمین کا اک اسمین کا
پایا جو سیپارۂ قرآن ہمنے دل سی پارہ کو
آیا ورق جب پیش نظر اک اسمین کا اک اسمین کا
حال دل و احوال جگر کیا آہ بتا دین اپنا ہم
بیچ مین ٹکڑا اسکو مگر اک اسمین کا اک اسمین کا

[illegible]

خال پیشانی پسینے میں جو وہ آیا نظر	سقف گردوں سے گرا اک اختر پانی گیا

چشمہ حیوان خجل ہی لب سے اسکے کیا ظفر
بلکہ دیکھا تو لب کوثر پہ پانی پھر گیا

رشتہ آہ سے ہمنے بھی دل و جان ٹانکا	آگ سکا تجھسے نہ اے سوزن مژگان ٹانکا
دیکھکر تار نظر سے ہی سراسر جرّاح	زخم دل پر تو لگا آپ رفوگر یکسان ٹانکا
لخت دل یوں ہی گلوگیر ہوا ای ہمدم	جیسے یاقوت کا تکمہ بگریبان ٹانکا
ٹکڑے دامن کے کیے ایسے جنونے یکدست	جہان پیوند لگا او نہ مری جان ٹانکا
دے گیا ہاتھ سے کیا داغ جدائی دلبر	روز گل نے تو یہ ای رشک گلستان ٹانکا
دل جگر چاک ہیں سینے سے بھلا کیا حاصل	کہ دہن ہی وہ ہوا زان تو نے اگر یان ٹانکا
دھجیان ہو گئیں دامن کی ہے وحشت آئینہ	تو نے کب سوزن ہر خار مغیلان ٹانکا
روبرو تیرے نہیں تاب جو بولے کوئی	اے ظفر تو نے عجب روئے سخندان ٹانکا

ردیف بائے موحدہ

غزل فارسی

نیست از انجم شتاب چراغان شب	گر از خندہ نمایان شدہ دندان شب
شب ہم از کاکل مشکین تو سودا دارد	کہ شدہ از کاہکشان چاک گریبان شب

اور رو رو کے اشارے کیوں جی کرتے | ہم پہ ہنس ہنس اک نگاہ کیا خوب
مژگان سے رکھے ہے چشم پر دور | وہ ترکی سیہ نگاہ کیا خوب
ہر صبح ہو وہ مہر خورشید | پھر زہے تری کلاہ کیا خوب
ظلمات کہوں میں یا شب تار | ہے زلف تری سیاہ کیا خوب
کیا کیا نہ ستم دکھائے تو نے | اے عشق ستم نباہ کیا خوب
بوسہ جو طلب کیا شب اُس سے | بولا نہ وہ رشک ماہ کیا خوب

ق

وو لا بہ خطا پھر اوہ ہر روز | کھینچے گیا دل سے آہ کیا خوب

گاہے نہ کہا ظفر کو لاؤ
بس دیکھی تمھاری چاہ کیا خوب

صبر جاوے تو نکر اُسکا دل آزار عقب | فوج بگر بخت کا کیجے نہ زنہار عقب
ابھی جا جائیگی آنکھوں میں مری تارکی | پھینا شلنے سے نہ تو ہو مرا یار عقب
کان اُسکے پیچ کریں گرین کیونکر یا | آگے دس پانچ ہیں اُس شوخ کے دو چار عقب
نقش پر دار رہن کا کیوں پہ ہاتھوں نہیں اُٹھتا | کیا جنازے کے مرے ہے وہ ستمگار عقب
جب گیا کبھی اس کوچے میں جا باہو | چپکے چپکے چلے آتے ہیں تب اغیار عقب
تو جدھر جائیگا اُٹھکر تو یقین ہے ہم بھی | مثل سایہ کے رہیں گے ترے دلدار عقب

گل ہوئے باغ کے ہرگز نہ خزاں سے ٹوٹے
کریگا کون بھلا انکے اقبال پہ ضرب

یون فغان کرتا ہے دل چوٹ سے الفت کی ہر اد
اٹھتی ہے جیسے سدا انگلی ہی گھڑیال پہ ضرب

ہجر مین ہم کف افسوس یہان ملتے ہین
بزم عشرت مین وہان تال کی ہی تال پہ ضرب

تیغ سے پہلے نکلتی ہی جو ہر موج سرشک
خوب بر رو کتے ہین ہم رومال پہ ضرب

ہوش اڑ جائین ظفر رستم دستان کے دو مین
گر ترے ہاتھ سے میدان مین پڑے ڈھال پہ ضرب

چشم پر نم کیا اٹھاوے خاک پہ رستم کا رعب
جبکہ نیسان پر پڑا ہو دیدۂ پر نم کا رعب

سانپ رسی کو سمجھ کر ہم ہل جاتے ہین اب
پڑ گیا ہی جیسے دل مین کاکل پر خم کا رعب

کاسہ سر مین ہی پندار ہو تو کینہ کہ ہو
خوف کچھ فغفور چین کا اور کچھ وہ جم کا رعب

کیون نہو آئینہ ابرو دیکھکر وہ آب آب
ہی حلب مین بھی تری اس تیغ آتش دم کا رعب

خاک پائے حیدر کرار ہی تو اے ظفر
بند ہو سکیگا ترے آگے خاک اب رستم کا رعب

نہ کہو یہ کہ مین یہ دیدۂ پر آب حباب
ہو سکے کیونکہ بھلا ساغر خوش آب حباب

میکشی کے لیے کیونکر نہ ترے رشک چمن
صورت جام بلورین ہو سر آب حباب

تیغ ابرو سے تری موج ہی کیا کانپے ہی
سر پہ رکھو خود بھی پھرتا ہی بگرداب حباب

لمحہ بھر سے کیا پاٹ یہ دریا کے نسیم
سمجھے ہم جلکے ہی شکل گل کمخواب حباب

دل تیرا کس لیے ہوا شوخ و تسنگ آب
ورنہ پیارے ہوتے ہیں گریہ سے سنگ آب

روتی نہیں ہے شمع پڑی جاں دیکھ کر
آتش کا ہو گیا یہ نہ زہرہ پتنگ آب

خط سے نہ کم ہو کیونکہ رخ یار کی چمک
جاتی رہے ہے آئینہ کی زیر زنگ آب

یوں خط سبز گرے ہیں تصویر اشک سبز
کائی سے جس طرح کہ بدل جائے رنگ آب

عارض پہ تیرے ہو عرق افشاں کبھی جو زلف
پھر جائے یک بیک سر ملک فرنگ آب

میں تشنہ لب ہوں جام شہادت کا ہمدمو
آئی ہے مجھکو پیتے ہوئے عار و ننگ آب

مژگاں میں لخت دل ہے کہاں تیر بستان
آتا ہے دیکھ پینے کو بالائے کنگ آب

تو جلد جام حلقہ جوہر سے دے مجھے
اس اپنی آب تیغ سے ای خانہ خنگ آب

دل کی ظفر ہے بحر محبت میں زندگی
ہاں یعنی سچ ہے یہ کہ ہے جان نہنگ آب

چشم کا ہے عشق کی آتش کے چمکانے کو آب
جائے روغن پہ ہے اس شعلہ کے بھڑکانے کو آب

چشم تر کیونکر نہ اپنی اشک افشانی کرے
چاہیے ای مردمان مژگاں کے غسل خانے کو آب

خال رخ تیرا عرق سے سبز ہوتا ہی نہیں
سبز کرتا ہے زمیں میں ورنہ ہر دانے کو آب

دل کی گرمی کو نہ کھویا آنسوؤں نے چشم کے
سرد کر دیتا ہے ساقی گرم پیمانے کو آب

کام بھی آئیگی قاتل تشنہ کاموں کے کبھی
یا یوں ہی ہے تیغ براں تیری کھلانے کو آب

دل ہوا پژمردہ میرا اشک افشانی سے آہ
ورنہ ہو جاتا ہے مانع گل کے کملانے کو آب

عرق سے حسن ہے اور اس رخ کتابی پر
وگرنہ چھینٹنا پانی میں ہو کباب کو عیب

دل برشتہ کو میرے نہ تو جلا اتنا
لگے گا سوختگی سے کہیں کباب کو عیب

جہان میں دل عاشق کو ہو کہان آرام
سمجھتا عشق میں ہے کون اضطراب کو عیب

شراب خود نہیں معیوب ساقیا لیکن
بروں کے پینے سے ہے لگ گیا شراب کو عیب

ظفر ہے عشق بتان کا ہنر مرے نزدیک
ہر ایک جانے ہے اس فعل ناصواب کو عیب

خیال رخ سے ترے قطرے ہیں پسینے کے
یاد دیتے ہیں نیلم کے نگینے کے قریب

ناوک افگن تری الفت نے دکھائیں آنکھیں
روزن اک اور ہوا روزن سینے کے قریب

ساز عشق کو ملتے ہیں ازل سے جو ہوا
پہلے جا بیٹھے ہیں واسطے سینے کے قریب

زخم سینے سے نکلتے ہیں ہزاروں شعلے
چارہ گر آئے کہان واسطے سینے کے قریب

ابتلک شہر بدر ہی ہمیں سمجھے وہ ماہ
ہمکو یہاں آئے ہوا ایک مہینے کے قریب

سینہ صاف ہی سے بھی تم دو جو ہوا گو افسوس
کہ نہ وہ نقش ہیں پاس نگینے کے قریب

کوئی لگجائے اترتے ہوئے شاید ٹھوکر
اس تمنا میں پڑا ہوں ترے زینے کے قریب

ہے نگہبان دل پر داغ کی آہ پر درد
ہے یہ سانپ بیٹھا ہوا ہی خزینے کے قریب

خال یہ متصل ناف نہیں تیرے کہ ہے
لجۂ حسن میں ملاح سفینے کے قریب

دیکھو تم غیر سے صحبت نہ رکھو جانے دو
بیٹھے کس واسطے اشراف کمینے کے قریب

[illegible]

دیگر

[illegible]

ردیف تا

اس طرح سے وہ ہوا تیری نظر سے غائب
نور جو دیدۂ معدوم بصر سے غائب

دل بے ظالم ترے مضمون کمر کی تاثیر
ہو گیا خط فراق اس کی کمر سے غائب

اڑ گئی دل کی سیاہی انہیں دیکھتے ہی
ہو گئی ظلمت شب نور سحر سے غائب

ہنسے کیا گرم رو راہ فنا ہستی میں
ہو گئے ایک تبسم میں شرر سے غائب

کیونکہ دل موم کروں اس بت سنگیں دل کا
کہ اثر ہی مری فریاد جگر سے غائب

صبر و طاقت ہوئی یوں دل سے کہ گھر سے
ہو گئے آرام کا اسباب ہو گھر سے غائب

نظر عام سے پنہاں ہو نہ کیوں بندۂ خاص
جو کہ حاضر ہیں ادھر ہیں وہ ادھر سے غائب

پردہ غفلت کا پڑا دل پہ اپنے ورنہ
وہ تو اک لحظہ نہیں چشم بشر سے غائب

کر گئی دل کو تری چشم پر افسوں کا فسر
طرفۃ العین میں پہلو ہی نظر سے غائب

دیکھکر اس مہ کو وقت صبح آئی آفتاب
ہو گیا منھ پر بجا لے اقبالی آفتاب

تیری ہم نوشی سے خاطر ساغر عیش ہوا
اور گزک کیواسطے زرین رکابی آفتاب

خانۂ آئینہ میں ہی اس رخ روشن کا عکس
جلوہ گر ہی یا میان برج آبی آفتاب

اپنی چشم مست کی گردش اگر دکھلائے تو
رقص مستانہ کرے مثل شرابی آفتاب

شام کا وعدہ کیا ہی اس بت سے
یا الٰہی آج چھپ جا شتابی آفتاب

وہ ہلال ابرو اگر چمکائے تیغ مغربی
نکلے مشرق سے لیے وہاں آفتابی آفتاب

[illegible]

دیگر

[illegible]

[illegible]

جام جم کی اُسکی نظروں میں نہ کیفیت چڑھے
آنکھ جو بچائیں وہ ان تک اسمیں ہونی ہو سو ہو
وہ رہا جب تک بھر صورت رہا حیرت زدہ
خاک ہو کر بھی گئی گردش نصیبوں کی نہ آہ
جسکی آنکھوں کو نہ تیری خواہش دیدار ہو
مت اُٹھا آسودگان خاک کو ای روز حشر

ہو جسے چشم مست ساقی سے جیسے ساغر نصیب
آج ہم بھی آزمائیں ای دل مضطر نصیب
صورت آئینہ یہاں جسکو ہوا جوہر نصیب
خاک کو اپنی بگولے میں ہوا چکر نصیب
اُسکو دیدار خدا ہووے نہ ای کافر نصیب
اک ذرا راحت ہوئی ہے اُنکو مر کر نصیب

آتے آتے اُلٹے پھیرے در سے پھر جاتے وہ کیون
ای ظفر برگشتہ ہو جاتے نہ میرے گر نصیب

دیکھے گر چشم تری ای گل شاداب حباب
محو نظارہ ہو اُس لجۂ خوبی کا تو
سیکھتی کسے لیے کیونکر نہ تری رشک قمر
تیغ ابرو سے تری موج ہی کیا کانپے ہے
کیا تعجب ہے جو دریا میں پھرا ہے ہر دم
داغ دل کی جو مرے حشر میں دیکھے شورش
چشم کیا خاک رکھے اہل کرم سے ظالم
لمعۂ مہر سے کیا پاٹ پہ دریا کے نسیم

شرم کے مارے وہیں بحر میں ہوا آب حباب
کیونکہ آنکھوں سے نہ اُڑ جاتے خواب حباب
صورت جام بلوریں ہے پر آب حباب
سر پہ رکھو خود بھی پھرتا ہے بگرداب حباب
گردش چشم تری دیکھ سکے بیتاب حباب
زہرہ دوزخ کا ہو اللہ وہیں آب حباب
تیغ کے کھیت کو کرتا نہیں سیراب حباب
صبحدم چمکے ہے شکل گل کمخواب حباب

مطلع افروزان نظم

[illegible]

دیگر

[illegible]

مے کشی کا ہی یہی بزم محبت میں مزا | دل عاشق ہو کباب اور لب یار شراب

دین عرق کھینچ کے تنے ہی محبت ہے | پیے جب تک نہ تری چشم کا بیمار شراب

گر کے ہاتھوں سے گرے جام پلا ہے تو نا | پہ گرے پانوں پہ ہے گر کر نہ گنہگار شراب

چشم ساقی کے کرشمہ سے عجب کیا کہ بنے | زاہد گوشہ نشین بھی سر بازار شراب

بات دل کی نہ کہی اس بت عیار نے ایک
ای ظفر ہمنے پلائی اسے سو بار شراب

گر فنا تو ہر لحظہ مجھکو میری جان کا ہی خراب | کامشن چاہیے ہو نہ بھی عشق میں کیا ہی خراب

نا سر گردان ہوا وہ ماہی تہ با گران | خوب دیکھا تو یہاں ہو رہے تا ماہی خراب

دیکھ میرا حال کیا سوز و گداز عشق ہے | بزم عالم میں ہی جون شمع سحرگاہی خراب

وا نہو غنچہ تو پھر کیوں ہو پریشان ہمدم | کرتی ہی اسکو صبا تیری ہوا خواہی خراب

خضر راہ منزل مقصود گر تو عشق کو | ورنہ ای رہرو کرے گی تجکو گمراہی خراب

طفل کو راحت زیادہ ہی جوان پیر سے | چین نادانی میں ہی کرتی ہی آگاہی خراب

ای ظفر چاہے خرابی تیری میخانہ خراب | کردے اسکو تیرا اقبال شہنشاہی خراب

ردیف باے فارسی

اٹھ گئے پہلو سے ہمارے جس طرف جاؤگے آپ | مثل سایہ آپکے ہمراہ ہم آئینگے آپ

بے سبب چرخ ہے اک بر سر کیں آپ سے آپ
سر پھرا اور کسی کا تو نہیں آپ سے آپ

ہے تہ خاک بھی کوئی ترا عاشق بیتاب
ورنہ کب آتی ہے لرزش میں زمیں آپ سے آپ

ہاتھ پہونچا بھی نہیں تا سر زلف پر چین
ہو گئے ایسے وہ کیوں چیں بجبیں آپ سے آپ

بخت برگشتہ اگر ہو گئے سیدھے اپنے
تو چلے آئینگے سیدھے وہ یہیں آپ سے آپ

دیر کی گھر سے نکلنے میں جو تمنے تو یہاں
تن سے جائیگی نکل جان حزیں آپ سے آپ

عشق چمکائے اگر داغ جگر کو اپنے
ہے وہ پھر کشور دل زیر نگیں آپ سے آپ

کھینچیں ہم کلک تصور سے جو تیری تصویر
بولے صورت گر چیں دیکھ کے چیں آپ سے آپ

گر محبت نے دیا دل کی صفائی میں اثر
ہے مرے مرنے کا تحقیق ہوگا یقیں آپ سے آپ

کیسی تدبیر ظفر جب وہ کرے اپنا کرم
کام بگڑے ہوئے بنجائیں یونہیں آپ سے آپ

حضرت دل تلخ میری زندگی کرتے ہیں آپ
ہر کسی پر مفت جو طوفان دھرتے ہیں آپ

بار دنیا نے اٹھایا جا کے جلنے دھرا
اہل دنیا میں اٹھاتے ایسا تو بھرتے ہیں آپ

کیا خط و پیغام بھیجیں ایک رہ دونوں طرف
اس طرف ڈرتے ہیں ہم اور اس طرف ڈرتے ہیں آپ

اس چمن میں کیا کہیں کیونکر صبا ہو جائیگی
جوں صبا ہم پھونک پھونک اپنے قدم دھرتے ہیں آپ

اے ظفر باعث ہے ٹھنڈی سانس بھرنیکا یہی
سرد مہری کی بہت الفت کا دم بھرتے ہیں آپ

کرین عرض حال اپنا سب آپ سے	رہے پھر بھی اک گنہگار چپ
کہا تیرے غمگین نے چپکے سے کیا	کہ سب ہو گئے اُسکے غمخوار چپ

ظفر اور بحر و قوافی بدل
نہو پڑھ کے یہ چند اشعار چپ

ہوے دونون کچھ ایسا سوچکر چپ	کہ وہ چپ ہین اُدھر اور ہم ادھر چپ
خدا جانے جواب اُسنے دیا کیا	کہ آیا وہان سے میرا نامہ بر چپ
دماغ گل بہت نازک ہی بلبل	نہ کر شور اتنا ای شوریدہ سر چپ
ہمین بھاتی ہی گپ چپ کی مٹھائی	دم بوسہ نہ بول ای لب شکر چپ
ذرا بولا جو غنچہ تو صبا نے	کہا منھ پر طمانچہ مار کر چپ
کہان ہی دل جلون کو تاب گفتار	سراپا گو زبان ہی شمع پر چپ
ہوئی ہی آج مدتین شب وصل	ذرا سونے دے ای مرغ سحر چپ
نصیحت سن چکے ہم تیری ناصح	خدا کے واسطے بک بک نہ کر چپ

کہون گر حال رسوائی ہی لیکن
رہا جاتا نہین مجھسے ظفر چپ

کیا ہوا مجھسے کشیدہ ہی وہ گر آپ سے آپ	کشش دل سے کھنچے گی اُدھر آپ سے آپ
اوس دل آزار کا کیا جانئے کیا خوف مجھے	دل دھڑکتا ہی مرا دو دوپہر آپ سے آپ
ہی ابھی رات کہان جاتی ہی ای ماہ لقا	بول اُٹھتا ہی تو نہین مرغ سحر آپ سے آپ

ردیف تا فوقانیہ

[illegible]

...کیجیے نہ دس میں بیٹھ کے آپس کی بات چیت
...لب تک ہیں خموش کہ خاطر سے آپ کی
...ہیبا نہیں تمھیں لب شیریں سے حرف تلخ
...وئی نہیں سمجھتا کہ ہی بیکسی سے کیا
...درویش کو ہی اپنے گلیم و نمد سے کام
...دیکھا گزر اتیر حوادث جو پے بہ پے

پہونچے گی دس ہزار جگہ دس کی بات چیت
ہے نسبت سنی کس و ناکس کی بات چیت
اس لعل شکریں سے جو کچھ اسکی بات چیت
پوشیدہ تیرے کشتۂ بیکس کی بات چیت
سنتا نہیں وہ مخمل و اطلس کی بات چیت
جانا کہ ہی یہ چرخ مقوس کی بات چیت

قطعہ

...مدت کے بعد حضرت ناصح کرم کیا
...پیر ترک عشق کے لیے ارشاد کچھ کہو

فرمائیے مزاج مقدس کی بات چیت
میں کیا کروں نہیں یہ مرے بس کی بات چیت

کیا یاد آگیا ہے **ظفر** سبحۂ نگار
کچھ ہو رہی ہے ہند و مخمس کی بات چیت

...آنکہ بینی ہمہ ہا قالب و جان ہمہ اوست
...کچھ بیرون و درون ست ہمانست ہمان
...در پس پردہ و بی پردہ در آید از دل
...نیست دیر و حرم از شیخ و برہمن آباد
...ای دل آن گوہر یکتا کہ نیرزد بدو کون

بلکہ ہم قالب ما ہم روح روان ہمہ اوست
راز فاش ہمہ او سر نہان ہمہ اوست
بی نشان و سب نام و نشان ہمہ اوست
ہمہ جہان دیکھنی بمکان ہمہ اوست
چشم یکتا و ببین زیب و کان ہمہ اوست

[illegible]

ہو سکا کہ زیر زمین ہو نہان ساری رات
ای ظفر ہو جو یہ ستم کا نہ شور و فغان
نہین تا لوٹ سکی ہی مری زبان ساری رات

[illegible]

سیم بر آتا نہیں بر میں عزیز و بے زر	مجھ مین مقدور نہین یہ تو ہی مقدور کی بات

دولت حسن کا ہی جیسے ظفر اسکو غرور
خالی از غرہ نہین کچھ بت مغرور کی بات

ہین وہ ہم جی کہ جو کچھ ہیں ان کے اکثر برداشت	ورنہ ان باتوں کی ہو کس سے ستمگر برداشت
نقد دین و دل و جان کھو کے نہ یہ کچھوں نے	کی ہی سرکار مین اُس زلف کی یکسر برداشت
ہوتا آئینہ مکدر ہی نفس سے ہمدم	بات کی کسکی کرین صاحب جوہر برداشت
نہ تو تابوت نہ تختہ نہ کفن ہی نہ لحد	اس تمہے کشتہ بیکس کی ہو کیونکر برداشت
اُٹھ گئے ظلم اُٹھا کر ترے ہم دنیا سے	سنگ دل اور سوا ہو وی گی پتھر برداشت
بردباری جو دل صبر گزین مین نہ ہی	نہ تحمل یہ کسی مین ہی نہ دلبر برداشت

کیون نہ برداشتہ دل زیست سے ہو نہین کہ ظفر
تیغ بر قتل من آن غمزہ کافر برداشت

تھا جو کوٹھے پہ وہ جلوہ کنان ساری رات	تو ہی ہیم ستارہ نگران ساری رات
ہجر مین ہم جو رہے اشک فشان ساری رات	تارے گنتے رہے ای ماہ وشان ساری رات
توڑے کس مست نے تھے جام کہ میخانے سے	ظرف چینی کی سی آتی ہی فغان ساری رات
آفرین آپ کے سونے کو جاگے اور ہم	بس دیوار رہے گرم فغان ساری رات
دیکھو انجم کو جو یاد آئے وہ دردندان	مثل شبنم مین رہا اشک فشان ساری رات

ردیف

غضب ہی اپنا ہی [illegible] برداشت

[illegible]

دوست یکرنگ کہاں جبکہ زمانہ ہو دورنگ
کہ وہی صبح کو دشمن ہے جو ہے شام کو دوست

میرے نزدیک ہے واعظ وہ دشمن اپنا
جانتا جو کہ ہے اس کا فرِ خودکام کو دوست

دوستی تجھسے جو ای دشمن آرام ہوئی
نہ میں راحت کو سمجھتا ہوں نہ آرام کو دوست

چاہتا وہ ہے بشر جس سے بڑھے عزّت و قدر
پہلے موقوف کر اپنی طمعِ خام کو دوست

جو ہوا ای رشک چمن کشتہ تری آنکھوں کا
رکھتے ہیں گور پر اُسکی گلِ بادام کو دوست

ای ظفر دوست ہیں آغازِ ملاقات میں سب
دوست پر وہی ہے جو شخص ہو انجام کو دوست

کھر بیٹھوں جو سوزِ غمِ ہجراں کی حقیقت
کچھ بھی نہ رہے آتشِ سوزاں کی حقیقت

تدبیرِ رفو کیا ہو کہ ای دستِ جنوں میں
رکھی نہ مری کچھ بھی گریباں کی حقیقت

آنکھوں سے ہی یہ دیدۂ گریاں نے دکھایا
کانوں سے سنا کرتے تھے طوفاں کی حقیقت

جو حرف ہے مطلب کا وہ شکووں سے مٹا ہے
کیا خط میں لکھوں میں غمِ پنہاں کی حقیقت

صد کان نمک صرف ہو ہر زخم میں میرے
قائل نہیں کچھ ایک نمکداں کی حقیقت

ہو گرمیِ مضمون سے جگہ مہر کی اک داغ
گر خط میں لکھوں میں دلِ سوزاں کی حقیقت

حاضر ہے دل و جان کرے ظفر یار کے آگے
کچھ دل کی حقیقت ہے نہ کچھ جان کی حقیقت

کب بنانے سے بنے ہے کوئی تدبیر کی بات
بات وہی ہے کہ جو بات ہے تقدیر کی بات

قطعہ

جلد اول دیوان ظفر

کیا تری زلف کے گھر میں پیچ کی مہمان تھی رات | پیچ تھی بسکہ مری بخت و گریبان تھی رات
کہکشان سینۂ گردون پہ نمایان تھی رات | کسکے ماتم میں کیے چاک گریبان تھی رات
جوش گریہ سے ترے ہجر میں ای رشک چمن | چشم بد دور یہ آنکھ ابر بہاران تھی رات
سوزش دل کا مری مجھسے نہ پوچھو احوال | کہ مرے سینہ میں اک آتش سوزان تھی رات
شمع کی طرح مجھے رات جو سوجھ پہ گئی | یاد قامت تری ای سرو خرامان تھی رات
حلقۂ زلف میں دیکھا رخ روشن اسکا | لیے آغوش میں خورشید درخشان تھی رات
چشم پر آب کے چھینٹے نے بچایا ورنہ | لائی سینے طرح حرارت تپ ہجران تھی رات
جلتے تاثیر ترے عشق کی ہمنے دیکھا | شمع خاکستر پروانہ پہ گریان تھی رات

زخم پر تیغ جدائی کے جھکا کے دیتی
ای ظفر چرخ پر انجم سے نمکدان تھی رات

سنئے او کافر بدکیش زاہد صیان ہے بات | جھوٹ کہتے نہیں ہم کہتے ہیں ایمان ہے بات
ہے وہ کیا بات کہ تو یون ہے عدو کون ہو جان | سینے مانی تری ہر ایک دل و جان ہے بات
بول سکتے نہیں محفل میں تری ہم منہ سے | کوئی کہتا ہی تو سن لیتے ہیں ہان کان ہے بات
قطع کرتا ہی جو گلگیر زبان کو اسکی | ایسی سرزد ہوئی کیا شمع شبستان ہے بات
یہ بھی قسمت کا لکھا ہے نہ منہ وہ نو خط | اپنے مطلب کی کہون گر کسی عنوان ہے بات
بولتے طوطی تصویر کو دیکھا کسنے | کیونکہ نکلے دہن عاشق حیران ہے بات

ردیف بائے موحدہ

ردیف ثائے مثلثہ

زر فراہم کرکے ناداں سے نہ تو قاروں کی ارث
علم کر پیدا کہ لے تا موسے و ہاروں کی ارث

عشق میں یوں قیس نے پائی ترے مجنوں کی ارث
جس طرح پہونچی ارسطو کو ہے افلاطوں کی ارث

لکھ دے مُہر داغ سے اپنے سیہ نامہ جنوں
کب کہا میں نے کہ ہے آتی زمیں ہاموں کی ارث

میل گندم کی طرف جنت میں آدم نے کیا
پہونچتی ہے ہمکو عشق حسن گندم گوں کی ارث

جوں صدا جو خانہ زاد حلقۂ زنجیر ہو
خانۂ زنداں نہ کیوں کر ہووے اُس مجنوں کی ارث

دیکھ دور چشم ساقی عقل چسکہ میں گئی
کیا ہوا گردش تھی گرچہ پشت سے گردوں کی ارث

آل تمنا غم سے نسلاً بعد نسلاً لکھ دیا
خوں فشانی ہے یہ اشک دیدۂ پرخوں کی ارث

دی سزا گو اُسنے کشتہ کو زمیں صدکہ تھی
نی ہبہ نی زرخرید اور نہ یہ اس مدفوں کی ارث

ردیف جیم

اس کے مجھ ڈھونڈھا چھپا ہوں دل زار کا کھوج
کرکے دل لوٹ گیا خانۂ دلدار کا کھوج
چھپ گیا خال سر زلف چھپا کر دل کو
نہ ملا ذرہ ہمیں [illegible] کار کا کھوج
ڈھونڈھ میں کیا سینہ میں [illegible] کا کھوج
[illegible] سوفار کا کھوج
جا سکے کھو [illegible]
[illegible] کا کھوج
صاف دریا میں [illegible] گوہر شہوار کا کھوج

[illegible]

چھوٹ کر ہم دام صیاد سے کریں کیا اصل
بے خلل ہے وہ دلدار میں سو اُٹھ نہیں
سبب وہ وہ چار قدم آئے کہ جون نقش قدم

نہ پتا گل کا ملا اور نہ گلزار کا کھوج
ہم نکالے ہیں گے اس وزن دیوار کا کھوج
مٹ گیا خاک نشینوں سے غبار کا کھوج

اے ظفر کیونکہ رفو ہو کہ جنوں کے ہاتھوں
ہاتھ آیا نہ گریبان میں کہیں تار کا کھوج

عیسے کہیں ہو زلف کے خم سے کج ادا کج
ہو چہ نہیں ہے یہ حباب آنکھ دکھاتا
ہے کج تری چرخ دلا ایک جہان سے
پلکیں تری بنے گر یہ جو گھڑی آنکھوں سے
بید مجنوں کج ادا کج ہے تری چین جبین یار
ہے وصف میں اُس زلف کے یہ ہاتھ کو رعشہ

ہے یہ نہیں مزاج آپ کا ہم سے کج ادا کج
چلنے لگی کچھ موج بھی تم سے کج ادا کج
تنہا نہیں کچھ چرخ ستمگر دم سے کج ادا کج
سر تیر دن کے ہو جاتے ہیں بظلم سے کج ادا کج
رہتی ہے طبیعت اسی غم سے کج ادا کج
اب حرف نکلتے ہیں قلم سے کج ادا کج

تشنہ ہوں ظفر ایسی کہ اس ہمت کی شمشیر
چلتی ہے عجب طرز ستم سے کج ادا کج

کلی جو لالۂ احمر کی مسکرائی آج
ہنسی یہ شوخ نے لب پر نہیں لگائی آج
نہیں ہے وجہ کدورت کوئی مجھے معلوم

ہنسی چمن میں مجھے تیری یاد آئی آج
کھلا ہے چشمۂ حیوان سے خوب جدائی آج
کروں اُس آئینہ رو سے جو میں صفائی آج

[illegible]

...گئی دل مین سرایت اپنے جب تاثیر موج
تب کھلی دریا دلون پر ہمہ سو تقریر موج

اسلیے پھرتا ہے سر پر خود کو رکھکر حباب
عرصۂ دریا مین آتی ہے علم شمشیر موج

...ست ہوا پنے عشق مین آنا دل دیوانہ تو
پانوؤن دیوانون کے پڑتی ہے سلسلۂ زنجیر موج

...یہ مہر شکست چشم پر عکس خط مردم نہین
ہے سلیمانی اسکے دانے پر عیان تحریر موج

چین پیشانی نہین اُسکی ظفر دیکھو نواب
صفحۂ قدرت پہ ہے کھینچی ہوئی تصویر موج

ردیف جیم فارسی

سب کار جہان ہیچ ہے سب کار جہان ہیچ
اس ہیچ سے امید ہوا ہی ہمہ دان ہیچ

جن ناموروں کے کہ جہان زیر نگین تھا
اب ڈھونڈھیے تو انکا ہے کہین نام و نشان ہیچ

مانند حباب ایک نفس مین ہے خرابی
اس منزل فانی مین ہے بنیاد مکان ہیچ

ایک عمر رہے مایۂ دنیا سے گران بار
آخر کو جو دیکھا تو ہے بجز بار گران ہیچ

خوبان جہان کا ہے تو کیا محو تماشا
جنکی کہ کمر ہیچ ہے جنکا کہ دہان ہیچ

اس باغ مین تھوڑی سی بہار اور ہے پھر ...
اے غنچۂ گل خندان تجھے تشویش خزان ہیچ

ہو جنبش تک مایۂ ہستی کے نہ خواہان
یہ جنس ہے بازار یہ گوہر یہ دکان ہیچ

آواز درا ہے گوش دل محو فنا سے
جز نالہ و فریاد و بجز آہ و فغان ہیچ

جو ہونی ہے ہو گی نہین امکان کہ نہووے
پھر فکر سے کیا فائدہ بجز خفقان ہیچ

آپ کا چوری سے جانا کھل گیا شاید ظفر
آج چرچا ہو رہا تھا انکے گھر والوں کے بیچ

دیکھنا کیا آ پڑے اس چشم پر فتنہ کے بیچ
ہے یہ زیبا سر بسر شاخ سر آہو کے بیچ

طوق قمری کے نہیں گردن میں پہنچے آ گیا
یہ اٹھایا عشق میں ہے سرو آپ کے بیچ

ساتھ سونے میں لپٹ کر اس طرح سے لائی ہے
پانو نہیں پاونگے ہوں پاند ہوں نازک کے بیچ

جسم لاغر کو مرے دیکھے نہ دل کھا ہو
آگ پر چلتے نہ دیکھے ہوویں تار مو کے بیچ

ہے حیا اس عرق چین کو کس ادا سے دیکھیو
رکھ لیا پر دہر و دیکھیئے زانو کے بیچ

پہلوان غم سے پیہر ہی جو کشتی رات دن
کاہ کو رستم کو بھی پٹکا ہوا اس قابو کے بیچ

آ گیا دل پیچ میں عاشق کا وقت کشتی
دیکھ کر گردن میں ستارے الجھو کے بیچ

اے ظفر ہر بات انکی پیچ سے خالی نہیں
میرے دل سے کوئی پوچھے اس بت بدخو کے بیچ

ٹکڑے نہیں ہیں آنسوؤں میں دل کے چار پانچ
سرخاب بیٹھے پانی میں ہیں مل کے چار پانچ

منہ کھولے ہیں یہ زخم جو بسمل کے چار پانچ
پھر لینگے بوسے خنجر قاتل کے چار پانچ

کہتے ہیں مطلب اُن سے ہیں دل کے چار پانچ
کیا کہیے ایک منہ میں وہاں ملکے چار پانچ

دریا میں گر پڑا جو مرا اشک ایک گرم
بتخانے لب پہ ہو گئے ساحل کے چار پانچ

دو چار لاشے اب بھی پڑے ہیں ترے کوچہ میں
اور آ گئے دب بیچ ہیں تلے گل کے چار پانچ

دیکھنا ہر دم طلسم حسن وہ ترک نگہ
قتل کرتا ہے مجھے شمشیر کو آنکھوں سے کھینچ

کھینچنا سینہ سے تیرا تیر کب منظور ہے
ورنہ لوں ناوک فگن اس تیر کو آنکھوں سے کھینچ

وہ کہے گر آنکھ سے سرمہ لگا دے تو ظفر
آنکھوں میں وہ سرمہ کی تحریر کو آنکھوں سے کھینچ

اڑ گیا گل کا جو یوں رنگ گلستان کے بیچ
اے صبا کیا خبر اڑتی ہے پری کان کے بیچ

دم میں دم میرے نہیں جان نہیں جان کے بیچ
زلف کیا کہتی ہے جھک جھک کے ترے کان کے بیچ

موج زن چشم سے ہیں اشک خدا خیر کرے
غرق ہو کشتئ افلاک یہ طوفان کے بیچ

گر پڑا کوئی سیہ مست کوئیں میں دیکھو
خال کاجل کا ہے اس چاہ زنخدان کے بیچ

سحر کرتا ہوں بسر اپنی پریزادوں میں
ہوں وہ انسان کہ رہتا ہوں پرستان کے بیچ

وہ نہ آیا ہے نہ آئے گا بلا سے اسکی
کوئی مر جاوے اگر حسرت و ارمان کے بیچ

جیسے مژگان سے تری خون جگر سے رنگین
سرخی ایسی ہے کمان پنجۂ مرجان کے بیچ

شوخ بدکیش ہے اخلاص سے اتنا بیزار
نہ پڑھے سورۂ اخلاص کو قرآن کے بیچ

عرش سے فرش تلک ہے جو سب ہے اسمین
دیکھ وسعت ہے ظفر کیا دل انسان کے بیچ

ردیف حاء مہملہ

تونے رخ پر زلف کا حلقہ بنایا بے طرح
مرغ دل کو دام میں کافر پھنسایا بے طرح

دیکھیے شبخون کا کسکے ارادہ ہے کہ آج
آپنے ملکر مسی کو پان کھایا بے طرح

مرجائیے نہ ہو جو پیوستہ کش مسیح
اب تو یہی ہی اس شخص بیمار کی صلاح

کاکل ہین ان کے پیچ سی گر فتنہ لیف ہو
فرمائیے جو اسمین ہو سرکار کی صلاح

انکار وصل کیونکہ نہو تیرا شیوہ
ہی ان سے جو نہین کبھی اقرار کی صلاح

ٹھہری تھی ان کے انکی بھی آج اعتراض
لیکن نہ ٹھہری انکے طرفدار کی صلاح

کہنے پہ کیجیے پیر خرابات کے عمل
لیجیے نہ زاہدان ریاکار کی صلاح

برگشتہ بخت وہ ہون کہ بیچون دل کو گر
پھر جائے لیتے لیتے خریدار کی صلاح

کیا ذکر اپنے منہ سے نکالین وہ ایک بات
جب تک کہ ای ظفر نہو دو چار کی صلاح

سب طرحداروں کو دیکھا ہمنشین اچھی طرح
اُس سے پر کوئی کسی کی بھی نہین اچھی طرح

گر پڑھے خط بھی تو خود اُسکو خوار غیر سے
حرف مطلب کا نہو خاطر نشین اچھی طرح

سرزمین کس طرح شیوہ ...
ہو اگر تاثیر آہ آتشین اچھی طرح

چھین کر تو لیچلے ہو گوہر دل کو مرے
پر نہ کھو دینا اسے رکھنا کہین اچھی طرح

بہہ گئے دریا ابھی ہمنے نچوڑے بھی نہین
پونچھ کر آنکھوں کے آنسو آستین اچھی طرح

سر ہر احاضر ہی قاتل سوچتا ہے دل میں کیا
امتحان تو کر لے اپنی تیغ کین اچھی طرح

خواب غفلت سے کوئی دم جاگ تو زیر فلک
جاکے سونا غافلو زیر زمین اچھی طرح

تو اگر غم مین محبت کے نہو تا مبتلا
کیا گذرتی ای دل اندوہگین اچھی طرح

سمجھایا تو نے ہمکو تو سو طرح ناصحا
لیکن ہمارا دل نہین سمجھا کسی طرح

جس طرح دام زلف بتان مین ہی دل اسیر
چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح

رونے ہی رونے ٹوٹ گیا رشتۂ حیات
پر آنسوؤن کا تار نہ ٹوٹا کسی طرح

کھولے اک زمانہ سے گردون اگر بنے
اسکو ظفر بنائیے سیدھا کسی طرح

ساقی جو تو نہو تو ہے بوقت شراب صبح
ہو آفتاب حشر مجھے آفتاب صبح

زلف اپنی رخ پہ دیکھو ذرا لیکے آئنہ
دریا پہ گر نہ دیکھا ہو تو نے سحاب صبح

ہین کامیاب صبح صبوحی سے بادہ کش
زاہد نماز صبح سے ہی فیضیاب صبح

یون تشنگان کو دے ہی مزا آب تیغ یار
مست مئی شبانہ کو جس طرح آب صبح

کیا تاب آفتاب مین ہو اتنی روشنی
چمکے ہی حسن اور بھی زیر نقاب صبح

پیری مین گر حلاوت غفلت زیادہ ہو
یارو عجب نہ سمجھو کہ شیرین ہی خواب صبح

نور جمال کا ظفر اسکے نہ پوچھو وصف
عارض جواب مہر و جبین سے جواب صبح

ردیف خاء معجمہ

برگ گل باغ مین ہین سرخ تو کیا خوب ہین سرخ
پر حنائی پہ ترے ناخن پا خوب ہین سرخ

اشارہ دار یہ ہو کھینچنے کا یہ کہکے
کر اُسنے گاڑی ہی لوہے کی اپنے گھر مین سلاخ
وہ اپنی آنکھون مین پھیرے جو میل سرمہ کی
تو کیون نہ رشک سے ہو میری چشم تر مین سلاخ
تپ دروں سے ہنستا تا ہی مثل سیخ کباب
ہمیشہ آہ جگر شعلہ و شرر مین سلاخ
شراب تند کے پیتے ہی بن گئی ساقی
گلو سے سینے تلک میرے لحظہ بھر مین سلاخ
ظفر کے نالے سے اے سنگدل حذر کر تو
گذر ہی جاے ہی یہ کوہ کی کمر مین سلاخ

دیگر

خاک اڑے یہ وشت کی مجنون جو تیرا کھاے چرخ
چرخ کے نیچے بگولا دوسرا اٹھاے چرخ
میرا رونا دیکھ کر ہر رات تجھ بن بے لطف
اشک انجم سے نہ کیونکر چشم مین بھر لاے چرخ

دل بیتاب سے میری جو ہو سر زد نالہ
ماری عالم ابھی اس گنبد افلاک میں چرخ

کسنے کیفیت چشم اپنی دکھائی ای شیخ
دختر رز کی جو کھاتا ہے پڑا تاک میں چرخ

شکل مرغ قفسی یہ دل بیتاب مرا
کیونکہ کھائے نہ ظفر سینۂ صد چاک میں چرخ

آنکھیں تری لستی میں ہیں یوں بیحجاب سرخ
جیسے شراب سرخ میں ہووے حباب سرخ

وہ رخ ہے زیر گیسوی پر پیچ و تاب سرخ
یا شام کو شفق سے ہوا آفتاب سرخ

یوں آہ سوزناک نے جھلسا دیا جگر
ہو جیسے بھن کے سیخ کے اوپر کباب سرخ

لب سرخ اوسکے روے کتابی میں دیکھنا
شنگرف سے کتاب میں جو لکھے باب سرخ

ظاہر ہے یوں گلو سے تری پیک پان کی
جوں شیشۂ بلور میں جھلکے شراب سرخ

رنگت ہے جو کہ اوس لب نازک کی ہمدہو
دیکھا نہ ایسے رنگ سے ہمنے گلاب سرخ

روتا ہوں یاد پای نگاری میں آپ کے
نکلے ہے اشک آنکھ سے جیسے شہاب سرخ

منقار طوطی ایسی نہیں سرخ جیسی ہے
خار مژہ ہے میرے سبب خون ناب سرخ

کس پر غضب کیا ہے کہ غصے سے ای ظفر
ہے آج یوں جو روے بت پر عتاب سرخ

جبکہ ہو تجھ بن مجھے خواب و خور و آرام تلخ
زندگی کیونکر نہو پھر اے بت خودکام تلخ

اوس شکر لب کی زبانی لگتا ہے شیریں مجھے
ورنہ لگتا ہے ہر اک انسان کو دشنام تلخ

روتا ہون کسکے دست نگارین کی یاد مین
آنسو ہین میری چشم مین جیسے شہاب سرخ

ای مست ناز دل کا مری سوز عشق سے
یہ رنگ ہی کہ جیسے ہو بھنکر کباب سرخ

ہو لعل لب سے روی کتابی کی کیون نہ زیب
شنگرف سی کتاب مین لکھتے ہین باب سرخ

خون جوش مین ہی تیری شہید و نگار پر
نکلا زمین کے پردے مین جو آفتاب سرخ

ہے میرے اشک خون سی ظفر راہ عشق مین
ہر سنگ ریزہ صورت لعل خوش آب سرخ

ہجر مین کرتا ہی شبخون کی مری تدبیر چرخ
کہکشان سی کیون نہ کھینچے رات کو شمشیر چرخ

گردش چشم سیاہ یار دکھلا کر مجھے
دیکھیے دیتی ہی کیا کیا گردش تقدیر چرخ

ایک شب گھر مین بلاؤن اپنے اوس مہوش کو مین
دے ستارے مین مری اتنی کہان تاثیر چرخ

وہ بلا چکر تری دیوانے کے ہی پانو مین
کھائی ہے جسکے اثر سے حلقۂ زنجیر چرخ

اس چمن مین تیری ہاتھون سی گل غنچہ کی طرح
ہے کوئی خاطر شگفتہ اور کوئی دلگیر چرخ

ہے بنائے خانۂ دنیا خرابی کے لیے
اس زمین پر کر چکا ہی کتنے گھر تعمیر چرخ

قد خمیدہ ہے مرا گو ضعف سی مثل کمان
پر مرے نالون سی ہی آماج گاہ تیر چرخ

چرخ فانوس خیالی اور ہم حسرت زدے
کھا رہی ہین اس مین کیا کیا صورتین تصویر چرخ

خاک ہو گردش زدون کی گر شریک گرد باد
اے ظفر ہو وی نیا اک زیر چرخ پیر چرخ

حصہ اول دیوان ظفر

دیگر

کوئی رہ سکتا زمانے میں نہیں اک طور پر
کچھ سے کچھ کر ڈالتا ہے ای ظفر دم بھر میں چرخ

دیتا ہے جو مزا ترے لب سے کلام تلخ | رکھتی ہے کب یہ لطف مئی لعل فام تلخ
صیاد آب و دانہ کی تو پوچھتا ہے کیا | ہے اتنی زندگی بھی مجھے زیر دام تلخ
وہ تلخ کام ہوں کہ مری وقت تشنگی | ہو جاوے آب چشمۂ شیرین تمام تلخ
کیا کیا غضب سے زہر اوگلتے ہو تم وہ لے | اک حرف منہ سے کہتا نہیں یہ غلام تلخ
صفرای رنج و غم سے ہے تیری مریض کا | منہ تلخ حلق تلخ زبان تلخ کام تلخ
ہے شیشۂ سپہر میں زہراب جای مے | کیونکر نہ عیش بزم جہان ہو مدام تلخ
گو حرف پند تلخ ہے پر دل میں رکھ ظفر | اک روز یہ دوا تری آئے گی کام تلخ

ردیف دال مہملہ

قدر ای عشق رہے گی تری کیا میرے بعد | کہ مجھے کوئی نہیں پوچھنے کا میرے بعد
زخم پر دل کے گوارا ہے مجھے گو یہ نمک | کون چکھے گا محبت کا مزا میرے بعد
در جانان سے مری خاک نکرنا برباد | دیکھ جانا نہ اودھر باد صبا میرے بعد
خار صحرای جنون یوں ہی اگر تیز رہے | کوئی آئے گا نہیں آبلہ پا میرے بعد
میرے دم تک ہی ترا ای دل بیمار علاج | کوئی کرنے کا نہیں تیری دوا میرے بعد
اوس ستمگر نے مجھے جرم وفا پر مارا | کوئی لینے کا نہیں نام وفا میرے بعد

دیگر

دیگر

جیسا کلی مین اوس کے ہین موتی یہ کیا طلسم — چمکائے آفتاب نے انجم کرن کے گرد

قوس قزح ہے اپنی کسی نوجوان کا خون — لگگئی ہین سجاف دامن چرخ کہن کے گرد

حسرت ہے اوس اسیر قفس پر کہ جسکے پر — اوڑتے پھرے ہین بعد فنا بھی چمن کے گرد

ہوتا ہے صدقے یون ظفر اوس شعلہ خو کے دل — پروانہ جیسے پھرتا ہے شمع لگن کے گرد

ایسی آنکھون نے سمائی رخ جانان کی نمود — کہ نظر پر نہ چڑھی مہر درخشان کی نمود

ہے عجب حسن سے خط رخ جانان کی نمود — دیکھو کس صورت زیبا سے ہے قرآن کی نمود

قد رعنا کو ترے دیکھ کے اے رشک چمن — ملگئی خاک مین سب سرو گلستان کی نمود

متصل زلف کے چمکے ہے کہان وہ در گوش — ہے سر شام مگر اختر تابان کی نمود

مین شہید اوس لب لعلین کا ہون زخم سے مرے — سنگریزون مین بھی ہو لعل بدخشان کی نمود

کھلکھلا کر جو ہنسی باغ مین وہ غنچہ دہن — باندھے بلبل نہ پھر اپنی گل خندان کی نمود

مرحبا دست جنون اس تری چالاکی کو — نرہی نام کو بھی تار گریبان کی نمود

شعلۂ آہ جگر سوز جو میرا ہو بلند — تو نہ رات کو بھی شمع شبستان کی نمود

تار اشکون کا جو مژگان سے ہم اپنی باندھین — تو نہ بندھے دیدۂ مردم مین نہ باران کی نمود

رخ روشن کو جو زلفون مین چھپایا اوس نے — وصل کے دن بھی ہوئی اک شب ہجران کی نمود

اے ظفر خاک سے انسان کا بنا ہے پتلا — خاکساری ہی سے دنیا مین ہے انسان کی نمود

دیوان ظفر

ظفر رقیبون سے ہو کیونکر ... بلند

ہمارے ... عقاب بلند

تو میری طرف مائل نظارہ ہو کیونکر — آئینہ ترا طالب دیدار ہے موجود

بنیاد محبت کے یہ آثار ہیں دیکھو — عاشق جو تمھارا پس دیوار ہے موجود

روکش مہ نو ہو خم ابرو سے جو اوسکی — کہتا ہے خبردار یہ تلوار ہے موجود

جز اشک مسلسل نہیں کچھہ پاس ہمارے — یہ تیرے لیے موتیوں کا ہار ہے موجود

کہتا ہے تصور میں دل اوس زلف سیہ کے — میں جاؤن کدھر سر پہ شب تار ہے موجود

ٹھہری کئی بار اوسنے کہ اب ہووے نہ تکرار — پھر دیکھو تو ہر بار یہ تکرار ہے موجود

پڑھہ اور غزل کوئی بہ تبدیل قوافی
واللہ **ظفر** قافیہ بسیار ہے موجود

ہر رنگ میں اوس گل کی ہر اک شان ہے موجود — غافل تو ذرا دیکھہ وہ ہر آن ہے موجود

ہر تار کہ دامن کے ہری کرکے تبرک — سربستہ ہر اک خار بیابان ہے موجود

عریانی تن سے ہے یہ بہ از خلعت شاہی — ہمکو یہ ترے عشق میں سامان ہے موجود

کس طرح لگاوے کوئی دامان کو تیرے ہاتھہ — ہونے ہو تو اب دست و گریبان ہے موجود

لیتا ہی رہا رات ترے رخ کی بلائین — تو پوچھہ لے یہ زلف پریشان ہے موجود

تم چشم حقیقت سے اگر آپکو دیکھو — آئینۂ حق میں دل انسان ہے موجود

کہتا ہے **ظفر** ہین یہ سخن آگے سبھون کے
جو کوئی یہان صاحب عرفان ہے موجود

تھا تری تیغ تبسم مین حلاوت کا وہ جوش
رہ گئے میرے لب زخم جگر بند کے بند
بند دریا کے بندھین خاک کہین توڑ دیے
جوش گریہ نے تری دیدۂ تر بند کے بند
جہان دین اہل جہان گھر سے جو باہر نکلین
کیونکہ اس حال مین رہ جائین نہ گھر بند کے بند
پنجۂ یار کا شب بند ہر جو گیا دل مین خیال
کہدئے ہمنے مخمس کے ظفر بند کے بند

چڑھ گئی گرچہ مری خاک سر افلاک پہ گرد
نہ پڑی پر کبھی اوس ماہ کی پوشاک پہ گرد
خاک اڑائی جو رہ حرص مین تو اور بھی
اہل دنیا کے سوا جامۂ ناپاک پہ گرد
نہ چھپی دل کی کدورت کہ غبار خط سے
صاف ظاہر ہے ترے روے غضبناک پہ گرد
سمجھے ہے وہ مرے مژگان غبار آلودہ
دیکھکر اپنی گلی مین خس و خاشاک پہ گرد
وہ مری گردش طالع ہے کہ جسکے آگے
ہوگیا کاسۂ گردش زدہ بھی خاک پہ گرد
دل پر آبلہ سے گر ہو مقابل تو صبا
جھاڑ دے خوشۂ انگور کی بس تاک پہ گرد
صرصر حرص و ہوا سے ہے مکدر عالم
اے ظفر سب کے پڑی ہے رخ ادراک پہ گرد

ردیف ذال معجمہ

کیونکہ خسرو کو لگین او سکے نہ دشنام لذیذ
جسکا شیرین ہو دلا نام خدا نام لذیذ
تشنہ لب جو کہ شہادت کے ہین اونکی قاتل
کیون نہ شربت سے ہون آب دم صمصام لذیذ

[illegible]

خدنگ عشق ہوا کیا جگر کو توڑ کے پار یہ تیر وہ ہے کہ جاوے جگر کو توڑ کے پار

ہزار ون روزن در بند کیجیے گا آپ نگاہ جاوے گی دیوار و در کو توڑ کے پار

اسے نہ آنکھ میں تل سمجھو تم یہ روزن در نظر کا تیر گیا ہے نظر کو توڑ کے پار

اوتر سکا نہیں دریاے عشق کو کوئی چلا ہے کس لیے فرہاد سر کو توڑ کے پار

فلک سے آہ ہماری گذر گئی اس طرح کہ جیسے تیر کوئی ہو سپر کو توڑ کے پار

کہاں ہے اوس لب نازک پہ رونگٹوں کی نمود ہوئے ہیں خاک سے گلبرگ تر کو توڑ کے پار

تعلق سے تھا شب مہتاب میں یہ حال اوس بن

ظفر ہوا ہی تھا نالہ قمر کو توڑ کے پار

نہیں دیر تو کچھ بڑی دو گھڑی بھر اگر ٹھہر جاؤ گھڑی دو گھڑی بھر

ڈبو دینے کو ہے دو عالم کے کافی مرے آنسوؤں کی جھڑی دو گھڑی بھر

غم ہجر آفت سے مر ہی گیا وہ مصیبت یہ جس پر پڑی دو گھڑی بھر

کوئی دیکھے پل بھر تو اوس مہروش کو نظر جیسے میری لڑی دو گھڑی بھر

جہاں بیٹھے ہم تفتہ جان ان نہ ہر گز رہے شمع سوزاں گھڑی دو گھڑی بھر

ترے جیسے لعل مسی زیب دیکھے رہا دیکھ کر غش دھڑی دو گھڑی بھر

مغاں ہے ابھی میری مستی میں سستی شراب اور مجھکو کڑی دو گھڑی بھر

کہاں تاب وہ دست نازک میں رکھیں کوئی پھول کی پنکھڑی دو گھڑی بھر

دیکھیں جہان میں [illegible]

[illegible]

وقت غفلت اور ہی ہنگام ہشیاری ہی اور
خواب کی سیر اور ہی اور سیر بیداری ہی اور

اے تجلای صنم میں صدقے تیری شان کے
تیری شان حسن میں طرز و ادا داری ہی اور

دردمندان محبت کا طبیبوں سے علاج
کس طرح سے ہو سکی یارو یہ بیماری ہی اور

ٹھہر کر کب پابند الفت کی طرح محبوس دام
وہ اسیری اور ہی اور یہ گرفتاری ہی اور

دل کو نظروں میں لے لینا نہ کرنا سے بات
سیکھی اون آنکھوں نے اب یہ مردم آزاری ہی اور

ہر کدہ میں عشق کے جو لوگ ہیں کافر تو ہیں
لیکن اون کے کفر میں انداز دینداری ہی اور

زخم تیغ عشق کھائے میں ہیں کیا کیا لذتیں
اور نمک پاشی بھی ہو تو پھر مزہ داری ہی اور

چار عنصر کے احاطہ میں ہی کچھ جلوہ عجب
دیر و مسجد کی الگ یہ چار دیواری ہی اور

دیکھکر تاثیر اپنے نالہ ہائے زار کی
ہمنے جانا اے ظفر یہ نالہ و زاری ہی اور

خواب میں پہونچے تھے جس کوچہ میں ہشیاری میں پھر
او سکے رستے کو نہ پایا ہمنے بیداری میں پھر

بند رکھنا چشم کا غافل ہی لیکن مصلحت
اور اگر کھولو تو آنکھیں خبرداری میں پھر

اے دل ناداں گرفتار محبت تو نہو
چھوٹنا ہووے گا مشکل اس گرفتاری سے پھر

دل تجھے دینا کہا تو قول سے ہم کب پھرے
تو بھی دل لیکر نہ اپنے عہد دلداری سے پھر

سر پہ اول تو اوٹھایا ہمنے اپنے بار عشق
اوٹھہ سکا لیکن نہ سر بھی اس گرانباری سے پھر

میرے ہر زخم جگر کو یہ تمنا ہی کہ یوں
اوس لب شمشیر کی بوسے مزہ داری سے پھر

سخت جانی کو مری دیکھے اگر تیر قضا
تو کہے بھاگ گیا بس تو وہ طوفان سے دور

طائر سدرہ نشین گرچہ ہو گرم پرواز
پر کبھی جا نسکے حضرت انسان سے دور

منھ پہ چڑھ جانا نہین شمشیر ستم کی آسان
بوالہوس بھاگ گئے نہ کیون عشق کے میدان سے دور

میرے نزدیک نہین جو کہ ظفر کافر عشق
اس سے ایمان ہی دور اور وہ ایمان سے دور

گردش چرخ سے ہی سب کو زمین پر چکر
اک نیا روز یہ لاتا ہی ستمگر چکر

دل کو یون زلف کے حلقے مین ہی اکثر چکر
جیسے گرداب مین کھاتا ہی شناور چکر

ٹھہرنے دے ہی کسے چین سے یہ گردش چرخ
آسیا بنکے سدا کھائے ہی پتھر چکر

تیر مژگان سے اگر بچ بھی گیا دل تو وہین
گردش چشم نے مارا تری کافر چکر

رفعت جاہ پہ بھی گردش طالع نہ گئی
کھاتے ہین دیکھو فلک پر یہ اختر چکر

ہرزہ گردی کو مری دیکھ کے کہتا ہی شوخ
ہی ترے پانؤن مین دیوانے مقرر چکر

نہ سمجھو اسکو بگولا یہ کوئی سرگردان
کھا رہا دشت مین ہی خاک بھی ہو کر چکر

شعلہ خوئی پہ تری ہو کے بلا گردان برق
کھا سکے جون شعلہ جوالہ سراسر چکر

شہر سے گر چاک گریبان پہ کوئی تار رفو
دشت وحشت سے ابھی ہووے رفو در چکر

پھرتا محفل مین ہی کیا جا کے بھی پھرتا تھا
ساقیا کھاتے ہی اول ہی سے ساغر چکر

اشک سے دیدہ پر آب کے مثل گرداب
اے ظفر بحر تو کیا کھائے سمندر چکر

ہردم خدنگ آہ سے ہم اپنی ای ظفر
کرتے ہین چرخ پر حمل و ثور کا شکار

جو عرش سے ہی فرش تلک سب اسی مین ہی
کیا کیا نہین ہی اسمین کہ سب کچھ اسی مین ہی
دل اپنا پہلے زنگ کدورت سے صاف کر
پھر تو بغور دیکھ کہ اس آئینہ مین ہی
پیدا نگاہ کر کہ تجلی حسن یار
شعلہ سے طور کے نہین کم روشنی مین ہی
کیون کعبہ و کنشت مین ہر بار تا ہی تو
تو جسکو ڈھونڈھتا ہی چھپا وہ تجھی مین ہی
جوش بہار حسن سے کس گل کی ای صبا
مصروف اس قدر جو گریبان دری مین ہی
ہی دور جام و صحبت یاران زندہ دل
کچھ ہی اگر مزا تو یہی زندگی مین ہی
ہی خود پرست پوچھتا کیا ہی خدا کی راہ
گم کردہ راہ آپ تو اپنی خودی مین ہی

دیکھو آنکھ کھول کر
ہر جا ہیے نظر
مانند آئینہ
کیا حسن جلوہ گر
سب جا ہی آشکار
ہر سنگ کا شرر
سرگرم جستجو ہو
ہر تو ہی بیخبر
ہی یہ جنون کا جوش
ہر غنچہ ہی سحر
کیفیت حباب
باقی ہی دردسر
ہی وہ بت قریب
اس سے ہی دور تر

بوسہ خاکِ لبِ شیرین ترا دل نے لیا	جیتی مکھی کس طرح سے اُسنے کھائی دیکھکر

ای ظفر ہی شرم سے دیکھا رخِ خورشید زرد
یار کے بازو پہ تعویذ طلائی دیکھکر

کیا لچکنے مین ہی نازک شاخِ سنبل سے کمر
تو نے کیون دُوپٹے سے بیٹی باندھی ہی صیاد واہ
کسکی چھاتی سے لگائے اُسکے جو سینہ کو کھو
جی مین ہی اس ابر سے پھر سیکشی پر باندھنی
کیون نہ اسمین سے روان دریائے اشک ضعف ہو
بیگنہ ہون طوق مت پہنا کہ ٹوٹے گی میان
روز و شب جون مہر و مہ پھرتے ہین ہر قرن میان
یکقلم نقشہ اُتار اس رشکِ گل کا کھینچو
کیا کمر باندھے امید وصل پر عاشق ترا
کیون نہ اپنی زندگی کو ہیچ وہ سمجھے میان

بلکہ ہی باریک تیری تو نازک سے کمر
باندھنی بلبل کی تھی نازکِ گل سے کمر
دیکھنے دیتا نہو جب جو کسی حل سے کمر
تیری ای مینا کی آواز قلقل سے کمر
جبکہ ہو مشکل محرابِ در بل سے کمر
ساتھ ہی گردن کے بار حلقۂ غل سے کمر
اہلِ دنیا کھول بیٹھے کب تحمل سے کمر
ای مصور خامۂ منقار بلبل سے کمر
کٹ گئی اُسکی تو اب تیغ تغافل سے کمر
جسکے ہاتھ آوے نہ وہ فکر و تامل سے کمر

چاہیے کنج قناعت مین توکل ای ظفر
باندھنی سیکھے کوئی اہل توکل سے کمر

پیئے اگر تو جو آبِ شراب کا ساغر	نکالے موج سے دریا حباب کا ساغر

حنا سے تو دکھا دی ہی آب و تاب ناخن پر
کہ ہوں صدقے ترے برگ گل شاداب ناخن پر

سر ابرو ہلال اُسنے ملا ہی کب یہ ہیچ تجلی
لگا خون شہید کے ہی اے دل بیتاب ناخن پر

نزاکت سے تری بیمار مرا جی وہم گرتا ہی
خدا کے واسطے رکھو کر قلم مت داب ناخن پر

قسم ہی اسکو تیرے نام لینے کی جو یہ چھیڑ
دکھا دیتا ہی لکھ کر وہ ہر القاب ناخن پر

شب آنسو کسکے پونچھے نقطۂ شنگرف آسا جو
پڑا ہی تیر اظالم قطرۂ خون ناب ناخن پر

ہر اک تار رگ جان سے صدائے درد نکلے ہی
چڑھاتا ہی جو وہ مطرب پسر مضراب ناخن پر

زمانہ رفتہ رفتہ اسطرح سے رنگ بدلے ہی
کہ جیسے ہو جاتی ہی رنگ حنا نایاب ناخن پر

ہلال عید کہتا ہی جسے عالم وہ صدقے ہی
تراشیدہ ترے اے غیرت مہتاب ناخن پر

ظفر کیا سوچ تبدیل قوافی کے غزل کا ہی
جو نکتہ دے ہی تو دکھا اسکے پیچ و تاب ناخن پر

لہو کا دھبہ یوں کیوں دل کو وہ صرّاف ناخن پر
او چھالے ہی درم کو دیکھ جوں صرّاف ناخن پر

کہاں رنگ حنا ہی خوب میں نے غور سے دیکھا
لگا ہی خون عاشق تیرے بے انصاف ناخن پر

دکھائی سیر کوہ قاف ہمکو اس پری رو نے
عجب کیا حاضرات اک اسنے لکھ کر قاف ناخن پر

خجالت کش اُسی پل مردمک چشم بتاں میں ہو
لگے نقطہ سیاہی کا جو اس سفاک ناخن پر

ظفر گر برگ گل کو توڑے وہ نازک بدن میرا
نزاکت سے اثر کرتی ہی رنگت صاف ناخن پر

ظفر آگے مرے سرسبز ہووے کسطرح کوئی
کرے ہے طنز ہر مصرع مرا اب سرو موزون پر

فرہاد مر گیا تو نہین ہے پر تیر سنگ پر | شیرین کی کندہ کرنی تھی تصویر سنگ پر
زانو پہ تیرے غیر کا سر ہو تو کیون نہ پھر | پٹکے سر اپنا عاشق دلگیر سنگ پر
سنتا نہین کسیکے ستائے سے اب یہ | شاید کہ ہے نوشتۂ تقدیر سنگ پر
رگہائے سنگ ہون خط مسطر اگر کرین | احوال کوہکن کبھی تحریر سنگ پر

یہ دل تو کیا ہے سنگ مین روزن ہوائی ظفر
مژگان لگائے اُسکی اگر تیر سنگ پر

کب اشک چشم کی لخت دل کو بہا ہے پانی پر | نہین ہے صاحب کشتی کو کچھ وسواس پانی پر
لب دریا پہ کشتی میکشی کی ہے کہ اہے ساقی | بنا ہے ہر یک حباب بحر جو گیلاس پانی پر
حباب آسا جو تو تو بھرتے ہے ہر دم ہستی | اگر کچھ جنس دم آیا ہے تجھکو راس پانی پر
دل صد چاک میرا آنسوؤن سے یون ہی افسردہ | کہ جون ہوتا ہے پژمردہ گل قرطاس پانی پر

نہین گر صورت اخلاص اس سے تو بلا سے تو
ظفر پڑھ کر قل اعوذ برب الناس پانی پر

سرون مین گریہ اگر ہے ناتوانی پر | فلک نے مین یہ ہو یون جون حباب پانی پر

مطلع ثانی

دیگر

دیگر

کون سیپہ ہی ابر مہ تابان سمجھکر
دیکھون تو ترے رخ کو مین قرآن سمجھکر

آیا ہی لب بام پہ وہ صبح نکلتا
تو چہرہ رخ پہ ای مہر درخشان سمجھکر

افسوس کہ لگتا نہین وہ سینہ سے تیر
اس دل کو مرے آتش سوزان سمجھکر

کرتے ہین سلام آنکے ہر صبح ادب سے
خوبان تجھے سب خسرو خوبان سمجھکر

اور بلکہ جھکاتے ہین سر عجز مہ و مہر
صد چند تری آپ سے اب شان سمجھکر

لایا ہون تری نذر کو لخت جگر و اشک
رکھو دست فرہ پہ دُر و مرجان سمجھکر

گلشن مین مرے غیرت گلزار کے آگے
ہنسنا تو ذرا ای گل خندان سمجھکر

اور تجھسے یہ کہتا ہون کہ آنکھین تو لڑانا
اُس چشم سے ای نرگس حیران سمجھکر

کردے نہ ظفر لال یہان منہ کو کسیکے
کھاتا تو ہے غیرون کے تو اب پان سمجھکر

دیوان اول ظفر

کھینچ مت صید فگن تو دل نخچیر سے تیر
اس نے کھایا ہی کمان کا تری تقدیر سے تیر

قتل عشاق کو ہی جنبش مژگان کافی
کیون لگے رکھنے میان ہاتھ مین شمشیر سے تیر

ای کماندار مین ہاتھو نکے ترے
جا لڑا شہپر مرغان ہوا گیر سے تیر

آہ کیون کر دل حیران سے ہمارے نکلے
چھوٹتا بھی ہی کہین بازوِ تصویر سے تیر

واہ ای جذب محبت کہ مرے سینہ سے
کھینچ سکا آہ نہ ہرگز کسی تدبیر سے تیر

تجھسے ہوگا قیامت کو بت کافر کیش
تو نے مارا ہی مجھے کون سی تقصیر پہ تیر

دیکھنا اُسکے ذرا توسن چالاک کے طور
بھرتا ہی خاک لحد پری وہ خاک کے طور

کرے ہچکچی اگر اُس سے تو تیغی جھڑ جاے
روسکے ابر کب اُس دیدۂ نمناک کے طور

سر بسر زلف بتان سے ہی سدا ربط اُسے
شانہ سان کیون بنو اپنے دل صدچاک کے طور

سر بسر صید دل اپنا ہو نہ کیون وابستہ
حلقۂ زلف وہ ہی حلقۂ فتراک کے طور

دمبدم تیغ بکف ہوتا ہی مجبہر وہ ظفر
کچھ نظر آتے ہین بیدعب بت سفاک کے طور

تیرے دیوانے کو مارے ہین یہ روڑے پتھر
کوہ حبیٹ نام کو لڑکون نے نہ چھوڑے پتھر

عشق وہ سنگ گران ہی کہ کسی سے نہ اُٹھا
کیونکہ بھاری ہی ہر ایک چو کم چھوڑے پتھر

ہاتھ چھاتی پہ جو ہین مینے لگایا تو کہا
سخت کیا ہاتھ ہین تیرے یہ نگوڑے پتھر

کوہکن تو نہ ہوا بانڈ ہو کہ ہمنے بھی یہان
سر سے مارے ہین دیوار کے پھوڑ کے پتھر

سنگ لاخ ایسی غزل تونے یہ لکھی ہی ظفر
سنگے ہو جائین جیسے طبع کے گھوڑے پتھر

بیوجہ نہین کچھ مری تقدیر گلوگیر
اس چشم کے سرمے کی ہی تحریر گلوگیر

قاتل سے گردن کیا دم تکبیر سخن مین
ہی جوہر شمشیر کے زنجیر گلوگیر

یہ تکمہ یاقوت نہین تیرے گلے مین
ہی قطرۂ خون دل دلگیر گلوگیر

شب بستر کمخواب پہ آیا مجھے کم خواب
تیری جو رہی خواب مین تصویر گلوگیر

خدنگ و نبالہ کھایا لیکن نہ لایا شکوہ کبھی زبان پر
کہ بوسہ اُس چشم سرمہ سا کا ہی زہر گویا مری زبان پر

لگا کے باتون مین اُنکو لائین جو حرف مطلب کا کچھ زبان پر
تو ایسی کہدین ٹھکانا جس کا لگے زمین پر نہ آسمان پر

تپ محبت مین سرو قد یہ کہان ہی خشکی مری زبان پر
کہ شکل سوہان پڑ گئے ہین ہزارون کانٹے مری زبان پر

اُٹھائے سوز غم ہر نمط ہین یہ خونکے دعوے کوئی غلط ہین
کہ مثل قط گر خط یہ خط ہین ہنوز باقی ہر استخوان پر

خلش ہی خار خار غم کا رہا تو مرقد پہ میرے سبزا
یقین ہی مانند برگ خرما اوگے گا نشتر کسی زبان پر

کہا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مت ترک چشم کو کر
پر آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہا ے مژگان کے ہر سنان پر

وہ چشم و ابرو تمھارے زیبا کہ قاب قوسین ٹھہرے اولی
یہ خال پیشانی کیون تمھارا نہ فوق لیجائے فرقدان پر

ہمارے سر پر یہ سوے ہامون کہے ہی داغ جنون کہ چلون
چراغ وحشت سرا ہی مجنون کرون مین روشن چراغدان پر

کہان ہی لالہ مگر اپنے خون سے فرہاد | کیا ہی دامن کہسار کو منقش کر
نہین ضرور ہی قالین کہ نقش پا سے تو | زمین کلبۂ غمخوار کو منقش کر
برنگ بیضۂ نوروز عکس چمکون کا | سکھے ہی گوہر شہوار کو منقش کر
وہ پہنین پرہن لاگر لباس گلکاری | تو داغ کھا کے تن زار کو منقش کر
جبین پہ غیرت گلشن تو اپنے خون افشان | بآب زر خط گلزار کو منقش کر

کسی کو بھیجے ہون گر ظفر یہ چھپ چھپلے
تو دو کو سادہ بنا چار کو منقش کر

کھائے بخیہ مین نہ کیون عقل رفوگر چکر | چاک دل دیکھ رفو کی ہی رفودر چکر
عارض و خال سے ہو اسکے نرد کش ہرگز | کھائے گر تا بقیامت مہ و اختر چکر
اثر طالع گردش سے مرے اے ساقی | کھائے گرداب صفت بزم مین ساغر چکر
چرخ فانوس خیالی ہی کہ جسمین شب و روز | مثل تصویر ہر اک کھائے ہی اکثر چکر
گردش نجد سے دون کوہ کو مین چکر یون | جس طرح کھاتا فلاخن مین ہی پتھر چکر
غمزہ و ناز و ادا اور نگہ گردش چشم | تیر و شمشیر ہی اور نیزہ و خنجر چکر
دیکھ کر وہ مجھے آوارہ لگے فرمانے | تیرے پانوں مین ہی یکدست مقرر چکر
نہ دیا مجھکو فلک نے نہیں مرد کبھی قرار | خاک کو روز بگولے مین ہی یکسر چکر
آسیا کی طرح اب غور سے گر دیکھو ظفر | کھاتے گردش سے زمانے مین ہی پتھر چکر

وفور اشکوں کا ہی ہمارے نکلتے نالوں مین ہین شرارے
نہ کیونکر ہوں عشق پر یہ جھاؤ زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

پھپھولے پانوں مین ہین نمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
نہ دیکھین دیوانے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

ذرا جبین عرق فشان پر تو اپنی افشان دکھادے چنکر
کہ تا نظر آئین ماہ پیکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

نہ سبزہ گل پہ جوش شبنم نہ چمکے جگنو ہوا پہ ہر دم
نظر سب آتے تجھے مجھکو یکسر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

ادھر تو فوارے چھٹتے ہین وہان ادھر مین اشجار پر چراغان
نئی ہی سیر اک چمن کے اندر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

زمین نہایت ہی تھی یہ مشکل ظفر ہی استاد پیرو کامل
غرض دکھائی دیئے بٹھا کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

بجز انگور کب راضی ہوں ہم جنت کے جانے پر
تاسف کو ہکن کے بار کوہ غم اٹھانے پر
ترا گو سیر اک شانہ تھا اب ہی غیر کا مسکن
اثر دیکھا ترا ای گریہ وہ بیداد کستا ہی

رکھے ہی مرغ روح میکشان تک آب دانے پر
ٹپکتا تھا یہ سر شیرین کے سنگ آستانے پر
تسلط زاغ نے پایا ہما کے آشیانے پر
کہ مجھکو آگ لگتی ہی ترے آنسو بہانے پر

دیگر

ہی تری نزاکت مین کمر بال برابر
بن جاتی بیان فرق ہو گر بال برابر

چاک کرتے ہین جو ناخون کے بھیڑونکا جگر
مجھکو یہ عشق ہی البتہ کہ کھلا دون انکو
تیلیان پلکین ہین اور چشم ہے جون کا لک
ہو کے اس کھیل مین دل صید یون مین الیسے
اتفاقاً کوئی گر ابنین پہنچ کہ گٹ بھی جاوے
کھدر وصید ہی کہ تو خوش ہو لیا ہوتا ہے
انکھین کیا کیف کی حاجت ہی پھر کیف ہی تی
لشر طائر بھی انکھین دیکھکے کہتا ہی کاش

تیر جو کرتے ہین یہ خنجر منقار بٹیر
کھائین گردانہ کی جا گوہر شہوار بٹیر
گر رہین آنکھون مین یہ مرغ نظر دار بٹیر
دام صیاد مین ہون جیسے گرفتار بٹیر
سبزہ دین جو لڑا میرے طرفدار بٹیر
ہاتھ اندھی کے اگر آگئی اکبار بٹیر
چشم خوبان کی طرح کیفی و سرشار بٹیر
دیوے مجھکو بھی بنا خالق دادار بٹیر

بات مردون کی ظفر ایک ہی کب سنتے ہین
آدھا تیتر کہین آدھا کہین گر یار بٹیر

ہین ترے ای رشک گل رشک بہار
داغ بر دل ہون مین سوز ہجر سے
ہون گرفتہ دل برنگ غنچہ مین
اب تمھین ہی مثل موج آب جو
مین ہون آوارہ برنگ بوے گل
ہوتا اس گل کو نہین مطلق اثر

نوک سبزہ چشم مین ہی نوک خار
کیا خوش آوے مجھکو سیر لالہ زار
ہی روش گل کے جگر میر افگار
ہاتھ مین میرے عنان اختیار
ایک جا ہرگز نہین مجھکو قرار
مثل بلبل کر چکا نالہ ہزار

دوہا

ظفر نہین ہی کسی وجہ ... [illegible]
ہم چاک ہو گا تمھارا ... [illegible]

دوہا

[illegible]

دیگر

چھیڑے چوبی کو جو اس بیدادگر کی پشت پر
کیون نگین کو پڑے نہ اس آشفتہ سر کی پشت پر

بستر گل پر جو وہ سویا تو پھولون کے نشان
نازکی سے پڑ گئے اُس سیمبر کے پشت پر

ماہ کے پیچھے نہ دیکھا تھا کبھی ابر سیاہ
پر سپر کو دیکھا اس رشک قمر کی پشت پر

ناتوان ہون مجھکو یارو اُس گلی مین لے چلو
تم بٹھا کر توسن باد صبا کی پشت پر

مال احمق کے لیے گر ہو سوا یہ چاہیے
اور بھی لاد اندیادہ بوجھ خر کی پشت پر

پیچھے آنسو کے نہین لخت جگر اک راہرو
ہو روان گٹھری لیے رخت سفر کی پشت پر

کھل گیا جوڑا جو بالون کا تو بل سے ناز کی
پہونچا اک صدمہ مظفر اس موکمر کی پشت پر

ای ظفر جامۂ گل پر نکرے ناز کبھی
دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہار

فرہ ہی خنجر ابروے دلبر کے تلے خنجر
بنایا صانع قدرت نے خنجر کے تلے خنجر

نگہ پھیرے اگر اپنی جو صیاد جفا پیشہ
تو پھر جائے نگاہ صید مضطر کے تلے خنجر

وہ تیری سخت جانی دیکھ کر جھنجلا گیا ہیہات
کہ توڑا سنگدل نے رکھکے پتھر کے تلے خنجر

ہمارا خون نہیں ایسا کہ چھپ جاوے ای قاتل
چھپائے تو اگر دامان محشر کے تلے خنجر

کہ بھی کھول کر مرد سپاہی اسطرح سووے
بغل میں ہو اگر تلوار تو سر کے تلے خنجر

فلق سے ہجر کی شب کاٹ ہی ڈالوں گلا اپنا
اگر معلوم ہو رکھا ہی بستر کے تلے خنجر

نظر اُس مہروش کی دیکھیے کس کس کی گردن پر
ظفر ہر روز پھیرے چرخ اخضر کے تلے خنجر

ہر آشنا سے ایسا ہی اب آشنا کا طور
دو دن میں جیسے بگڑے ہی رنگ حنا کا طور

تیرے مریض عشق کی ہو کیا شفا کا طور
نے کچھ دوا کا ڈھنگ نہ ہی کچھ دعا کا طور

ہونگے فتنے کتنے ہی پیدا جہان میں
گر ہی یہی تری نگہ فتنہ زا کا طور

مانند موج ہم ادھر آئے ادھر گئے
کس طور سے ہو بحر فنا میں بقا کا طور

رکھتا ہی تیرے زیر قدم سر قدم بہ چشم
سیکھا ہی خاک پا نے تری نقش پا کا طور

واعظ جو اس کے جی میں ہی وہ جو میں کہاں
شوخی کی طرز ناز کا شیوہ ادا کا طور

[illegible]

مارے پتھر مری تربت پہ ظفر یہ اُسنے
کہ گیا صدمے سے تعویذ سر تربت جھڑ

دل مرا اڑا لے یل عشق نہ کس رنگ مروڑ
پنجہ رستم کا بھی ہو وے جو دم جنگ مروڑ

ذبح کرتا ہی تو کر لیکے چھری ای صیاد
لیک مت گردن مرغان خوش آہنگ مروڑ

شکن زلف کے مانند تری ای نو خط
لکھ سکے کب قلم مانی ارژنگ مروڑ

رو کش اُسکے گل رخسار سے یہ ہوتا ہی
دے صبا کیونکہ نہ گوش گل خوشرنگ مروڑ

ایک دریا ہے ہنسکو ہے نہ بچو رہے بچو رہے ہم
دامن تر کو ترا عاشق بے ننگ مروڑ

ہاتھ پکڑیں جو تصور ہی سے بھی تو وہ کہوے
تو مرے ہاتھ کو اتنا بھی نہ بیڈھنگ مروڑ

ہے یہ جوں طفل دبستان محبت میں ظفر
پھینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مروڑ

ردیف زای معجمہ

بشر کو کیوں ہو پریشاں نشیب و فراز
کہ دم کے ساتھ ہی دم بہار نشیب و فراز

فلک عروج و تنزل سے اک زمانے کو
دکھائے ہی روش نرد باں نشیب و فراز

کیے ہی جائے ہی راہ فنا کو طے ہر دم
سمجھتی کچھ نہیں عمر رواں نشیب و فراز

حضیض و اوج میں سیارہ ہیں ستارے بھی
دکھاتا کسکو نہیں آسماں نشیب و فراز

کہوں بگولے کو کیا خاک میں ملیا گرد
کہ میری طرح سے دیکھے کہاں نشیب و فراز

دیگر

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

[illegible]

خواب مین اُسکی جو لین رخ کی بلائین ہین نے	پیچ کھاتی ہی بڑی زلف گرہگیر ہنوز
منفعل کیون نہو تقصیر پر اپنے قاتل	شمع کے پانو پہ سر رکھے ہی گلگیر ہنوز
تکمہ یاقوت کا ہی اُسکے گریبان مین کہان	قطرۂ خون ہی کسی کا یہ گلوگیر ہنوز
جلوہ گر ماہ نہین واہ رے افعی فلک	مُنہ سے رکھتا ہی لگائے قدح شیر ہنوز
کون کہتا ہی معلق ہی یہ سقف گردون	کہکشان کا ہی لگا اس مین تو شہتیر ہنوز
وہ ترا طالب دیدار ہوا صید فگن	وار ہے کیون نہ بھلا دیدۂ نخچیر ہنوز
کون وحشت زدہ ہی رقص کنان زندان مین	صورت چشم سراپا ہی جو زنجیر ہنوز

غیر تقدیر نہین ہونے کا وصل دلدار
ای ظفر تو ہی عبث در پی تدبیر ہنوز

ہوا غم سے دل ناکام لبریز	مئے غم سے رہا یہ جام لبریز
مین وہ مے نوش ہون پی جاؤن گر ہو	سبوے چرخ مینا فام لبریز
ترے ہاتھون سے جام بادۂ عیش	رہا کب گردش ایام لبریز
حنائی کیون نہو وہ دست صیاد	کہ خون صید سے ہی دام لبریز

ظفر اشکون سے اپنا کاسۂ چشم
رہے ہی صبح سے تا شام لبریز

گر خوشی اس دل مغموم سے چاہی آمیز	وصل مین ہجر تو مت کیجو الٰہی آمیز

[illegible]

ہو سخط کب ہی لاگر دیہ اُس گال کے سبز
ڈوکے صیاد نے ہین رنگ دیے جال کے سبز

جھم گیا گوشۂ ابرو پہ نہین کچھ وسمہ
پھول ہینے کے ہین اس تیغ کی تہنال کے سبز

کیون پسند آتے نشیمن نہ ہین قوس قزح
واہ تحریر کھینچی یا بس ہی کیا لال کے سبز

تیرے عارض پہ خط سبز ہی یا آئینہ
ہو گیا عکس سے طوطی کے پر و بال کے سبز

تیرے بیمار کا کیا چارہ کرے کوئی طبیب
زنگ ہو جاتی ہی بس سنتے ہی احوال کے سبز

باندھی مدت مین جو جڑی و نیکی مجنون نے ترے
پھر ہوا دشت جنون بعد کئی سال کے سبز

اس زمین مین کوئی پڑھو اور غزل بھی رنگین
ہو سخن کس کا ظفر آگے ترے فال کے سبز

سنگ سرمہ نے کیا یون نگہ یار کو تیز
جس طرح سنگ فسان کرتا ہی تلوار کو تیز

پا برہنہ ترا وحشی جو سر دشت آئے
تو کرے باد صبا خار سے ہر خار کو تیز

گل اُسے دیکھ کے دیوانہ ہوا ہی قصداً
بلبلین کیون نہ کرین نشتر منقار کو تیز

نوک سبزہ کی نہین کچھ سر مہمیز سے کم
پھر کیا توسن وحشت کی جو رفتار کو تیز

نگہہ یار غضبناک نہ ہوا دل کی ہنو
کہ دوا دیجے نہ اسطرح کی بیمار کو تیز

قیمت نیم نگہ دیتے ہین عاشق دو جہان
کر دیا عشق نے یہ جنس کے بازار کو تیز

اے ظفر دیکھتے کیا ہو کہ وہ سفاک جہان
آج پھر دیکھتا ہی اپنے گرفتار کو تیز

بے تمیزی ہی یہانتک کہ زمانے مین ظفر
نہ وہ تعظیم سی شئی ہی نہ وہ آداب سی چیز

ردیف سین مہملہ

دل مرا لیکے کیا آپ نے واپس اجی بس — حوصلہ دیکھ لیا آپکا بس بس اجی بس
ہمکو رخصت ہو کہ بس آپکی صحبت سے شریک — رات دن رہنے لگے سب کس و ناکس اجی بس
ہو چکا سیر طبیبون سے مریض غم ہجر — جاؤ کیا دیکھتے ہو گرمی ملمس اجی بس
ضعف سے بیٹھ گیا جون روش نقش قدم — اُٹھ چکا آپکے کوچے سے وہ بیکس اجی بس
ناصحو کیجیے یہ پند و نصیحت موقوف — بس مین دل اور کے ہی پیر انہین بس اجی بس
کیون مقابل ہوئے تھے حضرت دل عشق سے تم — ہو چکا آپ کا اتنے ہی مین دم کس اجی بس
ہم بھی رکھتے ہین زبان منہ کو سنبھالو اپنے — گالیان دیکے چلے اک بوسہ پہ من دس اجی بس
پوچھو مت حضرت ناصح مرا آکے احوال — سنکے مغموم ہو خاطر اقدس اجی بس
تار زنّار کا جو باندھا تو نہ توڑا ہمنے — ہمسے ہر چند وہ کہتے رہی ہنس ہنس اجی بس
خاک اُس در کی ہی اپنے تن عریان کا لباس — ہمہ مون چاہیے کیا مخمل و اطلس اجی بس

بنجہ یار کے باندھو گے مضامین کب تک
ای ظفر سن چکے ہم بند مخمس اجی بس

مژگان سے کس کی چبھو گئے نشتر جگر کے پاس — روزن جو سکڑون ہین برابر جگر کے پاس

دیگر

چشم کے گرد نہین حلقۂ مژگان اسکے
آتے ہین لوگ عیادت کو یہ بیمار کے پاس

دیکھ ای ابر بہاری تو نہ کر ہمچشمی
لعل و گوہر ہین مرے دیدۂ خونبار کے پاس

مبتلا گل پہ جو ہو رہا ہو تو کچھ دور نہین
دیکھو ہی داغ جگر میرے دل زار کے پاس

منکشف کیون نہو آثار محبت تجھپر
قبر عاشق کی ہی ظالم تری دیوار کے پاس

حلقۂ زلف اس ابرو کے نہو کیونکہ قریب
رکھنی قاتل کو سپر چاہیے تلوار کے پاس

سوزش عشق مین دل کیون نہو بیتاب ظفر
جانے دیتا نہین کوئی مجھے اُس یار کے پاس

آبلہ پیدا ہوا داغ دل مضطر کے پاس
چاہیے تھا واقعی شیشہ بھی ہان ساغر کے پاس

مطلع ثانی

زلف آشفتہ نہین خال رخ دلبر کے پاس
شاخ سنبل باغ مین طرفہ ہی نیلوفر کے پاس

جیسے دل کے متصل رکھتا ہون مین تصویر یار
اوس ہی صورت کا جلوہ ہی خدا کے گھر کے پاس

دل عشق نے دیا ہی ای بت کافر تجھے
لعل کی کیا قدر ہو جب تجھ سے ہو پتھر کے پاس

ہین تو سایہ سے بھی اُسکے مانگتا ہون الحذر
ہو جو دیوانہ سو جاوے اُس پری پیکر کے پاس

ابر کی کیفیتین خالی ہمین بھاتی نہین
بادۂ گلگون سے شیشہ رکھ دے ساقی ابر کے پاس

زلف کے کشتہ کا تیرے ہی جہان مدفن ہا
جا نہین سکتا کبھی کالا ابھی مارے ڈر کے پاس

آفرین تجھکو ظفر ہو کیون نہ شاگرد نصیر
اس غزل کو جا کے پڑھ ہر ایک ایسے استاد کے پاس

جلد اول دیوان ظفر

دیگر

ای ابر شتاب آنہ کم تابی کو تو اُس کے	کرتا ہی صدا نالہ دل مضطر طاؤس
جو داغ بدل ہو وہ ہو سلطان محبت	رہتا سر طاؤس پہ ہو افسر طاؤس

داغون سے ظفر کیونکہ نہ ہر پر پہ ہو مہر ین

صیاد جفا پیشہ پہ محضر پر طاؤس

پہ نچھکر اشک وہ کہتے رہے ہر بار کہ بس	ہنسنے پر باندھ دیا رونے کا یہ تار کہ بس

مطلع ثانی

ہم ہو کے شب کو یہ نالان پس دیوار کہ بس	کھول کر غرفہ لگے کہنے وہ ناچار کہ بس
خوف آتا ہی ترے عہد مین ہو بات کو دیکھو	کیا نکالے ہی زبان اپنی سیہ مار کہ بس
جان و دل تاب و توان ہوش و خرد صبر و قرار	لیجئے اور بھی کچھ ہی تمھین درکار کہ بس
دیکھتا ہی نہین تصویر کو جا یوسف کی	اُسکے ہی حسن کا البتہ یہ بازار کہ بس
ہاتھا پائی مین جو کل ٹوٹ گیا ہار اُنکا	اس قدر ریزے گرے گوہر کے ہار کہ بس
ہوگیا سینہ مشبک ترے تیرون سے تمام	کہ تری مرضی ہی کیا اور بھی ای یار کہ بس
جام و مینا و سبو کیا ہی چڑھا جاینگے خم	ساقیا منھ سے نہین کہنے کے میخوار کہ بس

ای ظفر دل ہو نہ کس طرح سے مضطر کی طرح

آج اس طرح کا دیکھا ہی طرحدار کہ بس

...ے سب جا کر اگر یہان وہ نہ آئے افسوس	واقعی سچ ہی کہ یہ جا ہی جا افسوس

کب بزم انبساط ہم اُس سیمیں دہن کے
ہی غنچہ ایکبود جو چرخ کہن کے پاس

اے دل کیا ہی خضر نے یہ جاہ پر گذر
تحریر خط سبز نہیں اُس ذقن کے پاس

پھولے نہ پیرہن میں سمائیں گے مثل گل
پہونچے گر اپکی اُس بت گل پیرہن کے پاس

اپنا تو بعد مرگ بھی ہی عالم جنون
سوزن کا کام کیا دے چاک کفن کے پاس

تحریر مسی کی وہ دندان ہی خوشنما
کیا طرفہ نیلوفر ہی کھلا یاسمن کے پاس

دیکھے اگر ترے قد دلجو کو باغ میں
قمری نہ بیٹھے آنکے سرو چمن کے پاس

ہیبت سے ہو دو نیم وہیں سینہ جرس
آئے کبھو جو میرے دل نعرہ زن کے پاس

اس بحر میں اک اور غزل پڑھیے اے ظفر
رکھتا ہی کون دل سے یہ موتی سخن کے پاس

زلف آگئی صبا سے وہ خال دہن کے پاس
مار سیاہ کھیلے ہی کیا اپنے من کے پاس

دل میں نہاں ہی حسرت نظارہ چمن
صیاد رکھ قفس کو ہمارے چمن کے پاس

ابرو کے پاس تل نہیں کاجل کا ہی بنا
یہ حلقہ اسپر ہی بت تیغ زن کے پاس

کل وہ گلے جو عاشق بیمار کے لگا
ق اُسکی طپش کی گرمی جو پہونچی بدن کے پاس

بولا کہ مجھکو تاب نہیں اب یہ حال ہی
شب جیسے شمع جلتی ہی شمع لگن کے پاس

گر جاؤ تنگ دہر سے غم ہی تو اے ظفر
گر جا کے التجا شہ خیبر شکن کے پاس

آسنے دیتا نہیں ظالم مجھے دیوار کے پاس

ردیف شین معجمہ

بھولا نہ مجھے یہ کبھی اس یاد کو شاباش
شاباش ہمارے دل ناشاد کو شاباش

ہر روز ستم تازہ ہی ہر روز نیا ظلم
ای شوخ ستمگر تری ایجاد کو شاباش

گویائی اگر ہوے لب زخم جگر کو
اتنا کہے اس خنجر بیداد کو شاباش

نازک ہی تو کس کام کا نا صاف ہی گر دل
فولاد بنا آئینہ فولاد کو شاباش

الحمد للہ کہ ہوئی اتنی تو تاثیر
کہتے ہین وہ سنکر مری فریاد کو شاباش

یہ قتل کا ہی شوق کہ اڑ جاے اگر سر
پیدا ہو صدا حلق سے جلاد کو شاباش

مرغ چمن قدس کو اس دام سے کیا کام
پر کھینچ ہی لایا مجھے صیاد کو شاباش

کیا طرز وفا عشق سے سیکھا ہی دلا واہ
شاباش تجھے اور ترے استاد کو شاباش

مر مر گے ہوے داخل جنت نہی آدم
پر چھوڑ نہ جانے پدر اولاد کو شاباش

آسان نہین سنگ پہ سر مار کے مرنا
کیا کام کیا عشق مین فرہاد کو شاباش

ہین لاکھون خیالات ہین فکر سخن اپنا
تیری ظفر اس طبع خداداد کو شاباش

بالش کہان ہی اور کدھر شوخ سنگ فرش
ہی خشت جا تکیہ ہمین اور سنگ فرش

بستر پہ کیون تڑپ کے نہ شب کو کرون سحر
تجھبن ڈالے ہی مجھے کیا کیا ترنگ فرش

سیکھی ہی آہ کس سے شرارت یہ شمع بزم
شب کر دیے ہو تو نے جلا کر تنگ فرش

ساقی پہونچ کہ چادر مہتاب نے کیا
کیا چاندنی کا چرخ پہ یہ بیدرنگ فرش

نقد دل لیکے دیا بوسہ لب کیا کھینچے
خود لگا کہنے کہ ہوں لعل بدخشاں فروش

بدعت تیر قضا جلد کہیں ہو یارب
جتنے ہیں کوچہ دلدار میں پیکاں فروش

روز و شب قرص مہ و مہر لیے پھرتا ہے
ای ظفر کیوں نہ فلک کو کہیں ہم ناں فروش

وہ چشم ہو کیونکر سحر و شام فراموش
میں مست ہوں مجھسے ہو کہاں جام فراموش

ہو جس سے کہ ایکبار مرا نام فراموش
وہ یاد دو عالم سے ہو ناکام فراموش

کس وجہ سے جاوے یہ پریشانی دل آہ
ہوتی نہیں وہ زلف سیہ فام فراموش

لے سر پہ وبال اپنے اسیروں کا صیاد
اتنا بھی نہ ہو رکھو کے تہ دام فراموش

جس کام کو آئے تھے یہاں ملک عدم سے
افسوس کہ وہ مجھسے ہوا کام فراموش

اک ہیں بھی ترے دور میں ہوں ندسبو کش
تو مجھکو نہ کر ساقیِ گلفام فراموش

ہو یاد ترے کعبہ رو کی نہ مجھے کیوں
کافر ہوں جو دل سے کروں اسلام فراموش

اس نرگس مخمور کا رکھتا ہوں تصور
ہے جیسے خیال گل بادام فراموش

آرام و قرار و خرد و ہوش وہی ہے
کیونکر ہو ظفر دل سے دل آرام فراموش

نہیں قمری کی طرح سرو گلستاں پہ غش
شکل پروانہ ہوں اس شمع شبستاں پہ غش

نہ تو سنبل پہ ہوں میں اور نہ ریحاں پہ غش
میں ہوں اس گل کی خط و کاکل پیچاں پہ غش

[illegible]

رکھتا ہوں سدا ہجر میں بھی وصل کا میں ذکر
گو عیش نہیں پر ہی زبان پر سخن عیش

سیکھے کوئی رندان خرابات نشین سے
ہی زاہد بیچارہ کب آگاہ فن عیش

ساقی کے لب لعل پہ گرمی سے نشے کی
ہر قطرہ عرق کا ہی سہیل یمن عیش

کیا بادہ کشی کیجیے کہ سنگ ستم چرخ
ہی خم شکن عشرت ساغر شکن عیش

ہو روبرو اپنے جو اگر شمع رخ یار
کس طرح سے روشن ہو ظفر انجمن عیش

دکھادے اپنی جو وہ رشک آفتاب تراش
تو آئینہ کی ہو غیرت سے غرق آب تراش

جو تیری چشم سے رکھے خیال ہمچشمی
تو تیغ موج سے ڈالے سپہر حباب تراش

ہماری بات کو ہر دم جو کاٹ دیتے ہو
کہاں سے تمنے نکالے ہیں یہ جواب تراش

ترے لیے فلک ای شہسوار توسن ناز
دکھائے ہی مہ نو صورت رکاب تراش

زبان دراز نہایت ہی شمع ای گلگیر
تو اسکے بزم میں اسکی زبان شتاب تراش

نہ کر تو مشق ستم میرے صفحۂ دل پر
قلم تراش سے ای شوخ پر کتاب تراش

ظفر مدام یہ ساقی سے اپنے کہتا ہو
بلور کا تو دکھا ساغر شراب تراش

گھر میں اسکے جاکے پھر کس کو رہے ہی آگہی
نہ خبر تن کی رہے ہی اور نہ ظالم دل کا ہوش

سیج پر بیٹھو تو کی ہاں سیاہ تو اور کس کو تاب ہو وہ
مجھکو بیان درد جدائی سے نہیں بستر کا ہوش

[illegible]

نبض پر رکھتے ہی انگشت پھپھولا پڑ جاے	ای طبیبو وہ بلا ہی تپ ہجران کی طپش
نہیں معلوم یہ کیا عشق کی ہے سوز کی آگ	پھونکے دیتی ہی مجھے میرے دل وجان کی طپش

لکھو یہ تبدیل ردیف اور غزل گرم ظفر
جسکو ہو سنکے زیادہ دل یاران کی طپش

جگر و دل مین ہے وہ نشتر مژگان کی خلش	نہ سنان کی جسے پہنچے ہی نہ مژگان کی خلش
بن ترے بستر گل پر مجھے حق مین ہی وہ گل	ہر رگ گل مین ہوا خار مغیلان کی خلش
دیکھنا جوش جنون ہی مرے سینہ پہ سوا	نیش زنبور سے بھی تار گریبان کی خلش
تن پہ ہر مو ہی مرے نشتر زہر آلودہ	دل مین جسدم سے ہی نیش غم جانان کی خلش
تم ہو اور غیر مین اب وہ ہی گلگشت چمن	ہم ہین اور آبلہ اور خار بیابان کی خلش
گونج بالی کی مرے دل مین چبھی ہی جسطرح	نیش کژدم مین ہی کاہیکو اس عنوان کی خلش

ای ظفر نشتر الماس سے بھی ہی افزون
دل عشاق مین خار غم ہجران کی خلش

مغان اگرچہ ہی یہ موسم بہار تو خوش	بغیر بادہ نہون ایک میگسار تو خوش
خوشی سے ہنستے ہین گل گرچہ روتی ہی شبنم	بلا سے ایک ہی ناخوش کہ ہین ہزار تو خوش
پھرا نہ ملک عدم سے کوئی ہزار افسوس	کہ اس سے پوچھے بتلاؤ ہینگے یار تو خوش
ہوے وہ داغ جگر دیکھکر مرے برہم	وگرنہ آئے ہی یان سیر لالہ زار تو خوش

قسم خدا کی وہ ہی تیری شوخ و تنگ تراش
کہ بت تراش نہ ایسا نہ کوئی سنگ تراش

جو اس طرح سے ہی مشق ستم تجھے منظور
قلم کی طرح مرے سر کو خانہ جنگ تراش

اگرچہ حور و پری حسن میں ہیں آپ مشہور
وے لے کہاں ہی تمہارا سا رنگ ڈھنگ تراش

کہاں ہیں قطرۂ خون چشم میں کہ عشق اسکا
یہ لایا موتی کے دانے ہیں ایک رنگ تراش

جو اُسکے ناوک مژگان کا وصف لکھتا ہی
تو ای ظفر کوئی تو خامۂ خدنگ تراش

کیوں نہ یہ سنکر کھڑے ہوں باغ میں بلبل کے گوش
صبحدم شبنم سے یکسر بھر رہے ہیں گل کے گوش

مُنھ سے کیا اپنے نکالیں بات ہم ڈرتے ہی
ہیں لگے رہتے ادھر کو اندنوں تو تجھ کے گوش

یا تو ای زاہد ہمیشہ چار قل سنتے تھی ہم
یا لگے رہتے ہیں اب آواز قلقل کے گوش

گوش بر آواز ہیں غماز یار روز و دن
ہو سکے تو بند کر دو اسکے تم چل چل کے گوش

ہو وے زیور کا تحمل کیونکر اُسکے کان میں
تو میں جسم نازک بدن کے بوجھ سے کاہل کے گوش

چشم میگوں ہے نہ اُسکی ہو سکے ہم چشم دیکھ
ساقیا تو کھول دے محفل میں یا جام و مل کے گوش

ای ظفر اک بات میں مقراض فکر تیز سے
کترے ہی وقت سخن تو طالب آمل کے گوش

نہ مجھکو عشق میں ہی جانکا نہ تن کا ہوش
اگرچہ ہی تو ہی اپنی ہی گلبدن کا مدہوش

کیا جو مار کے دفن اُسنے مجھکو کھیت میں
غضب ہی تھا کہ قتال تیغ زن کا ہوش

خیال چھوڑ دے دنیا کا کیجے دین کا فکر | تلاش اُدھر کی ہی کیا چاہیے ادھر کی تلاش

جسے تلاش ہی مضمون کی جانتا ہی وہ
کہ ہی تلاش سے سبکی جد ظفر کی تلاش

کرتے ہیں بہت صاحب تدبیر پس و پیش — پر دیکھیے کیا کرتی ہی تقدیر پس و پیش
دل پہلے پھنسا زلف میں جا چھیڑ کے پیچھے — دونوں ہو گئے وابستہ زنجیر پس و پیش
جب تک کہ رہا دم قدم دل سے ہے راہی — آہ سحر و نالۂ شبگیر پس و پیش
کہ دیکھو قاصد کہ نہ تھے ہوش ٹھکانے — کچھ خط میں اگر حرف ہوں تحریر پس و پیش
دم جائیگا ساتھ اُسکے پڑا ہی رگ کوئی دم — شاید ہو ترے باعث تاخیر پس و پیش
پیکاں ہی سر پشت سر سینہ ہی سو فار — کیا خوب برابر ہی ترا تیر پس و پیش
ہر روز ترے ساتھ ہی ای سرو خراماں — سایہ کی طرح عاشق دلگیر پس و پیش

دل جنکا ہی روشن وہ ظفر صورت خورشید
یکساں ہی سدا باعث تنویر پس و پیش

ہر طرح غیر کی دلجوئی ہی معقول چہ خوش — جیسے ہر بات پہ بدخوئی ہی معقول چہ خوش
بات معقول کہوں میں تو کہے فرمودہ — تو اتالیق ہوا کوئی ہی معقول چہ خوش
دل ہوا اُسکا سوا اور مکدر جیسے — گر دکھیں گریہ نے کیا دھوئی ہیں معقول چہ خوش
جو نہ کہنا تھا کہا منہ سے وہ تم نے ہمکو — واہ کیا آپ کی کم گوئی ہی معقول چہ خوش

عجب طرح کا زمانہ یہ آگیا ہی ظفر
کسی کے ساتھ کسیکو نہین ذرا اخلاص

جو دیکھے داغ دل خانمان خراب کا قرص
تو جل کے سوختہ ہو جاے آفتاب کا قرص

ہمارے مردمک دیدۂ پر آب کو دیکھو
بھنور کا بحر مین کیا ہی ان آب و تاب کا قرص

تپ فراق بن اس سے ہمیں کچھ دو مجھکو
بجاے قرص طباشیر ماہتاب کا قرص

یہ نرگس چشم بتان کے سپر ہی پہلو مین
نہین ہی حلقہ گیسوے مشکناب کا قرص

نہ کیونکہ قوت دل ہو ظفر کہ وہ گلرو
بناکے دے مجھے وہ صندل و گلاب کا قرص

بھری تھی ساغر مین رات ساقی نے ایسی خوشبو شراب خالص
نہ اسکو پہونچے ہی مشک خالص نہ اسکو پہونچے گلاب خالص

اس آرزو مین کہ اُسکے پانون کے چھلے کوئی مجھے بنادے
ادھر تو ہی سیم ماہ خالص اُدھر زر آفتاب خالص

حلاوت اُس شیرین لعل لب کی نہ پوچھو تو کیسی ہی یہ شیرین
کہ جو کوئی انگبین خالص کو گھولدے لیکے آب خالص

دل شکستہ درست میرا نہو وے کیونکر کہ ہاتھ آئے
تمھارے بوسہ کے خال مشکین کے مومیائی شتاب خالص

رات دن سولی پہ ہون بیٹھا دمین منصور کی
کسلو ای فاختہ ہی سرو چمن زار کی حرص

روغن آتش کو بجھا سکتا نہین ہی ہرگز
لقمہ اجر سے جاتی نہین پرخوار کی حرص

پیش نسیان نکرے وال انہار طلب
ہو صدف گو نہ اگر گوہر شہوار کی حرص

ہین فقط داغ جگر عشق کی دولت کافی
تیرے عاشق کو نہین درہم و دینار کی حرص

قبل سے اور بڑھا شمع کا شعلہ دیکھو
سر کو کٹنے پہ نہین کٹتی ہی زردار کی حرص

بیٹھنے دیتی ہی کب گنج قناعت مین ظفر
ایک دشمن ہی یہ دنیا کی طلبگار کی حرص

ردیف ضاد معجمہ

لب نکالین گے ترے لعل یمن پر اعتراض
زلف ہی کرتی ہی کیا مشک ختن پر اعتراض

ہنسنے کی ہی جا کلی اور اسنے کی خار اکئی
واجبی ہی گر کرین ہم کوہکن پر اعتراض

لا کے پیچ و تاب کہائے موج دریا پر کہان
کر سکے اس آستین پر شکن پر اعتراض

ہو کے پھر صبح قیامت پر قیامت آشکار
گر نکالے کچھ مری خاک کفن پر اعتراض

شاخ سنبل سے نکالے شاخسار زلف گر
قد ترا کرنے لگے سرو چمن پر اعتراض

بانٹے گنبد اگر اکی ہی دود آہ سے
لا کھو نکلین خیمۂ چرخ کہن پر اعتراض

آج کس اہل سخن کو اسقدر مقدور ہی
کر سکے جو ای ظفر تیرے سخن پر اعتراض

بت کشمیر کے آیا جو نہیں طرف سے خط
کھل گیا راز یہ ہین شاید کہیں یہ برق سے خط

باندھتا ہی اُسنے کبوتر کے پہ شاید ہمدم
لکھ کے بھیجا ہی جو خوانے تیغ سے خط

عمر کی صرف اسی بحث مین تونے ناداں
لکھنا آتا ہی کوئی تجھسے او خنجر سے خط

ہمدموں آہ مرا دل ہی اسی غم سے نڈھال
نہ پڑا تن پہ جو تیغ بت کم ظرف سے خط

چشم پرخوں نے تری خانۂ مژگاں سے ظفر
دیا گلزار رقم خان کے ہا حرف سے خط

کس طرح جا کے کیجیے جاناں سے اختلاط
جب تک مجھے نہ اُسکے ہو دربان سے اختلاط

مانند موج جیسے ہی چین بر جبین وہ ہی
اس آستین کو دیدۂ گریاں سے اختلاط

کس رو نہ چمکے آہ مری برق ساں کہ ہی
اس حسن کو ہی آتش سوزاں سے اختلاط

ہیہات مثل گل نہ کسی رنگ ہو رفو
دست جنوں رکھے ہی گریباں سے اختلاط

اس وسعت زیر زلف کے کیونکر پھر گرد
پروانے کو ہی شمع شبستاں سے اختلاط

ملتا ہی دل مرا رخ روشن کو یوں ترے
جوں ہو چکور کو مہ تاباں سے اختلاط

صد چاک دل یہ اُلجھے نہ کاکل سے کیونکر
رکھتا ہی شانہ زلف پریشاں سے اختلاط

تا تک سکے شکل بصورت آئینہ طلعتاں
مجھکو ظفر رہے دل حیراں سے اختلاط

...نے لکھا ہے تو کہیں اُسے تدبیر سے خط
یا الٰہی وہاں پہونچے مری تقدیر سے خط

دیگر

غلامی کا ظفر فخر جہان کی
لکھا ہمنے تو بے آرسے سبلے خط

آج مین نے جو لکھا تھا تجھے تدبیر سے خط
شکر تو خط کہ وہ پہونچا مری تقدیر سے خط

ای پری رو یہ ہی خط کش ترے دیوانے کا
تو نے دروازہ کے باندھا ہی جو زنجیر سے خط

خط کے پڑھتے ہی پڑین تارے دل مین سوراخ
اس کماندار نے لکھا قلم تیر سے خط

کر دیا تیغ نظر ہی نے تری کام تمام
گو کہ قاتل نہ پڑا جسم پہ شمشیر سے خط

نامہ بر خط کے جو آتے ہی بجو آیا مرا الٹا
کیا لکھا اسمین یہ خالی جو ہی تاثیر سے خط

خطا یہ خط آنے تجھے تو اتر تلک تو وان سے
نہین معلوم کہ آیا نہین کیون دیر سے خط

ای ظفر کیونکہ نہ سمجھے اسے عاشق ایمان
رخ وہ مصحف ہی تو کچھ کم نہین تفسیر سے خط

اس نے برہم ہو جو بھیجا ای دل افسردہ خط
مثل گل ہم دیکھتے ہی ہو گئے پژمردہ خط

قاصدون کی ہی شہادت گاہ محبت کی گلی
وان تلک لیجائیگا کس کا ہی یہ دل گردہ خط

میرے سینہ پر وہ رکھدینا کفن مین بعد مرگ
ہو گیا آگ ان مین بس کاغذ نم خوردہ خط

نامۂ جانان کے پڑھتے ہی جو یہ آنسو بہے
قاصدا ہو جاؤن مین گر پڑھتے پڑھتے مردہ خط

گو صریحا وصل کا اقرار تھا مرقوم پر
یون ہوا معلوم کچھ لکھا ہی ہو آزردہ خط

ہو گئی دل کی تسلی یک بیک میری ظفر
قاصدم از جانب دلدار چون آوردہ خط

دیگر

جلد اول دیوان ظفر

ردیف خای معجمہ

گر نہ ہستی کا بھروسا کہ فنا یون ہی اسے — جیسے مٹ جاے سراب سوان آن مین خط

جلوہ دکھلاتے ہین کیا کیا ہمین اللہ قدر — ہین جو یہ زنگ مسی کے ترے دندان مین خط

لکھ کے بیتابی دل ہاتھ سے وون پھینک اگر — لوٹے جون طائر بسمل ابھی میدان مین خط

پھٹ گیا سینہ مرا نالہ فلک کا سینہ — کہکشان کا ہی یہ کب گنبد گردان مین خط

لکھتے لکھتے جو مجھے حال دل آیا رونا — بہہ گیا کھل کے مرا اشک کے طوفان مین خط

ای ظفر دوسری بھی گر تجھے لکھنی ہی غزل
پھیر کر قافیہ باندھ اور ہی عنوان مین خط

زلف کے تار سے ہی رخ پہ کہان یار کے — صحن گلزار مین چلتے ہین بر مار کے خط

پنکر ہار سکے مین جو وہ سویا شب کو — پڑ گئے گردن نازک پہ کئی ہار کے خط

خط تو بگڑا ہی گیا تھا مرا لیکن نکلے — پاس قاصد کے مرے اور بھی دو چار کے خط

خط عارض ترا وہ ہی کہ ہنوز سر سبز — رو برو کوئی ترے اسخط گلزار کے

نامہ بر دیکھیے تقدیر مین لکھا کیا ہی — یار پڑھتا ہی مرا سامنے اغیار کے خط

یاد آئی وم تحریر جو وہ زلف دراز — ہو گیا ایک برابر کئی طومار کے خط

کھینچے ہی تار شعاعی سے ہمیشہ سر خاک — پھر بھی رو برو اس تابش رخسار کے خط

مہر سر نامہ اگر ہو وین نہ آنکھین قاصد — کیونکہ معلوم ہون حسرت کش دیدار کے خط

تیغ ابرو سے ہین جانباز ظفر سینہ سپر — بے اجل پڑتا نہین دھار سے تلوار کے خط

لوگ کہتے ہیں یہی دیکھ کے مجھکو بخدا
اے ظفر ہیجو تو اُس بت کی دعا سے محفوظ

مجھے تو وقت سخن شوخ تند خو سے لحاظ	اُسے نہ شرم کسو سے نہ ہے کسو سے لحاظ
پھر آیا دل مرا سو بار پر نہ رویا میں	رہا یہ مد نظر پاس آبرو سے لحاظ
چمن میں اگر جھکائے کھڑی ہے کیوں نرگس	اگر نہیں ہے کسی شوخ لالہ رو سے لحاظ
وہ بے حجاب ہو گیا ایک ساغری سے	کہ ٹوٹے جس کا نہ سو شیشہ و سبو سے لحاظ
جہاں میں پائیگا کیونکر وہ گوہر مقصود	جسے تلاش سے ہو شرم جستجو سے لحاظ
لحاظ ہے یہ فقط تیری دوستی کا ہمیں	تری جو بزم میں کرتے ہیں ہم عدو سے لحاظ
قسم ہے خنجر قاتل تجھے مرے سر کی	جو وقت ذبح کرے تو مرے گلو سے لحاظ
چمن سے آئے نہ بے پردہ تا بہ بازار	اور آئے گل جو نہ اظہار رنگ و بو سے لحاظ

صفائی دیکھو ظفر آئینہ کے دیدے کی
نہ خوبرو سے ہے اُسکو نہ زشت رو سے لحاظ

جیسا یا معفون ہے کہ رہا تیرے پہ بسمل محفوظ	ایسا ہی روز جزا تو بھی ہو قاتل محفوظ
نالہ و آہ سے خوگر ہوں سدا میں مجلس	ہو گئے کیا نغمہ مطرب سے مرا دل محفوظ
مل گئی نعمت کونین اسے اک پل میں	ہو گیا دیکھ کے تجھکو ترا مائل محفوظ
آبرو خاک ہوئی آئینہ کی	ہو گیا خاک ترے ہو کے مقابل محفوظ

ردیف عین مہملہ

ہوکے گل نازاں چمن میں کیوں نہ پھولے ای صبا
ہی اڑائی فی الحقیقت اُسنے تیرے گل کی قطع

غیر سے لکھوا کے تو نے قطعہ جب خط میں دیا
ہمنے امید وفا اُس روز سے بالکل کی قطع

ساقیا جوش سرشک خوں سے تجھ بن ہنگیا
ہی بعینہ دیدۂ تر اپنا جام مل کی قطع

خوش نہ آوے گفتگو کیونکر تری سبکو ظفر
شعر میں تیرے عیاں ہی طالب آمل کی قطع

کم نہیں ہی سوزش داغ دل دلگیر و شمع
بلکہ ہمسر ہی ہمارا نالۂ شبگیر و شمع

کب تصور اُسکا دل میں ہی اور آہ آتشین
ہیں یہ فانوس خیالی میں ہم تصویر و شمع

موج اشک چشم ای پروانہ کب ہی زیر پا
موج سودا ہی اسے با ہم بھو زنجیر و شمع

اُس رخ پرنور سے روشن ہو کیونکر ماہتاب
ایک ہو کیونکر چراغ مہر پرتنویر و شمع

ہی اجل سرپر کھڑی یہ کھل گئی شب کو ظفر
ایک جا جو ہیں ہمیں آئی نظر گلگیر و شمع

عشق میں رکھتی ہی نسبت دیکھو تو بلبل سے شمع
بے سبب کب ہی لگن اپنی لگائے گل سے شمع

موج دود شعلہ اُسکو مت سمجھیو اہل بزم
کھیلتی ہی رات کو اپنے سر کاکل سے شمع

شعلۂ آواز قمری سے اگر جل اُٹھے سرو
ساقیا دیکھیں اُسے ہم چشم جام مل سے شمع

آہ آتشبار کیا نکلے دل پر داغ سے
ہمنے روشن کی ہی یارو چراغ [illegible] سے شمع

آپ ہی نے یہ غزل لکھی ہی ورنہ ای ظفر
کب ہو روشن اسطرح کی طالب آمل سے شمع

تجھسے تاب حسن پر گلکش ہوئے شعلہ نگاہ
اور ہو ہمسر کبھی تجھسے قد و قامت مین شمع

شمع کو کیا تاب اُسکے روبرو سرکش رہے
کیا ہوا ساق بلورین ہی تری صورت مین شمع

ای ظفر رکھتی ہی اپنا نام روشن بزم مین
گو نہ فانوس ہی اک گوشۂ عزلت مین شمع

دریا بہائے گر مژۂ اشکبار شمع
تو بھی بجھے نہ سوز دل داغدار شمع

ہوتا ہون شب جو انجمن آرای بزم غم
لیتا ہون اپنی آہ کے شعلے سے کار شمع

اُس شعلہ خو پہ کیونکہ نہ دون اپنی جان مین
پروانہ کس طرح سے ہووے نثار شمع

ہی دل جلون کو سوز محبت سے تازگی
آتش سے ہی شگفتہ گل نو بہار شمع

گرمی سے تیرے حسن کے ہو وہ عرق عرق
ای شعلہ رو جو بزم مین تو ہو دوچار شمع

سر تا قدم زبان ہین لیکن کیا کرین بیان
گویائی زبان پہ نہین اختیار شمع

ممکن نہین کہ ہو نہ سزا جرم عشق کی
پروانہ کے ہی واسطے موجود دار شمع

سوز غم فراق سے ہی کیا عجب اگر
بنجائے میرا تار نفس مثل تار شمع

پردہ ظفر نہ سوز محبت کا ہو سکا
فانوس کیا ہوا جو ہوا پردہ دار شمع

شعلۂ عشق نہین ہی دل مایوس مین شمع
جل رہی ہی عجب اس پردۂ فانوس مین شمع

جنبش شعلہ سے پروانہ کے جلجانے پر
ہاتھ ملتی ہی کھڑی حسرت و افسوس مین شمع

کس شعلہ خو کے کوچے سے آئی صبا کہ یان
پھر کا حیات عاشق مہجور کا چراغ

جو نقش پر ان ہین رہتے ہین دنیا مین بیفروغ
دیکھا ہی کسنے خانۂ زنبور کا چراغ

چشم چراغ بادہ کشان ہی یہ جام مے
روشن ہی جس سے دیدۂ مخمور کا چراغ

مونس ہو اور کون تپ غم مین رات بھر
دلسوز ہو نہو ترے رنجور کا چراغ

مثل سگ گرسنہ ہمیشہ ہوائے نفس
چاٹے ہی کاسۂ سر مغرور کا چراغ

تربت پہ بیکسون کی مناسب ہی ساقیا
روشن ہو جام بادۂ انگور کا چراغ

روشن اگر ہو نور حقیقت سے تیری چشم
ہی ہر شرار سنگ نشان طور کا چراغ

ہی صرصر حوادث دوران کا غم بھی ساتھ
کیونکر بچینسے کہین دل اسیر کا چراغ

روشن ترے فروغ سے کیونکر نہو چراغ
تو ہی ظفر ہی خانۂ تیمور کا چراغ

جگر برشتہ و جان خستہ دلفگار دریغ
ہزار حسرت و صد حیف و صد ہزار دریغ

مدام داغ نصیب دل و نصیب جگر
نفس نفس نفس سرد و بار بار دریغ

سحاب و آب روان لالہ زار و جوش بہار
نہ جام بادہ نہ محبوب گلعذار دریغ

ہمیشہ وعدہ خلافی شعار یار افسوس
ہمیشہ جانب در چشم انتظار دریغ

غم محبت و درد فراق و رشک رقیب
ہجوم آفت و یک جان بیقرار دریغ

صد آرزوے وصال و حیات نیم نفس
نفس شماری و اندوہ بیشمار دریغ

دیگر

شب ہجران کی کیا کہیے ظفر ہائے
رہے کھاتے ہم اکثر داغ بر داغ

کیا لائے اس ابرو کی بھلا تاب دم تیغ	ہو جائے اسے دیکھتے ہی آب دم تیغ
جو تشنۂ لب آب شہادت ہو ہمیشہ	سفاک اُسے کرتی ہی سیراب دم تیغ
تجھ بن کبھی گر بادہ کشی کرتا ہوں میں آہ	لگتی ہی ہر اک موج مئے ناب دم تیغ
کیونکر نہ حباب اپنا سر اب ہاتھ پہ رکھے	بنجائے جو موج سر گرداب دم تیغ

کیونکر نہ خم تیغ ظفر صورت پل ہو
کر دے جو روان خون کا وہ سیلاب دم تیغ

پایا نجائے جسکے گرفتار کا دماغ	پہونچے فلک پہ کیونکہ نہ اُس یار کا دماغ
کیونکہ نہ میرے کعبۂ دل پر لگا دے لات	عرش برین پہ ہی بت عیار کا دماغ
ہوتا ہی بوئے گل سے پریشان ای نسیم	نازک تر اس قدر ہی دل زار کا دماغ
بالین پہ اُسکی شور مچاؤ نہ ہمدمون	نازک بہت ہی عشق کے بیمار کا دماغ
منصور تو کسی کو نہ لایا خیال مین	حق ہی کہ عالی ایسا ہو سردار کا دماغ
مجنون نے جبکہ دشت جنون مین رکھا قدم	یکسر کچھ اور ہو گیا ہر خار کا دماغ

یہان تک غرور حسن ہی اُسکو کہ ای ظفر
پاتا نہین ہر ایک طرحدار کا دماغ

دیگر

جلد اول دیوان ظفر

جب جنبش ابرو سے تری قتل ہو عالم
اے طفل سرشک تو ہی بہادر ہے کہ سب تیغ

پھر شرم سے ہو جائے نہ کیون آب دم تیغ
دکھلاتا ہے وہ تیر نگہ تاب دم تیغ

جلاد دکھا اپنی تو شمشیر تو مجھکو
درکار نہیں تشنہ کو ہے آب شہادت

کشتہ ہون میں ابرو کی جو ہے آب دم تیغ
لیکر نہ نکل موج ہے گرداب دم تیغ

دم کیونکہ ظفر اوسکا نہ ہر دم مین بھرون اب
ہے گردران خونکا وہ سیلاب دم تیغ

ہوتا ہے روشن بھلا دل کی طرح کب چراغ
تجھسا کوئی مہ جبین پائے نہ ہرگز کہین

غیرت خورشید ہے یہ گھر شب چراغ
ڈھونڈھے لیکر اگر دیدۂ کوکب چراغ

خانۂ دل مین رہے روشنی داغ عشق
بجھنے نپائے مرا یہ کبھی یارب چراغ

کرسکے اظہار ہم اوس سے نہ سوز جگر
ہوگئے گل عقل کے یہ ہے مطلب چراغ

دل تو ہے بیزار کیونکہ بجھی گی ہوس
ہے ابھی روغن سے یہ خوب لبالب چراغ

داغ ترے عشق مین کھاتی ہین سرو قدہم
جلتے ہین گھی کی ترے گھر مین جو ہر شب چراغ

کیون نہ مجھے سوز دل دیکھکر اوس زلف کو
کالے کے آگے ظفر جلتا ہے ہان کب چراغ

ردیف فا

مجھمین اور گل اوس مین باہم گفتگو تھی صاف صاف
بات کی لغزش نہ تھی واعظ جو تھی صاف صاف

مطلع ثانی

گردش چشم بتان سے مست ہو ساقی مدام — نشکل نرگس کیون نہ رکھون بو شیشہ ساغر بکف

لخت دل سے جیگل مژگان پہ کیا ہے دامان — دست مژگان دلیا ہے یہ گل احمر بکف

گلشن دنیا مین کیا کیا نازک کھلاتی ہے ہم — مثل گل ہوتا ہمارے بھی اگر کچھ زر بکف

فصل گل مین تو ہی یہ پازندہ کیا صید گیر — دام الفت سے نہ لے اب تو مرغ شہپر بکف

تیر دلکش سے کرین کیونکر نہ ہم دل چاک چاک — دست شانہ کے رہے ہے کاکل دلبر بکف

آبداری اشک کی ہم سے اگر دیکھے کوئی — جوہری بازار مین آوے نہ پھر گوہر بکف

اے ظفر تیرے سخن کی دیکھکر تیزی کا دم
ذکر کیا رستم جو رکھے روبرو خنجر بکف

ہو بھی اب کا دل یار ڈٹا اور طرف — ہم نکل جاوینگے بس سر کو کٹا اور طرف

مطلع ثانی

جان لیکن جب سے ترا دھیان بیٹھا اور طرف — دل مرا اچھٹ گیا اور رہی بھی بیٹھا اور طرف

مست گھٹا دل کو مر لب سے لگا ساغر مے — کہ چلی یان سے برس کر یہ گھٹا اور طرف

شکل زنجیر کھلی رہ گئین آنکھین جسدم — تھم گئے آب دم تیغ جٹا اور طرف

لو مین پروانے کی دلسوزی سے بن جو گن شمع — شب کو جلتی ہے کھڑی کھودی جٹا اور طرف

شعلۂ آہ مرا یوسے جو بیٹھے نہ فلک — برق چمکائے نہ رو کش ہو پٹا اور طرف

کیونکر مدرون مین تری جان کو قاصد اشک — حیف مکتوب مرا جاکی پھٹا اور طرف

ق

دیوان اول

مطلع ثانی

اندیون وہ جو نہین گرمیٔ صحبت ہمسے دھانی جوڑی سے لگا تو جو گلے آمیرے بیقراری نہ کوئی پوچھو عزیزو میری رات کو گھر مین مری آپ کی آنے سے لوگ رو کے کہتے ہین کہ کس آنکھ سے دیکھین ملتے	دل لگایا بخدا تو نے صنم اور طرف کھا کے سب مر گئے اغیار بھی سم اور طرف شب سے اُنکا ہوا ہی سینہ مین دم اور طرف جا کے کرتے ہین بیان وصل کا غم اور طرف یہ غضب عیش یہان جور و ستم اور طرف

قافیہ پھیر کے اب غزل چہارم کو ظفر

صفحۂ دل پہ لکھو لیکے قلم اور طرف

دل اگر لا کھ رکھے اب تک دو اور طرف ناصحا منع کئی سے کوئی ہٹتا ہو نہین شعلہ رو کو مری دلسوزی پہ آیا نہ خیال رشک سے ناخن پا کی ترا اے غیرت مہر بن گیے آہ یہ آب دم تیغ اے قاتل اس طرف کا جو تمھاری نہین ہے دل مین خیال کیونکہ اوس تک پہنچ سکے گرون بوسے کا سوال ناز و انداز و ادا عشوہ و اشارت چشمک ایسے لشکر سے بچے کیونکہ بھلا کشور دل	پر بھی جون شمع لگے چاہیئے لو اور طرف دل ہی گو ایک طرف گرچہ ہین سو اور طرف دل گداز اپنا ہی اون کو لگی لو اور طرف شب کو مغرب سے گیا ہی مہ نو اور طرف کوئی بجھتی ہے مری پیاس سے جھو اور طرف دل ہٹا رہتا ہی بس آپ کا تو اور طرف مجھکو کہتا ہی دہن سے کہ برو اور طرف غمزہ الطاف و کرم ہین سبھی لو اور طرف جا لگی کب عشق کی دریا کی ہی رو اور طرف

دیوان ظفر

وشت وحشت کو ارادہ ہے کہ آباد کرون
نامۂ یار کو قاصد سے اوڑا لینگے بغیر
دوستی مین تری دشمن ہوئی یہ خلق مری
پہن زنار محبت نہ بھری زلف سی ہم

کھول دی کاتش مری پاؤنکی زنجیر حریف
دیکھو لے بھاگے ہین کیا نسخۂ اکسیر حریف
ہدف تیر بنا ہین مری تصویر حریف
ہمکو پروا نہین گر کرتے ہین تکفیر حریف

شمع سان رکھتے ہین ہر چند زبان اپنی دراز
اے ظفر دیکھین تو کیا کرتے ہین تقریر حریف

ہی جو پیشانی عشاق بد احوال پہ حرف
خط کے لکھنے کی تو فرصت نہین پر جلدی مین
آنکھ کا سرمہ جو رومال ہی پونچھا و سنے
گر ہو ویگا غلط نسخۂ سودا میرا
کیا خبر ہے کہ بنا گنبد گردون کب سے
ہاے کیا بے ادبی ہی کہ ترے نام سے ہی

فال مین بھی وہی نکلے ہی سر فال پہ حرف
لکھدون دو چار کبوتر کے پر و بال پہ حرف
بنگیا سرمہ سی اک صاد کا رومال پہ حرف
آئیگا اوس بت نوخط کی خط و خال پہ حرف
نہین تاریخ کا اس کاخ کہن سال پہ حرف
کندہ عاشق کے نگین دل پامال پہ حرف

ابر رحمت کو بھی سایہ نے کیا جنکی سیاہ
ای ظفر ہین وہ میرے نامۂ اعمال پہ حرف

ذبح کرتا کہ ہوا کدم ہی کی قاتل تکلیف
ہاے وہ چاند سی صورت مجھی یاد آتی ہی

کہ تڑپنے مین اوٹھائیگا یہ بسمل تکلیف
تیرے دیکھے سی مجھے ہی مہ کامل تکلیف

[illegible]
ہم سے تکلف
دل اپنا دست بتا ہم سے بے تکلف
[illegible] ہم سے بے تکلف
جلد اول دیوان ظفر
[illegible]
شمع سان

شمع ساں یہ تفتہ جاں ہو گرچہ سر تا پا زباں
تاب کیا سوز محبت کا زباں پر لائے حرف

خط اگر ہوتے رقم ہوتے بہت دفتر سیاہ
سینے شوق وصل میں وصلی پہ کچھ لکھوائے حرف

جل بے گرمی جل گئے کتنے قلم ہم ایک بھی
اپنی شرح سوزش دل کا نہ لکھنے پائے حرف

تھا ہمیں منظور دکھلانا شکست دل کا حال
لکھ کے جو خط شکستہ میں اسے دکھلائے حرف

رکھتی ہر راز نہانی میں ہے وسعت گفتگو
تیری تنگی دہاں میں تنگ ہے پر جائے حرف

رو برو تیرے لب نو خط کے ای یاقوت لب
کیا تعجب گر نگین لعل پر بھی آئے حرف

ب گرچہ سر سے گذرے پر نوشتہ کا مرے
لوح پیشانی سے کیا ممکن کوئی مٹجائے حرف

چشم اوسکی صاد ابرو نون ہے دیکھ اے ظفر
کاتب قدرت نے لکھا حرف کیا بالائے حرف

ردیف قاف

چمن پہ اوس سی پڑ جاوی دیکھکر اکبار — تمھارے رخ پہ نمایاں ہو اس جبین سی عرق

نہ سمجھو شبنم اسی دامن اپنا چھوڑ دیا — صبا نے پونچھ کے پیشانی چمن سی عرق

مریض عشق کو تیاری بھی ہی شربت سیب — اگر نمود ہو تیرے لب و ذقن سی عرق

عرق عرق ہی خجالت سی دیکھکر کسکو — ٹپک رہا ہے جو یون شمع انجمن سی عرق

ظفر سناؤن جو یارون کو مین بھی گرم غزل
تو آئے کجاے اونھین گرمئے سخن سی عرق

یون تو مدت سی ہو الطاف و عنایات مین فرق — لیکن ایسا نہو آجاے ملاقات مین فرق

پہونچے کیا حسن کو اوس مہر لقا کی لیلی — فرق دونون مین ہی یون جیسے ہو دن رات مین فرق

دونون ہین جاے تماشا جو تماشا دیکھو — کچھ نہین خانقہ و کنج خرابات مین فرق

دل و جان اس مین اگر جاے بلا سے جائے — غم جانان کو نہ کچھ آئے مدارات مین فرق

ربط دو دل مین ہو پیوستہ جہان مثل دو لب — ہی عجب بات کہ آئی وہان اک بات مین فرق

تیری شوخی کی ہین انداز سمجھنے مشکل — چشم و ابرو ہی وہی پر ہی اشارات مین فرق

اے **ظفر** چاہیے درویش کو ضبط اوقات
ذکر اور شغل کہان جبکہ ہو اوقات مین فرق

نہ رنگ پان وسی کر دو چار شام شفق — جہان سی جائیگا اوٹھ افتخار شام و شفق

نشے مین چشم سیہ دیکھکر تہ ابرو — ہوا نہ جانب قبلہ گذار شام شفق

ہ کیون وہ دھوپ مین چہری کا رنگ ہو تبدیل
کہ جای ہی رخ تصویر کا بھی رنگ ترڑق

کرے مقابلہ گر برق چشم سے اوسکی
تو جای زہرۂ رستم بھی وقت جنگ ترڑق

ظفر وہ نالۂ آتش فشان ہے یہ اپنا
کہ جاے سنکے جسے سینۂ تفنگ ترڑق

روز گھر غیر کے رہنا تجھے مہمان طریق
یہ بھی کوئی ہی بھلا ای بت نادان طریق

شانہ سان سلسلۂ زلف مین بیعت ہی آ سے
زاہدا اس دل صد چاک کا پہچان طریق

وصل کب اوس سے میسر ہوگا یہ بتلا رمال
کیا کرون دیکھ کی مین عقلۂ لحیان طریق

شیخ ہی سبحہ بکف میری گلے مین زنار
اپنا اپنا ہی اب ای گبر و مسلمان طریق

اہل دنیا ہین وہی جو کہ بدلتے ہین ہمان
طمع زر کی لیے مذہب و ایمان طریق

اے ظفر اوس سے محبت کی توقع مت رکھ
آدمیت کا جو رکھتا نہین انسان طریق

میری آہ آتشین رکھتی ہے اب تاثیر برق
بلکہ دی اوس نے گھٹا سب عزت و توقیر برق

دیکھکر تیری شرارت حسن کی خورشید رو
زرد خجلت سے ہے رنگ چہرۂ تغییر برق

ساقیا دے ہاتھ مین مستون کے ساغر سے سیر
دم بدم ابر بہاری کھینچی ہے شمشیر برق

استخوان کو مری اس طرح تراشا اوسنے
جیسے باریک اوتارے کوئی زردک کے ورق

غیرت مانع جو ہوا پڑھنے کو میرا قصہ
تنے گردان دیا ساتھ ہی چشمک کے ورق

ٹکڑے نکلے دل صد رخنہ کے آہ کے ساتھ
کھنڈ گئے باد سے قندیل مشبک کے ورق

تیرہ بختی کا ظفر حال مین کیا لکھواؤن
کیون سیہ اتنا کرون عشق مین بیکس کے ورق

نہ گیسوی عرق افشان مین اور سحاب مین فرق
نہ تاب رخ مین ترے اور نہ آفتاب مین فرق

نہ فرق کیسہ مو مشک و بوی کاکل مین
نہ کچھ پسینے مین عارض کے اور گلاب مین فرق

نہ کچھ شراب نگہ مین تری کمی بیشی
نہ تیری چشم مین اور ساغر شراب مین فرق

نہ قامت اور قیامت مین کچھ تفاوت ہے
نہ فتنہ و نگہ چشم مین اور ساغر شراب مین فرق

نہ فرق تیری بناگوش صبح مین ہرگز
نہ کچھ جبین مین تری اور ماہتاب مین فرق

نہ برق اور نگاہ غضب مین تیری دوئی
نہ کچھ ہے شعلہ مین اور حسن بیحجاب مین فرق

ظفر یہ وصف مین اوسکے غزل لکھی تونے
اب اپنے وصف مین لکھ تا نہ ہو جواب مین فرق

نہ خون دل مین مری اور نہ شراب مین فرق
نہ میری سینۂ بریان مین اور کباب مین فرق

نہ میری اشک مین اور تار چنگ مین کچھ ری
نہ میری نالہ مین اور نالۂ رباب مین فرق

نہ لعل و پارۂ دل مین مری تفاوت کچھ
نہ آنسوؤن مین مری اور در خوشاب مین فرق

[illegible]

ردیف کاف

[illegible]

نکلے رگ مجنون سی دم فصد لہو کیا | کانٹا سا بنا اوسکا تو وحشت مین تن خشک
غربت مین اگر آب بقا بھی ہو تو اوس سے | بہتر مرے نزدیک ہی خاک وطن خشک
محشر مین بھی آوین تو وہ ڈوبی ہوی آوین | زیبا ہو شہیدونکو نہ تیری کفن خشک
پیاسا ہی ترا تیر تبا کسکے لہو کا | دکھلاوے ہی سوفار صر یجا دہن خشک

سوزان ہی تری آہ ظفر آتش دل سے
یون جیسے جلے آگ مین کوئی رسن خشک

سوز دل سی کیا گلوی عاشق مضطر ہی خشک | دیکھکر ہوتا جسے قاتل دم خنجر ہے خشک
جسم مجنون گر ہئے سودا سے کیا یکسر ہو خشک | بلکہ مغز استخوان بھی ہو گیا جلکر ہو خشک
جوش باران ہی تو کیا ساقی نہین ہی بادہ لطف | خشک ہی مینا ودھر اولٹا پڑا ساغر ہی خشک
اس طرح اہل صفا دنیا مین ہین دنیا سے پاک | جس طرح رہتا ہمیشہ آب مین گوہر ہی خشک
اشک خون مژگان پہ میری دیکھیو ای مرد بان | کس طرح سیراب ہی گل شاخ گل کیونکر ہو خشک
بل بے گرمی تیری ای سوز محبت بعد مرگ | عین بارش مین بھی اپنی گور کا پتھر ہی خشک
کاشئہ گردوں مین ای تشنہ لبو پانی کہان | لگ رہی اس مین تو کچھ تھوڑی سی خاکستر ہو خشک
جب سے دکھلائی ہی تو نے تابش خورشید حسن | چشمۂ آئینہ مین آب پری پیکر ہی خشک

ای ظفر کٹتی ہین راتین مجھکو روتی ہجر مین
کون سی شب جوش گریہ سے مرا بستر ہی خشک

دل مین بجائی فرنگی نژاد یہ طفل سرشک
چشم کا صفحہ ہماری کچھ نہین مخضر سی کم

داغ ہر دل رشک ہی کیونکر نہو وہ دیکھکر
ساتھ رکھتا ہی سپاہی تیغ کی یعنے سپر

ہی گل احمر سے یہ بھنورا کوئی لپٹا ہوا
سر پہ ٹک رکھدی اگر اپنے نگاہ مردمک

جلوہ گر ہو جسپہ یہ مہر گواہ مردمک
چشم پر خون مین مری رنگِ سیاہ مردمک

ہی نگاہ چشم کو لازم پناہ مردمک
چشم پر خون مین تجھے ہی اشتباہ مردمک

لکھ بدل کر قافیہ ایسی غزل تو اے ظفر
جسپہ بسم اللہ ہو نگاہ مردمک

مار کر ہنسے گیا اس دل بیتاب کو خاک
اشک تھمتے کی نہین گر ہی آنکھون مین غبار

خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہین فقیر
صاف دنیا سے ہین دنیا پہ کوئی روشندل

سطح خاکی پہ بہت زور دکھائی لیکن
خاک ہوتا ہون مین اسپر کہ جھٹک دیوے ہین

نکلیا ایک بھوس نے بھی سیماب کو خاک
روک سکتی ہی کوئی بہتے ہوئے آب کو خاک

اور وہ جانتے ہین مسند کمخواب کو خاک
خاک پر لگتی نہین چادر مہتاب کو خاک

عاقبت کھا گئی رستم و سہراب کو خاک
گر لگے جاکے مرے دامن احباب کو خاک

تاب دندان سے ظفر اوسکے گری گر بجلی
کری اکدم مین جلا کر دُرِ خوشِ آب کو خاک

نہ ٹکڑے خاک پہ لہو پاش پاش پھینک
جو پھینکنے ہی تو سر راہ اپنی کاشکر پھینک

...بان رہا ہی ز رنگ گل خبر تو بے بلبل	اوڑا کے لی گئی باد خزان چمن سی خاک
...ہو گئے ہم ہیں فقط راہ عشق میں برباد	ہزاروں ہو گئے بیاں قیس و کوہکن سی خاک
...ر کی جو سوز محبت سی دل میں پروانہ	تو کیا لگائے وہ لو شمع انجمن سی خاک
ہر ایک شخص جو زیر فلک مکدر ہے	جھڑ رہی ہی کیا کہیں اس خیمۂ کہن سی خاک
بجا نہ خاک سی دامن کہ ہاں کرے گا کیا	لگی زیر زمین جب تری کفن سی خاک

ظفر ہی تو بھی وہ آتش زبان کہ ہو جل کر
دل حسود تری گرمیٔ سخن سے خاک

...کھلے جو اوس بت سیمبر کی جھلک سی پلک	نہ ذرہ بھر کبھی سیری لگی پلک سی پلک
کبھی کبھی خار پہ ٹھہرا ہے قطرۂ شبنم	نہو و کیونکہ نہ اشک کی ڈھلک سی ڈھلک
اٹھا کو دست دعا مانگتا دعائی یہ	لگی نہیں ترے بسمل کی شب پلک سی پلک
دلا وہ طفل پری نگی کہیں نہ بولے فیر	لڑائیو تو سنا و سکی اوس پلک سی پلک
اٹھا کا سنگ گھٹا دل برای برق یہ بات	لگی ہی رعد کی جس پل ہری پلک سی پلک
شب فراق میں کوٹا میں اس قدر سینہ	لگے فلک پہ ملک کی نہ اوس ڈھلک سی پلک

ظفر ملا سکے کیا کوئی ہمسے انسان آنکھ
بروز جنگ نہ جھپکائیں ہم فلک سی پلک

دیگر

ردیف کاف فارسی

وہان کف پای حنائی تا کجب ہو جدا دست غیر
یار بن ہوتا ہے نوشی سے دل میرا کباب
شعلۂ جوالہ ست سمجھو کہ یہ اے ہمدمون
یہ لگانا اور بجھانا تجھپہ ظالم ختم ہے

یان لگی تلوون سی ایسی جا بجھی بس سر مین آگ
سوز ہجران سی ہے پانی بھر مری ساغر مین آگ
آگئی ہم دل جلون کو دیکھکر جگر مین آگ
ہو وی تو دم بھر مین پانی بھی تو ہو دم بھر مین آگ

جی جلائین کیون نہ میرا یہ بتان سنگدل
دل ظفر انکا ہے پتھر اور ہی پتھر مین آگ

ردیف الگاف

سیر سے اونکے ملنے سی گر رشک یان کھاتی ہین لوگ
کیا مرا کر سکتے ہین اپنا ہی سر کھاتے ہین لوگ
جو کھاتے تھے سو پیچ مین غیر سے ملتا نہین
جھوٹی قسمین کیا یہان پھر آنکر کھاتے ہین لوگ
مجھکو لکھا خط جو ہے اوس سبز خطنے ہمنشین
زہر کیا کیا دیکھیے اس بات پر کھاتے ہین لوگ
تو بھی در پر جانے سے اوسکے وہ باز آتے نہین
جھڑکیان دربان کی اے دل اس قدر کھاتی ہین لوگ
غصہ بھی کھاتے ہین اور ہم خون دل پیتے ہین نت
ساتھ کھانا اونکے جب بے ان بیٹھکر کھاتے ہین لوگ

دیکھو شبنم شوخ پر چین سر ابر ہونے کے بل
سنبل پیچان اُگے کیونکر نہ اُسکی خاک سے

روکش موج تبسم ہی جو موج بوسے گل
اشک یوں رخ گان پر آتے ہیں ڈھلک کر چشم سے

دیکھا بل کھاتے جو دود شمع کو محفل میں رات
واہ واہ ای جذبۂ شوق محبت واہ واہ

بل بے گرئیے تب بجلی بھی تھرانے لگی
جلتے ہیں کیا کیا گھسے ٹہر ور اہ وفا

سیدھے کب ہوتے ہیں جنکی ہی طبیعت میں کجی

خوشنما ہیں شاخ میں کیا سبزۂ آہو کے بل
مر گیا جو دیکھ کر اُس زلف عنبر بو کے بل

ہنستے ہنستے پیٹ میں پڑتے ہیں اُس گلرو کے بل
چلے چلے جسطرح پڑکے چلیں زانو کے بل

یاد آئے شعلہ رو مجھکو ترے گیسو کے بل
رابعہ لبعر سے کعبہ کو گئی پہلو کے بل

دیکھے ماتھے پر اگر اُس شوخ آتش خو کے بل
سر کے بل پانؤں کے بل سینہ کے بل بازو کے بل

کس طرح کوئی نکالے موج آب جو کے بل

اے ظفر شانے سے بل نکلے نہ زلف یار کے
بلکہ اور افزون ہوئے اُس کافر خمرو کے بل

خط یہ گر اقاصد اُس کا گھر سے نکل
تیر گیا اُسکا یوں زخم جگر سے نکل

کون سکے ہی کہ آہ تو نہ جگر سے نکل
ضبط کیا گریہ پر رک نسکا کیا کرون

عکس رخ مہ جبین شب جو فلک پر گیا

تجھکو جو اُس نے کہا دور ہو گھر سے نکل
جیسے نظر جائے صاف وزن سحر نکل

لیک نہ تنہا نکل بلکہ اثر سے نکل
گر ہی پڑا اشک تر دیدۂ تر سے نکل

بھاگ گیا آفتاب صبح کو گھر سے نکل

[illegible]

بل بے نفرت کہ رہا چین جبین وہ ہر تیت
لگیا ہمسے جبین ستم ایجاد کا بل

سخت دل طول امل سے ہین خم و پیچ مین
تار کھا جاتی ہی جس طرح سے فولاد کا بل

گد گدی کیون نکرون مین کہ خوش آتا ہی مجھی
ہاے کھانا نگہ شوخ پریزاد کا بل

کیونکہ سید ھا ہو کہ ہی تیر فرہ مین تیری
ای ستم کیش عجب آفت و بیداد کا بل

رشک ہو سنبل پیچان کو ہو آب سدم
درد دل کھائے تر ے عاشق ناشاد کا بل

پھڑک ای مرغ گرفتار اور اڑ ے نکڑ ے
رشتۂ دام ہبت رکھتا ہی صیاد کا بل

ای ظفر اپنی ریاضت کا نہ جب تک بل ہو
نہ تو بل پیر کا کام آوے نہ اُستاد کا بل

دل نہ پہلو سے گرا اشک کے دل آزار سے
ای وفا کیش نہ اُن یار جفا کار سے بل

پیچ دندان بہ یہ ای شوخ مسی کی کب ہو
طرفہ ظلم یہ گیا ہی دُر شہوار سے بل

چشم مخمور تیری دیکھ کے دل کیون نہ خوش
آج یہ غنچہ گیا نرگس بیمار سے بل

مرہمان دیدۂ خونبار کی دولت اپنی
پاٹ دامن کا گیا تختۂ گلزار سے بل

دامن چرخ جلا دے نہ کہین دیکھو ای ابر
شعلۂ آہ مرا برق شرربار سے بل

رو کشی کرنیکو آیا تھا و نیسان کا
آبرو پائی مری چشم گہربار سے بل

تیغ ابرو سے کریگا تجھے اکدم مین شکار
ای دل زار نہ تو اس بت خونخوار سے بل

چمن سینہ مین پیر کھنو کس طرح بہار
داغ دل اپنا گیا لالۂ کہسار سے بل

[illegible]

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

دیگر

درسے دامن پہ اشک خون کے تو نے	کھلائے خوب ہیں اے چشم نم گل
نسیم باد سے گلشن میں گل کا	بجھے ہے کب چراغ صبحدم گل
قطرہ سے اشک گرتے یوں میں سوچا	عجب جھاڑے ہے نرگس یکقلم گل
چمن میں گل نمط چہرہ ترا دیکھ	تصدق کیجیے ہیں ہر ہر قدم گل
جو روئے اشک خون بیٹھ کر ہم	ہوا یکدست یہ فرش گلم گل

ظفر گلزار کیا لکھی غزل ہے
عجب گلشن ہے تو سب میں ستم گل

اے صبا کھینچ تو اب گھر سے نکل پانوں کے بل	سو ناگ جھانکی پہ مری شوق کے پانوں کے بل
مجھکو سوجھے ہے کہ اک روز میں گر جاؤں گا	آتش عشق سے چون شمع پگھل پانوں کے بل
سر پہ عاشق کے اگر شور قیامت برپا	اس گھڑی کیں سے بس اب تو نہ چل پانوں کے بل
وقت کا قہر ہے سلطان یہ مرا دل ہے مور	دیکھ بس اسکو مری جان نہ مل پانوں کے بل
اسکی پامالی کرے گی تری اے کبک خرام	روبرو اسکے نہ اے حال چل پانوں کے بل
وہ فرنگی کا پسر دیکھ مری موج اشک	ہو ملامت دور کیا لیجیے دل پانوں کے بل
شیشہ و جام لے تو ہاتھوں میں اپنے اٹھا	ساقیا نشہ سے ہے نہ اچھل پانوں کے بل
سر سفینہ آج اٹھاتا دل بیتاب مرا	پایہ چلتا تھا ترے کوچے میں کل پانوں کے بل
لکھ ظفر اور غزل ایسی کہ جاتی ہے زمین	سب غزلخوان ترے آگے سے ٹل پانوں کے بل

دیگر

دیگر

[illegible]

دیگر

[illegible]

[illegible]

تختہ لالہ ہی داماں چمن میں پھولا
یا حنا کے ہیں یہ تیرے تن شبریز پہ گل

لب پان خوردہ وہ تیرے کیوں نہ خیال
ارغواں کا ہی کھلا سبزۂ نوخیز پہ گل

چشم مست بت مینوش ہی یہ خیال نہیں
نیلوفر کا ہی دھواں ساغر لبریز پہ گل

جاں شیریں دی ظفر کوہ میں فرہاد نے حیف
کھائے شیریں نے سدا الفت پرویز پہ گل

کیا اشک تر میں اپنے چشم پرآب گول
دیکھے صدف میں ایسے نہ در خوشاب گول

دل میں مدام چشم بتاں کا ہی یہ خیال
ساقی دکھا نہ ہمکو سبوئے شراب گول

لاتا ہی اپنے بیچ میں ہر اہل بزم کو
عمامہ سچ کے شیخ فضیلت مآب گول

گرمی سے زلف یوں ہی تمہارے عرق فشاں
برسائے جوں تگرگ زمیں پر سحاب گول

دردی سے اُسکے گرم یہ گولا اٹھا یا ہی
دست فلک میں صبح نہیں آفتاب گول

افراد وصل میں بخدا دیکھیو دلا
باتیں کرے ہی کیا ہی وہ خانہ خراب گول

دیکھو ان کچھوں کو عاشق محرم کے ہی یہ
دریائے حسن میں ہی ظفر کیا حباب گول

آج گلشن میں ہیں کس عاشق دلگیر کے پھول
غمزدہ ہیں جو گریباں کو صبا چیرے کے پھول

حاجت گل نہیں مرقد پہ کہ اُسکے گلرو
تن پہ ہیں زخم ترے کشتۂ شمشیر کے پھول

گل رنگیں سے نہیں کم ترا ہر ایک سخن
منہ سے جھڑتے ہیں ترے کشتۂ شمشیر کے پھول

دیگر

[illegible]

نہ قاصدِ دل ہے نہ کوئی نامہ برِ دل
ہو جاتا ہے کچھ آپ ہی دل کو خبرِ دل

کرتا نہ شکستہ اسے تو سنگِ ستم سے
کی قدر جو ہوتی تجھے قدرِ گہرِ دل

سودائے محبت میں نہیں سود کی امید
یا جنس کا زیاں اسمین ہے یا ہے ضررِ دل

رہ دل میں بھری کیونکہ غمِ عشق نے آتش
جل جائے دو عالم جو گرے یک شررِ دل

کیا ٹھہر سکے آگے تری تیغِ ستم کے
ہووے نہ اگر داغِ محبت سپرِ دل

دیتا ہے دل اپنا وہی اُس آفتِ جانکو
جی جان کا ہے خوف نہ جی کو خطرِ دل

دل جائے گر اُس کوچے کو ہے جان بھی ہمراہ
وقتِ سفرِ دل ہے یہی ہمسفرِ دل

تا منزلِ مقصود پہونچتا نہیں ممکن
ہووے نہ اگر شوق ترا راہبرِ دل

جب تک نہ کھلے یار تری زلف کا عقدہ
کیا دل ہے کہ وا ہووے مرا قفلِ درِ دل

منت کش عیسے نہیں میرا دلِ بیمار
ہے دولتِ جان بخش ظفر چارہ گرِ دل

بات کر ساقیا ہمسے تو چل ہشتِ گل
ہوویگا ساغر سے کیا مثل گلشتِ گل

چرخ پہ کیا کیا ہوا شب مہِ کامل خجل
دیکھ کے اُس یار کا ناخنِ انگشتِ گل

تا کوئی جانے ہوا یہ نہیں البتہ خون
آپ وہ بنجائے ہے وقتِ زدِ دستِ گل

اشک کا دریا مرا وہ ہے کہ ہے نجمِ فلک
ہے روش لاک پشت اک عیاں کشتِ گل

زلف کے حلقے میں ہو گر وہ رخِ آتشین
ہیچ ہو آتشکدہ نہ بہار دشتِ گل

چھوڑا نہ محبت نے مجھے دیکھ کے زاہد
ہر چند کہا تو نے کہ آسوئے حرم چل

جاتا ہی ترے کشتۂ رفتار کا تابوت
ساتھ اُسکے بھلا تو بھی تو دو چار قدم چل

سینے سے جو دم آئے لبون تک تو کہے ضعف
تھک جائیگا تو لیکے ذرا راہ مین دم چل

کچھ بات جو کہتا ہون ظفر اُس سے تو وا ہمد
کہتا ہی عجب ناز سے مجھکو وہ صنم چل

فنا ہی ساتھ تو پھر زندگی سے کیا حاصل
فنا سے پہلے فنا ہو کہ ہو بقا حاصل

جھکا دے سجدے مین آنکھون کو سوئے کعبۂ دل
کہ ہو رہیگا ثواب اس نماز کا حاصل

جو دل کو صاف ہو کرنا تو خاکسار یکر
کرے ہی خاک سے دیکھو آئینہ صفا حاصل

دیا جواب مجھے زندگی نے بیان لیکن
جواب نامہ نہ قاصد کو وان ہوا حاصل

سمجھ کے راحت جان اُسکو دل دیا ہمنے
ہوا نہ پر ہمین کچھ رنج کے سوا حاصل

زمین پر آئے اگر آسمان سے عیسیٰ بھی
مریض عشق کو تیرے ہو نہ شفا حاصل

نہین خوش آیا ہمین زخم بے نمک کھانا
نمک وہ زخم پہ چھڑکے تو ہو مزا حاصل

ہزار پارہ کیا اُسنے تیغ سے دل کو
ہزار شکر ہوا دل کا مدعا حاصل

سمجھتا آپ کو ہی خاک پائے فخر الدین
کیا ظفر نے یہ کیا علم کیمیا حاصل

آتا نہ اپنے جامے سے باہر نکل کے چل
دنیا ہی چلچلاؤ کا رستہ سنبھل کے چل

ہون وہ گلے کا ہار اگر اُن سے پوچھیے
کردی صبا نے دھیری کے سامنے تو کیا
احسان کرے جو لائے قفس تک سحر صبا

بکھرے ہوئے پڑے ہین یہ کیون ہار کے پھول
لے لیتے گلفروش سے بازار کے پھول
دو چار تازہ توڑ کے گلزار کے پھول

رنگین ہوئے ہین خون سے فرہاد کے ظفر
سب لالہ زار دامن کہسار کے پھول

لیکے گر لکھ داغ لون کیونکر دل بہ شہ سے جھیل
کہدے حامی سے پھینکے سنگ پا کو ہاتھ سے
جو ہمیشی صاف وہ ہرگز دو ہو سکتی نہین
ناخن دست جنون کی ہوتی یان ہے خراش
کوئی صیقل گر نہین لیسا زمانہ مین کہ بے
جاے ہی دشت مغیلان مین اگر مجنون تو خار

یہ نہین وہ نقطہ جسکو لیجیے کاغذ پر سے جھیل
پاے نازک کو ندے تیر کہین پتھر سے جھیل
کیونکہ لے جوہر کو کوئی تیغ پر جوہر سے جھیل
تیر سینے کو دیا گویا کہ ہی خنجر سے جھیل
زنگ کیون آئینہ گردون بد اختر سے جھیل
پوست اُسکا ڈالتے ہین ہم تن لاغر سے جھیل

جس طرح کوئی بکر کر او نکلیون مین ای ظفر
لے سراسر چھال چوب خشک کے اوپر سے جھیل

ہو بدل ہونا ہنسی سے دیکھ کر جانان کی شکل
خنجر موج تبسم سے ہون زخمی کسکے مین
گر زلیخا دیکھ پائے تیری صورت مہ جبین

چشم وا مثل دہن ہو اشک ہو دندان کی شکل
ہے جو ہر اک زخم دل میرا گل خندان کی شکل
پھر کبھی ہرگز نہ دیکھے وہ مہ کنعان کی شکل

ردیف میم

ہوا نہ صحن چمن پہ سے کا رنگ زمرد سے	تمہارے عشق میں اپنا ہی ایک سا موسم
چمن میں کیونکہ نہ زنجیر پا ہو موج نسیم	بہار کا بھی یار وہ نہیں گیا موسم

بدل کے قافیہ لکھی دوسری غزل بھی ظفر
بہار باغ سخن کا تو ہی سدا موسم

نظر میں ہی وہ شباب نگار کا موسم	خوش آئے کیونکہ ہمیں لالہ زار کا موسم
دلاؤ یاد نہ اُس پنجہ حنائی کی	مبادا آگ لگا دے چنار کا موسم
اسیر کنج قفس ہوں میں ای نو آموز	بلا سے میری گر آیا بہار کا موسم
نہ وہ گلوں کا ہی تختہ نہیں ہی جسکو ثبات	سدا رہے ہی دل داغدار کا موسم
نہیں یہ لخت جگر ہے ہی شاخ مژگان تر	شگوفہ پھولا ہی ہو برگ و بار کا موسم
نمود خط کی نہ کیونکر ہو تیرے چہرے پر	بہار تو گئی آیا ہی خار کا موسم

ظفر دکھائے ہی برسات کی ہوا ہمکو
ترے یہ گریہ بے اختیار کا موسم

ہر گھڑی میں ناخنوں کی پروا کب کھلا بلبل کے زخم	ہی تو یہ صبا و نسیم سے رگ ہر گل کے زخم
رشک گل آتا ہی لب سوفار جسکو دیکھ کر	رہ گیا ہی تیر کا تیرے وہ دل پر کھلکے زخم
نوشدارو سے نہیں کم عشق میں یہ سامی ہر	لایا پھر انگور تیرے ملتے ہی بسمل کے زخم
رکھدے گر مرہم اپنا سینے پہ تو پھاہی کی جا	تو ابھی پھر آئیں تیرے کشتہ کا کل کے زخم

جلد اول دیوان ظفر

کب تلک بیداد سہے یار بہ کین چشم وفا
دیکھ کر آئینہ کیا کہتا ہے یار وہ شوخ

لگ رہے ہیں اب تو اپنے دل کی غمخواری میں ہم
ماہ سے صد چند بہتر ہیں ادا میں ہم

ای ظفر لکھو تو غزل بحر و قوافی پھیر کر
خامۂ دُرریز سے ہیں اب گہر باری میں ہم

دیوانگی میں ہمنے لیا کب وطن میں دم
دم میں نہیں فراق بت سیمتن میں دم
مانند بوے گل ہے پریشان مزاج کر
میں اُس پری کا کشتہ کا کل ہوں دوستو
محفل میں اسکی قلقل مینا کی طرح آہ
خط کیا لکھوں پیام کہوں کیا کہ ابا

مجنوں کا اپنے آگے نہ ٹھہرا ہے بن میں دم
جز نالہ کب ہے نے کی طرح سے بدن میں دم
لینے دے باد صبح ہمیں یک چمن میں دم
واللیل پڑھ کے پھونکو مجھے گر کفن میں دم
انکا لگے ہیں آنکھے ہر ہر سخن میں دم
جوں بوے گل سمائے ہے کب پیرہن میں دم

ہنگامہ جزا کا نہیں غم مجھے ظفر
بھرتا ہوں دل سے دوستی پنجتن میں دم

جو منھ سے لے مرے کوئی جگر کے داغ کا نام
بہار اس تن گل خوردہ کی اگر دیکھو
نہ ہوتا گر یہ ترا خط سبز خال سیاہ
ہمارے سینۂ سوزاں میں ہے وہ آگ نہ بجھے

وہ پھونک مار کر تو ہو جائے گم چراغ کا نام
تو پھر زباں سے کبھی لو نہ سیر باغ کا نام
نشاں نہ طوطی کا ہوتا کہیں نہ زاغ کا نام
کہ اسکے سامنے روشن ہو جائے چراغ کا نام

نہ تو ہیں نکہتِ گل اور نہ ہم دودِ چراغ
پر یہی حال کہ با حال پریشان ہیں ہم

داغ سینے کا چھپے کیونکہ بہ رنگِ خورشید
رکھتے مانندِ سحر چاک گریبان ہیں ہم

ای ظفر اسنے تو انسان کو بنایا ہی ضعیف
ضعف سے نالے کریں کیونکہ انسان ہیں ہم

دیگر

دل اگر مانگوگے تمکو ای صنم دیدینگے ہم
پھر نہ دینا اور کو یہ بھی قسم دیدینگے ہم

کار روغن کا کرینگے اشکِ دل کی آگ پر
اور بھڑکے گی جو چھینٹا چشمِ نم دیدینگے ہم

جاتے ہو آپ یاد مبادا جانبارہ تمکو بھی
دم ہی اب سمجھے جاؤگے گر اپنا دم دیدینگے ہم

زاہدِ بے مغز کو ہوگی نہ کیفیت نصیب
جامِ مے کیا گرچہ اُسکو جامِ جم دیدینگے ہم

مُنھ نہ موڑینگے تری تیغِ ستم سے دیکھنا
سر ملک بھی عشق میں ای پُرستم دیدینگے ہم

گر کہوگے نشان کیا تم رخصت مجھے
ہنسکے کہتے ہیں کہ کچھ درد و الم دیدینگے ہم

یہ بھی تھا تقدیر میں لکھا کہ ای نوخط تجھے
یوں دل و جان دین و ایمان یکقلم دیدینگے ہم

سب نکلجائینگی ای قاتل ہماری حسرتیں
جب تڑپ کر دم ترے سرِ زیرِ قدم دیدینگے ہم

کندہ ہی دل سے نگینہ پر ہمارے نام دوست
ای ظفر کیونکر کسی کو یہ رقم دیدینگے ہم

یوں ہیں آنکھوں سے رواں آنسو گر دیکھینگے ہم
موسمِ اک برسات کا سا سال بھر دیکھینگے ہم

ہمدمو جسدم محبت میں قدم رکھینگے ہم
دیکھ لینا اُسکو بھی اپنا سا کر رکھینگے ہم

دیگر

جو لکھیں خط اُنھیں پیہم ادھر

سنو نے دیں محبت کم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

کہاں قسمت کہ بزم عیش میں دے جام بھر بھر کر
مئے گلرنگ کے ہر دم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

کچھ اُسکے آگے بولیں حضرت دل ہمسے کیا قدرت
مگر دیکھیں بچشم نم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

اگر ہم چشم ہوں بادل ہمارے دیدۂ تر سے
کریں سیراب اک عالم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

اُڑائی خاک کیسی دشت کی مجنون نے اور ہمنے
چلے وحشت زدہ جس دم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

تری محفل میں ہیں پروانہ پر ہم دل جلے بھی ہوں
کریں تا شرح سوز غم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

ظفر گھبرا رہا ہے دل نہیں کچھ چارہ بھی ہمدم
کہ تھا مے اسکو دیکر دم ادھر سے وہ ادھر سے ہم

ردیف نون

دیگر

غزل

غزل اک اور بہ مضمون غزل صد کہنے کا جو جی میں آیا
زبان کے بیان ہی وضع استادانہ رکھتے ہیں

ہمارے سینے نے لیا سدا ہمسایہ نالان ہیں
کہیں طوفان نہ برپا ہو کہ یہ آنکھیں بھی گریان ہیں

مقابل تو ہمارے شاخ گل کے باغ میں مت ہو
تن پر داغ سے ہم غیرت سرو چراغان ہیں

سمجھو یوں گا میں ترے کو مجھے صحرا نورد جیسے
کہ اپنی آبلہ پائی ہی اور خار مغیلان ہیں

یہی ہے دوستی کا ابھرہ لیتے ہیں ہی یارو
جو اپنے قدردان وہ ہیں تو ہم بھی انپہ قربان ہیں

ہنسا ہے کون لیا کھلکھلا کر انہی سے ہم صبا کہیو
چمن میں سمجھ ہم غنچہ جو سر در گریبان ہیں

نہ قربان کیونکہ ہم ہو جیں اپنا دل بھی قربان تن اگر
کہ وہ سینہ میں اب ہم لگاتے تیر مژگان ہیں

پروئے تو نے کیا تار سخن میں گوہر معنی
ظفر تحسین کنان محفل میں اب سارے سخندان ہیں

بھلا انکو کہیں کیونکر نہ ہم یکجا دو قالب ہیں
نہ آئے عشق میں وہ اور ہم یکجان دو قالب ہیں

بظاہر گرچہ دوری ہی عزیز چشم عالم میں
نہی وہ مرتضی یار و ہم یکجان دو قالب ہیں

تمہارے ساتھ ساتھ ایسا رہتا ہی سدا ہمدم
دوئی یہ کہتے ہیں جوں ہمدم ہم یکجان دو قالب ہیں

کھلے چشم حقیقت میں تو ہمدم یہ نظر آوے
دے ہم اور وہ اپنا صنم یکجان دو قالب ہیں

ظفر ہی ایک ان آنکھوں میں ہی نور بینا ہے
جدائی کس طرح ہو ایک دم یکجان دو قالب ہیں

کہ کس صورت حباب موج ہم یکجان دو قالب ہیں
بعینہ یہ ترے مصرع کی قسم یکجان دو قالب ہیں

جلد اول دیوان ظفر

کیجیو نہ قلم عاشق ناشاد کی گردن
بیجرم کا خون ہوتا ہی جلاد کی گردن

مت فصد کر و پیر الھو ورنہ بہے گا
خون ہوویگا ناحق مرا فصاد کی گردن

گردن کا جو نقشہ کا گیا سوچ مین تیری
زانو سے نہ پھر اُٹھو سکی بہزاد کی گردن

ای تیغ نگہ حشر کو ہونگا مین گلو گیر
گر تو نے مرے تن سے یہ آزاد کی گردن

شیرین نے تو جان الفت پرویز مین کھوئی
اور اُسکے گئی عشق مین فرہاد کی گردن

باندھے نہ ہوا باغ مین ہر سرو پھر اپنی
دیکھے اگر اُس غیرت شمشاد کی گردن

افسوس ظفر دیکھے کو حال کے تیرے
اٹھی نہ کبھی اُس ستم ایجاد کی گردن

انھین دیوانہ ہم سمجھین ہین جو مستی پہ ہنستے ہین
بھلا کیون رستگاران جہان مستی پہ ہنستے ہین

صفا رکھتے ہین جو آئینہ دل کو یہان اپنے
وہ اے زاہد تری اس آرسی جستی پہ ہنستے ہین

نہین لیتے ہین اک بوسہ پہ دل اور مسکراتے ہین
تماشا ہی کہ وہ اس جنس دل سستی پہ ہنستے ہین

شراب عشق کی کب اہل دنیا سمجھین کیفیت
عجب اندھیر ہی سب عالم ہستی پہ ہنستے ہین

خاک تمسے مل سکین ای ہمصفیران چمن — ہم گرفتار قفس تم زیب ایوان چمن

سینہ پر داغ مین نالان ہے نہ کیونکر بلبل — نغمہ سنجی سے نہین خالی ہین مرغان چمن

دیکھ کر دست حنائی اسکا مرجاوے نہ کیون — رو برو جسکے خجل ہی دست مرجان چمن

شبنم و نرگس نہین یکجا غم بلبل مین آج — ہی سرگرم زاری چشم گریان چمن

عرس ہی کسکے شہیدونکا بتا ای باغبان — لالہ و گل سے جو ہی سرو چراغان چمن

زلف و خط کا اسکی کس صورت پہ آج ہی ہیر — منفعل جسسے ہی سنبل اور ریحان چمن

ای ظفر مین ہون غلام طوطی ہندوستان
کب مقابل ہووین میرے عندلیبان چمن

شب کیونکہ دیئے ہار کے گل زیر گریبان — چھاتی پہ تری نقش ہین گل زیر گریبان

دے جام نہ ساقی کہ مین ہون چور نشے مین — ہو منہ سے ڈھلی آئی ہی مل زیر گریبان

یہ لکہ یاقوت ہی چشمون سے ہماری — لخت جگر آیا نہین ڈھل زیر گریبان

لیتے کو ترے بوسہ ناوک کے لب زخم — سینے مین رہے ہین مرے کھل زیر گریبان

کھلتا ہی ابھی پردہ کونین ظفر دیکھو
منہ کھلتے ہی جون غنچہ گل زیر گریبان

کبھی تو آو ہمارے گھر مین سنو ہماری بھی چار باتین
عجب ہی شکوہ رقیب کا یہان ہزار منہ ہین ہزار باتین

یہ دانہ وہ ہے جسکی جستجو میں زیر شب یارو	بسان آسیائی دانہ دانائی سے پھرتے ہیں
دلا کیا جانے کیا آشفتگی لائیگی اب سر پر	جو ہم سودے میں ان زلفوں کے سودائی سے پھرتے ہیں
چمن میں ہو کے سروکش شاخ گل کھنچے ہے خمیازہ	کمر لچکا کے وہ جسوقت انگڑائی سے پھرتے ہیں
عبث تو درپے تدبیر ہے اے ناصح مشفق	کہیں سے دارو بھی کوئی سودائی سے پھرتے ہیں
صف عشاق کا ہے ناک میں دم انکے ہاتھوں سے	بتان ہند خودبینی سے خودرائی سے پھرتے ہیں
الٰہی جلوہ فرما کون ہے یاں زیر شب ایسا	مہ و خورشید جو بنکر تماشائی سے پھرتے ہیں
قدم آنکھوں سے پوچھے کیوں نہ مجنوں انکے رستے	کہ خارستان میں اب ہم آبلہ پائی سے پھرتے ہیں
عبث دامن کشان خار بیابان جنوں تو ہے	کوئی ہم اہل وحشت دشت پیمائی سے پھرتے ہیں
گل خورشید ہر نقش قدم سے انکے اگتا ہے	جدھر یہ مہ جبینان جلوہ آرائی سے پھرتے ہیں
دلا ہوتا ہے آشوب قیامت سے جگہ برپا	یہ خوش قامت جہاں انداز رعنائی سے پھرتے ہیں

ظفر تبدیل بحر و قافیہ کی یہ غزل سنیے
یہاں دانشوران ہند دانائی سے پھرتے ہیں

اسکے کوچے میں دلا جا کے جو ہم پھرتے ہیں	آ کے تب گرد عدو خوف سے کم پھرتے ہیں
واں جو ہر دم وہ کئے تیغ علم پھرتے ہیں	یاں ہتھیلی پہ سر اپنے لیے ہم پھرتے ہیں
ہم جدائی میں یہاں بیٹھے ہیں جیسے غمگین	واں خوشی سے وہ غیروں سے بہم پھرتے ہیں
جا سے گردوں تیری بزم میں انکو نہ سہی	جو سدا ساتھ لیے لشکر غم پھرتے ہیں

کام اپنے ہی تمسے بتو دل کا لگا یا بخدا — سنگ سے شیشۂ دل دیکھو بچاتے ہم ہین
شمع رو کانپتے ہین جو ہے تری شعلۂ تنگ — رشتۂ فکر سے اب غوطہ مین جاتے ہم ہین
شکل خورشید اگر لاکھ لڑا تو آنکھین — تجھسے بے مہر کوئی آنکھ چراتے ہم ہین
خاک پا کو تری ہم خاک شفا جان کبھی — دیکھ جبین سرمہ سے اب آنکھون سے لگاتے ہم ہین
ترک شاہی کو کر اب طرز گدائی لیکر — کوڑی کوڑی کا سب ہاتھ بکاتے ہم ہین
جیمین کچھ ہو جو محبت نہین اسکی خاطر — مفت مین جان و جگر اپنا گنواتے ہم ہین
پھیر کر منھ یہ غضب ہے وہ دانستہ مجھے — کہتے ہینگے اسی باعث نہین آتے ہم ہین

چشم کیا خاک رکھین اس سے ظفر ملنے کی
جب کبھی قصۂ غم انکو سناتے ہم ہین

یہ ترے دندان نہین رنگ مسی سے ہم نشین — پارچہ الماس کے گوہر مین جڑے نیلم کے ہین
صبح آویگا چمن مین کیا صبا وہ نو نہال — اوڑھنی ہر گل کی ڈوبی جو صبا شبنم کے ہین
تن یہ گل خوردہ نہین اپنا ہی رشک چمن — اس تن ہر زخم پر پھاہے لگے مرہم کے ہین
ای خریدارو مین کیا ہی جنس ہون لیکن یہ آہ — سب جلائے آپ بہیان نشتر غم کے ہین
ہر دہان اشک و لخت دل کی کچھ جہان نو خرید — لعل و گوہر سے بھی قیمت مین یہ کیا کم کے ہین
فرش قالین پر کہان تجھے گل انھون کے نقش — سب یہ گل بوٹے بنائے میری چشم نم کے ہین
تیغ سے قاتل تری کب زخم دل ہر رنگ — او میان نازک ہم ہر زخم کے ہین

سرکشی کرتی ہی کیا پروانہ جانسوز سے
شمع سوزان کا فلک پر ہی دماغ آشیان

دل سے نے بھی عاشق ہو تیرے سینہ پر داغ ہین
جون خلیل اللہ دیکھی سیر باغ آشیان

کیون نہ گلشن مین کرین بیتین نافرمانیان
ہاتھ مین لالا کے ہی ساقی ایاغ آشیان

لالۂ خودرو کہان ہی دامن کہسار مین
کوہکن کے آتش غم سے ہی داغ آشیان

کون پا سکتا تھا میرے اس دل گم گشتہ کو
آہ سے پایا ظفر لیکن سراغ آشیان

مہ و خورشید نے وا جیسے فلک کین آنکھین
سامنے اُنکے نہین آج تلک کین آنکھین

یاد مین اس ترے حسن نمکین کی ہمنے
کہ تر رشک سے ہین کان نمک کین آنکھین

حلقۂ ناف ترا دیکھ کے پریون نے نثار
اپنی ای غیرت صد حور و ملک کین آنکھین

نشتہ کیے ہی ماہ جبین انجم افلاک کے بند
دیکھتے ہی ترے دندان کی چمک کین آنکھین

اُسکا یہ آنکھ چرانا نہین بیجا ہی ظفر
جسنے رکھے ہین دُھبے شبہہ و شک کین آنکھین

ہین لخت جگر پنجۂ مژگان کے بس مین
یا مرغ لڑانیکو یہ چھوڑے ہین قفس مین

صیاد مرا رکھدے قفس جا کے چمن مین
بیتاب ہون نظارۂ گلشن کی ہوس مین

ایسا بھی تو مین مورد تقصیر نہین ہون
کیون گالیان دیتے ہو مجھے بیٹھکے دس مین

پروانہ صفت کیونکہ جلے شمع کے اب گرد
کب اس طرح جل جانے کی طاقت ہی مگس مین

قدم کس منھ سے راہ عشق مین یان ہو بوس رکھتے
ظفر اُس جا تو قیس و کوہکن سے دھاگ جاتے ہین

یاد کیا تمنے کیا شب اپنے گھر میرے تئین
ہچکیان آتی رہین یہان تا سحر میرے تئین

کیون لگا لاتے ہنسکے ہو تم اسقدر میرے تئین
آبرو ہی آپکی مد نظر میرے تئین

واہ ساقیِ ازل ساغر مین تونے بھر دیا
بادۂ ناب اُسکو اور خون جگر میرے تئین

خط کو پشت لب دہن کی دیکھکر کہتا ہی دل
ملگئے کوثر پہ دیکھو اب خضر میرے تئین

کشتیٔ دل کا خدا حافظ کہ دیتے ہی آہ
چین پیشانی تری موج خطر میرے تئین

اب کہان ہی طاقت پرواز تا بام قفس
کر دیا صیاد نے بے بال و پر میرے تئین

اُس ہجوم خلق کا دل سے نجا دیگا خیال
دو اُڑا یار وقت کے تو وہ بین گھر میرے تئین

ہی کہان اشک مسلسل عشق کی سرکار سے
یہ ملے خلعت ہین یہان سالک گہر میرے تئین

کر دیا خانہ خراب اس خانۂ دل کا مرے
خاک مجھسے چشم ہوای چشم تر میرے تئین

اُسکے کوچے کا تو رستہ دل مین ہی کہتے ہین لوگ
بیخلی ہی بیخودی تو اب کدھر میرے تئین

زندگانی کی حلاوت تب اُٹھے گی ای ظفر
ایک بوسہ دے اگر وہ لب شکر میرے تئین

رکھے ہی مجھکو یون زیر فلک تقدیر چکر مین
کہ فانوس خیالی مین ہو جون تصویر چکر مین

کہین دیکھا ہی شاید آ تیری ناف کا حلقہ
بھنور کی طرح جو ہی عاشق دلگیر چکر مین

[illegible]

لے خبر شہر جا کر ابتو انکی ای صنم
آج مرتے ہین ترے دو چار جو بیمار ہین

لخت دل و راشک کب تھمتے ہین آنکھون سے مرے
لعل کے ٹکڑے ہین یہ او ر یہ ڈر شہوار ہین

ہمنے کیا تقصیر کی ہی کیا گنہ سرزد ہوا
گالیان کیون آپ دیتے آپ ہمین ہر بار ہین

ہمتو انکو چاہتے ہین جان و دل سے نشین
ہمکو وہ چاہین نچاہین اُسکے وہ مختار ہین

دیکھیے آوین نہ آوین ہمکو کیا معلوم ہی
ایک آنے کا ظفر وہ کر گئے اقرار ہین

ہجر کے ہاتھو سے اب خاک پڑے جینے مین
درد اک اور اُٹھا آہ نیا سینے مین

خون دل پینے سے جو کچھ ہی حلاوت ہمکو
یہ مزا اور کسیکو نہین مے پینے مین

دل کو کس شکل سے اپنے نہ مصفا کرون
جلوہ گر یار کی صورت ہی اس آئینے مین

اشک و لخت جگر آنکھون مین نہین ہین میرے
ہین بھرے لعل و گہر عشق کے گنجینے مین

شکل آئینہ ظفر سے تو نہ رکھو دل مین خیال
کچھ مزا بھی ہی بھلا جان مری لینے مین

موج دریا سے ہو کس وجہ ہمسر آستین
روز و شب رہتی ہی تیری چشم تر پر آستین

سرو ہمسر ہو سکے تیرے قد دلجو سے کیا
کیا چڑھاتا ہی تو ای رشک صنوبر آستین

موج طوفان خیز اُسکو دیکھ کر کہتی ہی خلق
اُسنے پہنی ہی قبا کی اپنے چنکر آستین

کیا بنے یہ دیدۂ تر اپنے ہی چشم حباب
موج دریا بن گئی اب ای ستمگر آستین

[illegible]

[illegible]

اے ترے قربان مجھکو ذبح کرتا ہے اگر
دستِ چپ ہی مین نہین عورے مین غضب نے کی گجھ

لے چھُری پڑھ کر ابھی تکبیر سیدھے ہاتھ مین
ہے جو رانی یہ تری تصویر سیدھے ہاتھ مین

پانوُن بایان چوم لے مانی ترا نقشا اگر
کھینچے گر نیکر قلم تصویر سیدھے ہاتھ مین

دے نشانی ابتو چھلا اپنے سیدھے ہاتھ کا
کھائے گل پر انجھا ابھی تا ہے ہر سیدھے ہاتھ مین

کچھ ہوے طالع مگر سیدھے جو خط اُسنے لکھا
کہکے بسم اللہ بے تاخیر سیدھے ہاتھ مین

دے خلال اُسکو ظفر بازی کا کیون کرتا ہے سوچ
دستِ چپ مین ہے وزیر اور میر سیدھے ہاتھ مین

ایک تو منھدی کی ہے تحریر دونون پانوُن مین
دوسرے ہے کفش کی تصویر دونون پانوُن مین

آکے پابوسی کرین کیونکر نہ عشاقِ تنھد
ہے پڑے ہم ترے بت بے پیر دونون پانوُن مین

اشک یون تا رخِ زہ پر ہے روان لختِ دل
جون چڑھے نٹ باندھ کر شمشیر دونون پانوُن مین

قتل گہ مین دل مرا قاتل کی پابوسی کو آہ
لوٹتا ہے صورتِ نخچیر دونون پانوُن مین

سونے دینے کی نہین پر انجھا کو ہوش کی بعد
مست ہین خلخال زر ای ہیر دونون پانوُن مین

دشت گردی خاک کیجے بعد مجنون اے ظفر
مارے ہے خارِ بیابان تیر دونون پانوُن مین

ہوئی پھر آمد و رفتِ صبا کیا گو جا بجا مین
کہان ہے عکس موے زلفِ سیہ جو انکے آئینہ مین

گئی جو پھوٹنے بو عشق کی دشت و بیابان مین
نشانی کے لیے سرِ خط رکھا کافر قرآن مین

مجلد اول دیوان ظفر

[illegible]

کوئی تار اُس زلف مشکین کا جو ہاتھ آوے تو لا
سنکھیا مرہمین بھر دو تم زخم دل پر یا نمک
کو بکو خانہ بخانہ پھرتے ہو خورشید وار

اے صبا مشتاق کب ہم شاخ تاریک این
پر مزہ کچھ ہے کہ ہم خواہان مزید آ گئے
مہروش یہ دن تمھارے گرم بازاری کے

اے ظفر تیری وفا نے اُسکو سکھلائی وفا
اس جفا جو مین جو شیوہ یہ جفا کاری کے ہین

سرایت گر نہ کرتا کوہکن کا خون پتھر مین
تم اپنی زلف کے ماریکا گر ڈھونڈو نشان یہ ہے
نہ ٹھہرے کشتیِ دل اپنی دریائے محبت مین
ترا کشتہ نہ کیونکر زندۂ جاوید ہو جاوے
مرے مضمون سوز دل سے ہو وے جلکے خاکستر
طبیعت صاف ہے جنکی نہین آلودہ دنیا مین

تو پھر اس رنگ کی سرخی نہوتی لعل احمر مین
کہ انکی قبر ہوگی سنگ موسے کے مجمر مین
اگرچہ دو جہان کو باندھو دیئے انکی نگاہ مین
اثر ہے آب حیوان کا سا تیرے آب خنجر مین
اگر نامہ کو اپنے باندھو دون بال کبوتر مین
کہ تر ہوتے نہ دیکھا تا رہنے آب گوہر مین

ظفر سلطان عشق آیا ہے چڑھ کر کشور دل پر
قلم بردار ہے نالہ غم و حسرت کے لشکر مین

تری مخمور آنکھون مین یہ دنیا غضب کے ہین
ترے گیسوئے مشکین دونون یہ کالے غضب کے ہین
بہا دینگے ابھی لوہو کے دریا کوئی جانان مین

لیے ہاتھون مین ترکِ مست یہ بھالے غضب کے ہین
ہم انکو چھیڑتے ہین یہ جو چھیڑ دے والے غضب کے ہین
روان مژگان سے تیرے میری ہر نالے غضب کے ہین

اپنا کوئی ... جہان ... رہا نام و نشان ...
... بیٹھے ہین

پاس آداب سے کیونکر نہ رہے شمع کھڑی
استقامت کی نہین جا ہے یہ منزل کہ جہان

گر تری بزم مین ہم سوختہ جان بیٹھے ہین
سارے برداشتہ دل پیر و جوان بیٹھے ہین

اُٹھے حیرت زدہ اس بزم سے کیا جون تصویر
کہ جہان اُٹھ بیٹھا ہی وہان بیٹھے ہین

ای ظفر بارش گریہ نے کیا طوفان ہی
آج اس کوچے مین کتنے ہی مکان بیٹھے ہین

تدبیر کو کس طرح کی تدبیر سے بدلون
تقدیر کو کس طرح سے تقدیر سے بدلون

ہاتھ آئے جو تصویر تری عالم تصویر
مین حضرت یوسف کی نہ تصویر سے بدلون

زہر آب محبت مین حلاوت ہی کچھ ایسی
مین اُسکو نہ ہرگز شکر و شیر سے بدلون

بیماری ہجران سے اب اتنی نہین طاقت
بستر پہ جو کروٹ کسی تدبیر سے بدلون

آنکھون مین جو دی کحل جواہر کی ہو
مین خاک در یار نہ اکسیر سے بدلون

انجم سے ہر داغ سوا ہین جو کہو تو
اس بات پہ شرط اس فلک پیر سے بدلون

تنگ آیا ہون اس گھر مین جو کچھ بجا ہی
اس گھر کو اگر خانۂ زنجیر سے بدلون

گر آب بقا بھی مرے ہاتھ آئے تو ای خضر
مین اُسکو نہ آب دم شمشیر سے بدلون

واشد ہی نہین دل کو ظفر آہ جو بس ہو
اس غنچہ کو مین غنچۂ تصویر سے بدلون

رات دن تیرا تصور ہی خیال اور نہین
کہ سوا اسکے محبت کا کمال اور نہین

مطلع اول دیوان ظفر

فراموش ہی کوئی اور نہ کوئی غمگسار
جو مجھے لیتا ہی پھر وہ پھیر دیتا ہی مجھے
خانۂ صیاد مین ہون طائر تصویر وار

غم مرا غمخوار ہی مین غم کے غمخوارون مین ہون
مین عجب اک جنس ناکارہ خریدارون مین ہون
ہر نہ آزادون مین ہون نہ اور گرفتارون مین ہون

ای ظفر مین کیا بتاؤن تجھسے جو کچھ ہون سو ہون
لیکن اپنے فخر دین کے کفش بردارون مین ہون

بیان لیلی وشون کے عشق مین ہوئے ایسے ہین
جو لنکے نقش زن پا کو نگین سوراخ سیتے ہین
صفا دندان لب نگین کہون کیا وصف مین اُسکا
سنوارین پنجۂ مژگان ہمارے اُسکی زلفون کو
بُرا ہو سخت جانی کا کہ آرے سر پہ چلتے ہین
صراحی دار جو گردن ہی اُسکی اور لب میگون

سمجھتے ہیچ ہین مجنون کو وہ مستانے ایسے ہین
لہو تو خانۂ زنبور مین کب غلطانے ایسے ہین
نگین لعل ایسے ہو تیونکے دلانے ایسے ہین
خدا کی شان یہ ہی اپنو ہی شانے ایسے ہین
دم شمشیر قاتل پر پڑے دندانے ایسے ہین
نہ شیشے ہمنے دیکھے ہینگے نہ پیمانے ایسے ہین

ظفر کی داستان غم کو وہ سُن سُنکے کہتا ہی
رہو چپ بس سنے ہمنے بہت افسانے ایسے ہین

مرشد پاک رہروان فخر الدین
اک جہان فخر جہان کہتا ہی
مین گدا ہون تیرے دروازے کا

قبلہ و کعبۂ جہان فخر الدین
ہر ہی فخر دو جہان فخر الدین
جاؤن اس در سے کہان فخر الدین

لیکے نام اُسکا بت آہن بھی اگر پانی ہون
کیون ابھی ای دل بیتاب کہے تو کہدون

رخ کو تیرے نکہون برق نہ شعلہ نہ قمر
بلکہ خورشید جہان تاب کہے تو کہدون

نکہون سینہ کو سینہ نکہون ناف کو ناف
اُسے دریا اُسے گرداب کہے تو کہدون

عکس انگن نہین آئینہ مین کانون کے مگر
مچھلیان دو ہین تہ آب کہے تو کہدون

رنگ پان نے لب نو خط کو کیا لال کیا
مین اب اس پستہ کو عناب کہے تو کہدون

یون تو افسانہ مرادہ نہین سنتا ای دل
اُس سے یہ قصہ دم خواب کہے تو کہدون

ای ظفر چرخ مین سب کہتے ہین مہتاب کو بھی
ماہ نو ساغر سیماب کہے تو کہدون

موسم گل کی چمن مین کب خبر اُڑتی نہین
پر قفس سے بلبل بے بال و پر اُڑتی نہین

یون تو اپنی جوش وحشت کی خبر اوڑتی نہین
دھجیان ہو کر قبا تا سر بسر اُڑتی نہین

کون سی شب ہی کہ تجھ بن اس مرے فریاد سے
نیند ہمسایون کی ای رشک قمر اُڑتی نہین

ہاتھ سے اُس شوخ کے اُڑ جاتی ہی رنگ حنا
پر ہماری سرخی خون جگر اُڑتی نہین

دام حیرت سے اُڑا دے ہی [illegible]
بلبل تصویر پھر رکھے ہی پر اُڑتی نہین

اُس رخ تابندہ پر قطرے عرق کے دیکھنا
ہی عجب خورشید سے شبنم اگر اُڑتی نہین

کاروان عمر جاتا ہی کدھر یا من کہان
گرد بھی اُسکی سر راہ سفر اُڑتی نہین

زلف کو جنبان ہوا دیکھو اپنے رخ پہ تو
تیرگی مہتاب مین دیکھی اگر اُڑتی نہین

جلد اول دیوان ظفر

کہین مین جوش وحشت ہون کہین مین محو حیرت ہون
کہین مین آب رحمت ہون کہین مین داغ عصیان ہون

کہین مین برق خرمن ہون کہین مین ابر گلشن ہون
کہین مین اشک دامن ہون کہین مین چشم گریان ہون

کہین مین عقل آرا ہون کہین مجنون رسوان ہون
کہین مین پیر دانا ہون کہین مین طفل نادان ہون

کہین مین دست قاتل ہون کہین مین حلق بسمل ہون
کہین زہر ہلاہل ہون کہین مین آب حیوان ہون

کہین مین سرو موزون ہون کہین مین بید مجنون ہون
کہین گل ہون ظفر مین اور کہین خار بیابان ہون

وائے ای بے خبر و تمکو خبر خاک نہین
کہ سفر سر پہ ہی سامان سفر خاک نہین

تجھ بیمار کی کیا خاک کرے کوئی دوا
ہوتا اکسیر کا بھی اُسکو اثر خاک نہین

برسون گذرے کہ ہوئی خاک ہماری برباد
اب تو اس کوچے مین ای باد سحر خاک نہین

جل گئے ہم خاک ہوئے عشق مین اُسکے لیکن
اُسکو ابتک اثر سوز جگر خاک نہین

ذرہ ذرہ مین ہی یہان خاک کے پیدا خورشید
لیکن آیا تجھے غفلت سے نظر خاک نہین

دے ہی تقدیر رسوا انکو نہ ہنر مندون سے
جنکو جز بے ہنری آتا ہنر خاک نہین

ابر تر کو پل مین رولائین طوفان پر اک طوفان لائین
وقت وفور گریہ اپنے دیدۂ پرنم ایسے ہین

گل ہی کہین اور خار کہین ہی نور کہین اور نار کہین ہی
ایک ہی عالم کیا ہی ہزارون اُسکے عالم ایسے ہین

غیر کے گھر مین تو ہی خندان ہم ہین اپنے گھر مین گریان
عید کدہ وہان ایسے ہین اور یہان ماتم ایسے ہین

جیسے گل رخسار پہ اُنکے طرفہ عرق کی بوندین ہین
دیکھے گل لالہ پر کسنے قطرۂ شبنم ایسے ہین

وہان ہی عیش و عشرت باہم یہان ہی آہ و نالہ ہر دم
اُنکے ہمدم ویسے ہین اور اپنے ہمدم ایسے ہین

بیعت کرتے ہینگے ظفر سے دنیا کے عشاق تمام
واقعی ہوتے عشق مین کامل عاشق ہان کم ایسے ہین

اشک کب پیوستہ ہین مژگان تر کی شاخ مین
تو تیا کے پھول باندھے نیلوفر کی شاخ مین

کیا عجب گر ہووے چشم شوخ پر ابرو کج
ہوتی ہی اکثر کجی آہو کی سر کی شاخ مین

دیکھنا انگشت مین اُس گل کی انگشت شتم
نیشکر کی شاخ بھوئی نیشکر کی شاخ مین

اسکے ابروے کشیدہ پر نہین کاجل کا خط
ہی گل سوسن کمان فتنہ گر کی شاخ مین

اپنی گر سوختہ جانی پہ ظفر وجد کرون
جون سپند آگ پہ یکبار اُچھلکر کودون

نہیں زیب گلوے فاختہ یہ طوق گردن مین — محبت سرو کی ڈالے ہوے ہے ہاتھ گلشن مین
تجھے ای ابر مژگان آفرین خوب اشک برسائے — برستے اس طرح بادل نہ دیکھے ہونگے ساون مین
بھر آتا ہے دل آہن کا میرے زخم سینہ پر — بجاے تار ہے ٹپکون کا تار اب چشم سوزن مین
نہ سمجھو پارۂ دل نالۂ پر درد مین میرے — اگر چنگاریان سی اُڑ رہی ہین دود گلخن مین
اُڑائین دھجیان کس کس طرح سے وحشت خیز نے — کہ ڈھونڈو تو نہ پاؤ تار ثابت جیب و دامن مین
مسی آلودہ دندان جبکہ وہ ہنسکر دکھاتے ہین — تو ٹپکتی ہے گل سوسن پہ کیا کیا اوس گلشن مین

خدا نے کیا بنایا ای ظفر دل سخت آہن کا
نہ وہ سختی ہے پتھر مین نہ وہ سختی ہے آہن مین

سب حرکتین سمجھتے ہم آن آن مین ہین — تم اپنے دھیان مین ہو ہم اپنے دھیان مین ہین
قرآن کی آیتین ہین وہ خط مصحف رخ — پر جانتے نہیں ہم یہ کسکی شان مین ہین
یہ مار زلف نے ہے باندھی پہ من کو اُگلا — آویزے لعل کے کب اُس گل کے کان مین ہین
بنت العنب ہے ساقی وہ فاختہ کہ جسکے — سب مُدا شنا ہین جتنے جہان مین ہین
اُس شعلہ رو کا آیا نہ کو جب زبان پر — پھوٹے پڑے پھپھولے وہ جو زبان مین ہین
کھا جائینگے وہ دل کو ہے اُسکا یہ نمونہ — سارے ہی الاچی کو رکھتے جو پان مین ہین

نشان جیسے کفِ پا کا دیکھتا ہون جہان
طواف آنکھون سے کرتا ہون [illegible] ہون مین
وہ کاروان کہ جو منزل پہ اپنی جا پہونچی
ابھی ہے پیچھے روان صورتِ غبار ہون مین
شکستہ ہون طائرِ بسمل نہ مار پھر مجھ کو
ابھی کیا ہون جو بیتاب و بیقرار ہون مین
مجھے عشق مین ہوش و نخبر نہیں کچھ
خبر مین کہ جب سے وار ہون شکار ہون مین
خدا کے واسطے مجھ پر دے مثال پروانہ
ثبوت روا بھی اُڑ کر اُسکا شکار ہون مین
ظفر جو کیون نہ وہ نازک مزاج دامن کش
کہ خاک راہِ محبت ہون خاکسار ہون مین

دیگر

چشم کی دیکھی گردون نے [illegible] کھینچین
تھا تمنا دل بھی [illegible] کھینچین
چشم وہ [illegible] ہین مجھسے یہ عمل ہی ایسین
ہین سرا [illegible] نہین دیکھنے کا نظر ہین [illegible] کھینچین

ہو گئی کچھ صفحۂ گردون پہ آرائش سی اور	جدولین جو میری آہ آتشین کی کھنچ گئین
جلوہ فرما کون ہوگا جو خطوط مہر سے	دُوریان نمگیرۂ چرخ برین کی کھنچ گئین
زلف مشکین کو جو اُس کافرنے باندھا تھا پکڑ	اور بھی مشکین دلِ اندوہگین کی کھنچ گئین

جا بجا ہو کیون نہ شہرت حسن کو اُسکے ظفر
اب تو تصویرین ہزارون اُس حسین کی کھنچ گئین

جی مین کیا تیرے سمایا اسے کیا کہتے ہین	ہمسے ہر وقت کنایا اسے کیا کہتے ہین
ساتھ سوتے ہو لپٹ کر مرے تم شرم کہان	یہ جو منھ تمنے چھپایا اسے کیا کہتے ہین
اپنے ہم تجھ سے ہین وہ اور یہ غش ہین منحوس	یہ ستم بار خدایا اسے کیا کہتے ہین
پوچھا ہر چند بھرے کان تمھارے کسنے	نہ بتایا نہ بتایا اسے کیا کہتے ہین
دن کو تو یون وہ نہ آیا کہ ہین باغ غبار	خواب مین شب جو نہ آیا اسے کیا کہتے ہین
گل صد برگ بنایا دل صد پارۂ عشق	تونے کیا گل یہ کھلایا اسے کیا کہتے ہین
بید مین پھل نہین سایہ ہی مری آہ کا نخل	نہ ثمر رکھے نہ سایہ اسے کیا کہتے ہین
لاکھون انداز ہین کس کسکو ہم اب پوچھین	تمکو یہ کسنے سکھایا اسے کیا کہتے ہین

گریۂ خون سے سلگتا ہی تھا دل اور ظفر
سرد مہری نے جلایا اسے کیا کہتے ہین

وہ تیر اور ہی جس تیر کا فتراک ہون مین	وہ دام اور ہی جس دام کا شکار ہون مین

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

دیگر

[illegible]

[illegible]

غیر پر چشم عنایت مجھکو دیکھو قہر سے	آنکھ سے دیکھا کرون کیونکر کہو تو کیا کرون
غم مرا غمخوار ہی کرتا ہی وہ غمخوار گی	مین نہ دم اسکا بھرون کیونکر کہو تو کیا کرون
مین ہو حیران و برو اُس یار کے آئینہ وار	اپنے صورت کو تلون کیونکر کہو تو کیا کرون
واہ وا کہتے ہین میرے لب کھلے ہی رہگئے	اور وصف انکا کہون کیونکر کہو تو کیا کرون
جم گیا دل خاک کوے یار پر جون نقش پا	اُٹھو نہین سکتا اٹھون کیونکر کہو تو کیا کرون

اپنا احوال محبت سامنے اُسکے ظفر
آپ مین لکھکر پڑھون کیونکر کہو تو کیا کرون

پاک شی کچھ اور ہی مین قطرۂ ناپاک ہون	بولتا کیا جانے کیا ہی مین تو مشت خاک ہون
خواہش دنیا ہی در پئے استقامت کیونکہ ہو	اُڑتا پھرتا مین ہوا مین جون خس و خاشاک ہون
دور ہی منزل بہت اور پانو مین طاقت نہین	گرچہ مین رکھتا طبیعت عشق مین چالاک ہون
بے حجابی سے اُٹھا کافر نہ تو منھ سے نقاب	دیکھ کر کیا جانے کیا بولون کہ مین بیباک ہو
ناصحا کرتا ہی کیا چاک گریبان کو رفو	فکر کر اسکا کہ رکھتا سینہ مین صد چاک ہون

ای ظفر دونون جہان مین کیون نہو مجھکو ظفر
جان و دل سے مین غلام صاحب لولاک ہون

مین ملون کیونکر کہ وہ پیمان گسل ملتا نہین	میرا دل ملتا ہی اُس سے اُسکا دل ملتا نہین
اُسکی صورت سے ملے کس وجہ یوسف کی شبیہ	رخ سے رخ گیسو سے گیسو تل سے تل ملتا نہین

[illegible]

سنکے وہ آواز کو دہلیز پر رکھیں ہا نون
آج کیا جانے وہ کس مشکل سے گھر مین آئے ہین

رات کو کرتا ہی وہ نالے کہ اڑ جاتی ہی نیند
لوگ سب عاجز ترے نالے سے گھر مین آئے ہین

جب کبھی تو نے ہین خاک کوے جانان پر تو ہم
کیا معطر ہو کے عطر گل سے گھر مین آئے ہین

گر گئے ہین لوگ سمجھانے ترے دیوانے کو
اپنے پانون ہو کے وہ قائل سے گھر مین آئے ہین

تو نہ تو گھر مین تو دل گھبرا کے گیا سنگدل
توڑنے ہم سر کو گھر کی سل سے گھر مین آئے ہین

آمد و شو عشق سے آسودگان گور کو
مست اٹھا تھک کر ابھی منزل سے گھر مین آئے ہین

کس کی چشم مست کو تم دیکھ کر اب ای ظفر
آپ جو یون مست لایعقل سے گھر مین آئے ہین

دیگر

ہزارون طرح کے چلتے ہین ہر تدبیر سیدھی مین
نہین چلتا کوئی بل بٹا گر تقدیر سیدھی مین

پڑی ہی زلف پر خم مصحف رخسار پر ایسے
ابھی کی دیکھو جدول کھنچنے کی تحریر سیدھی مین

جو صورت راستی کی چاہتا ہی تو نہ ہم
کہ ٹیڑھی شکل تو ہی بد نما تصویر سیدھی مین

ترے سمجھائے کیا ہوتا ہی ناصح جب دل سمجھے
مگر تقریر سے کج بحثی کی اس تقریر سیدھی مین

بتا یہ کشتگان ابروے خمدار کا پایا
کبھی ہر مقبرہ کی رہ گئی تعمیر سیدھی مین

کرون مین بات الٹی یا کہ سیدھی ایک کیا حاصل
نہ ہی تاثیر الٹی مین نہ ہی تاثیر سیدھی مین

اگر دشمن مین وضع راستی بھی ہو حذر کر تو
کہ برش کیا نہین ہوتی ظفر شمشیر سیدھی مین

دیگر

ہست بیہ رو میندہ اشعار ان کرو گہنا اپدل | از غم و درد و بچھوران کدی اثر گو نہین
نالہ و آہ کنم منیڈی نیا مین کب تک | شب ہجر ست آسمان او کہے سحر گو نہین
نام نیکم ہونا ہر نہ وچ او سدی برباد | پاس یکذرہ منیڈی نام و اپر گو نہین

کیست تا آگہی کولی اوسنو ہمارا احوال
آنکہ حالت بلوہم اپنا ظفر اسکو نہین

عشق کے ساغر سے گر ہشیار بیہوشی کرین | جام چشم مست سے تقسیم بیہوشی کرین
چاند دیکھین عید کا جب دیکھ لین ہم یار کو | عید ہم اسدن کرین جسدن ہم آغوشی کرین
اپنا دم رکتا ہی گر کیجے خموشی اختیار | یار رکتا ہی اگر ہم ترک خاموشی کرین
چاہتے ہین زخم دل کے کھول کر آغوش ہم | پھر دم شمشیر قاتل سے ہم آغوشی کرین
کیونکہ اپنا راس قدر ہیچ ہین اب منزل مین یار | یہ مسافر چاہیے فکر سبکدوشی کرین
عشق وہ آتش کا پر کالہ ہی چھپتا ہی نہین | اتنا ہی ظاہر ہوا ہو جتنی خس پوشی کرین

وہ کسی برقع مین ہونگے دیکھ لینگے ہم ظفر
ہو چکا پردہ کہوان سے نہ روپوشی کرین

کیا کرون گریہ کہ آنکھون مین مری خواب نہین | کیونکہ مین آہ کرون دل کو مرے تاب نہین
خاکسارون کے لیے کسوت خاکستر ہی | غم نہین انکو اگر اطلس و کمخواب نہین
ہوئی جمعیت ظاہر سے پریشانی اور | جس سے جمعیت خاطر ہو وہ اسباب نہین

دیگر

حسن اپنا اُسنے اب کسی کو بھی دکھایا نہین
آفتاب و ماہ برق و شعلہ سب ہین پہ وہ نور
یہ جو پردہ درمیان وہ اُسنے اُٹھوایا نہین
ہو بسر کیونکر اس پردہ نشین کا دیکھنا
[illegible]

خاک کا اُنکا بستر ہی اور سر کے نیچے پتھر ہی
ہاے وہ شکلین پیاری پیاری کس کس چاؤ سے پلیان تھین
جاتا ہی سو آتا نہین ہی آتا ہی سو جاتا ہی
جب یہ وہ سن لیتے تھے تو پڑتین کیا کھلبلیان تھین
تلخی اُٹھانی موت کے چکھے خاک سب اُنکو چاٹ گئی
جنکی باتین میٹھی میٹھی مصری کی سی ڈلیان تھین
روز بہاران ٹوٹی تھی وہ جا جا کر جن ناکن مین
شوق رنگ بہجو دیکھا وہان نا پھول مین اور نا کلیان تھین

دیگر

دیکھے گر اپنی بھوین وہ مہ جمال آئینہ مین
کھیلین طاق اور جفت مل کر دو ہلال آئینہ مین
تیرہ بختون کا ستارہ پھر نہ نکلا ڈوب کر
رخ پہ جو دیکھا بنا کر تمنے خال آئینہ مین
گرد کھائین آئینہ تیرے مریض عشق کو
صاف ہو معلوم سکتے کا سا حال آئینہ مین
ہی نمود اس وجہ سے عارض پہ اُسکے خط سبز
جیسے عکس طوطی شیرین مقال آئینہ مین
اپنے بوسے آپ لیتا ہی وہ کس کس پیار سے
دیکھتا ہی صاف صاف اپنے جو گال آئینہ مین
گر کنول تالاب مین تو ند نکھے ہو تو ہو
وقت مستی اپنی آنکھین لال لال آئینہ مین

دل مین اُس ہو سے کمر کا اس طرح آیا خیال
ای ظفر آیا ہی جس صورت سے بال آئینہ مین

دیگر

لب تمھارے ہون زلال خضر جان بخشین تو ہم
طالب آب بقا تمسے ہون تو کس سے ہون

ذات اقدس کو تمھاری کہتے ہین مشکل کشا
عقدہ سب مشکل کے وا تمسے ہون تو کس سے ہون

غرض ہے شاہ ولایت سے ظفر اتنی کہ ہم
ملتجی یا مرتضےٰ تمسے ہون تو کس سے ہون

کہو تو زلف کے آشفتہ میری جان کتنے ہین
بلا نوش انمین کتنے ہین بلا گردان کتنے ہین

دکھاؤن سینہ اپنا چیر کر اُس ناوک افگن کو
کہ سوفار اُسمین کتنے دیکھ او پیکان کتنے ہین

ہزارون رنج و غم ہین خانۂ دل مین نہین کھلتا
کہ صاحب خانہ انمین کتنے اور مہمان کتنے ہین

مجھے چوری سے شب گھر اُسکے جانا یہ کیسے پڑا
کہ وہان کتنے ہین چوکیدار اور دربان کتنے ہین

کوئی جانباز ہون کو عاشق جانباز سے پوچھو
کہ ہین یہ کام مشکل کتنے اور آسان کتنے ہین

جو ہم وہ چپکے چپکے باتین کچھ آپسمین کرتے ہین
تو کتنے جوڑتے ہین منھ لگاتے کان کتنے ہین

سفر دنیا سے ہے درپیش مجھکو پر خدا جانے
کہ بے سامان ہین کتنے اور باسامان کتنے ہین

کیے ہین صید افگن صیدگہ مین کھینچکر خنجر
کہ کتنے رہ گئے جاندار اور بیجان کتنے ہین

فقط مین ہی نہین جون آئنہ محو جمال اُسکا
کہ ششدر ہو رہے بھی کتنے ہین اور حیران کتنے ہین

بظاہر سب ہین انسان لیک باطن کی خدا جانے
کہین انسان انمین کتنے اور حیوان کتنے ہین

سمجھنا عشق کو آفت اور اس آفت مین جا پھنسنا
غرض دانا بھی ہم کتنے ہین اور نادان کتنے ہین

کسی دن کھینچکر تیغ امتحان کر اپنے بازو کا
کہ دیتے جان کتنے اور بچاتے جان کتنے ہین

نہ مجھکو کہنے کی طاقت کہوں تو کیا احوال
نہ اسکو سننے کی فرصت کہوں تو کس سے کہوں
کسی کو دیکھتا اتنا نہیں حقیقت میں
ظفر میں اپنی حقیقت کہوں تو کس سے کہوں

[illegible]

خدا جانے بنے کیا جان پر اس گل کے تجھ بن — کہ گھس بیٹھا ہے دشمن سخت کافر نکلے پہلو میں
بغیر اُس گل کے لیتا ہوں جو کروٹ بستر گل پر — تو چبھتی ہے رگ گل میرے نشتر نکلے پہلو میں
لکھے گی لاغری کیا حال میرے صفحۂ تن پر — ہوئیں جو پسلیاں سو جو مسطر نکلے پہلو میں
یہی تاثیر سوز عشق ہے تو دیکھنا آخر — جلا دیگا یہ دل پہلو کو اخگر نکلے پہلو میں
شب جب وہ تاباں رخ ترا تو کاش ہوتی — ہوا تابندہ ہے کے ایک اختر نکلے پہلو میں
نہ پہونچا اُس پہ ہی تا کہ پلے مرغ نامہ بر — رہا دل لوٹتا لوٹن کبوتر نکلے پہلو میں
کہاں تک بیکسی ہاں کچھ تو بول اے سنگدل مجھ سے — نہ ہو اتنا بھی تو خاموش پتھر نکلے پہلو میں

ظفر راحت ہو گر انکو مری پہلو نشینی سے
رہوں پہلو کا تکیہ میں نہ کیونکر نکلے پہلو میں

بھری ہے دل میں جو حسرت کہوں تو کس سے کہوں — سنے ہے کون مصیبت کہوں تو کس سے کہوں
جو تو ہو صاف تو تجھ میں بھی صاف تجھ سے کہوں — ترے ہے دل میں کدورت کہوں تو کس سے کہوں
نہ کوہکن ہے نہ مجنوں کہ تھے مرے ہمدرد — میں اپنا درد محبت کہوں تو کس سے کہوں
دل اسکو آپ دیا آپ ہی پشیماں ہوں — کہ سچ ہے اپنی ندامت کہوں تو کس سے کہوں
کہوں میں جس سے اسے ہووے سنتے ہی وحشت — پھر اپنا قصۂ وحشت کہوں تو کس سے کہوں
رہا ہے تو ہی تو غمخوار اے دل غمگیں — ترے سوا غم فرقت کہوں تو کس سے کہوں
جو دوست ہو تو کہوں تجھ سے دوستی کی بات — تجھے تو مجھ سے عداوت کہوں تو کس سے کہوں

[illegible]

[illegible]

جگر کو چھان کر ٹھہرا ہوا ہے قاتل کے مژگان میں
بھری خون سے زیادہ آب ان تیرونکی پیکان میں

چراغ خانہ مین بتی رکھی ہٹ کر محبت نے
مٹے گا یہ نشان کب ہی جو دل کے داغ سوزان میں

اسیری مین ترے دیوانے کی ہی جوش پر وحشت
کئی دن سے جو غل ہوتا ہی ہر بار روز زندان میں

کہان ہین رنگ تھوڑے سے اسکے رو کے روشن پر
مگر خط شعاعی ہین یہ خورشید درخشان مین

ہنسی سے اُس لب لعلین کے یون دندان نظر آئے
در ناسفتہ گویا بھر دیے ہین درج مرجان مین

جنون صد آفرین صد مرحبا شاباش ہی تجھکو
نہ چھوڑا نام کو اک تار بھی تو نے گریبان مین

نگاہ یار نے اک دم مین دو ٹکڑے کیے دل کے
نہ دیکھا ہم نے کاٹ ایسا کسی شمشیر بران مین

نکر برباد میری خاکساری خاک پا ہون مین
مجھے رہنے دے ای باد صبا تو کوچہ جانان مین

تمھارے دل جلے جلتے ہین زیر خاک بھی دیکھو
دھوان ہی سوز دل سے گھٹ رہا گور غریبان مین

ظفر تیرے سخن کے روبرو کسکا سخن چمکے
سخن کی تاب طاقت ہی نہین رہتی سخندان مین

خواب مین جو نظر آیا وہی بیداری مین
فرق مطلق نہ رہا غفلت و ہشیاری مین

جنس ناکارہ ہستی کی خریداری مین
سود ہم جانتے ہین اپنا زیان کاری مین

کیون منت کش شمشیر اجل ہو قاتل
طاق تیرا خم ابرو بھی ہی خونخواری مین

زلف مشکین کی تری بو وہ بلا ہی کافر
سنگ حسرت سے ہی خون نافہ تاتاری مین

جو تری نرگس بیمار کا بیمار ہوا
تا دم مرگ رہا وہ اسی بیماری مین

ردیف میم

[illegible] کھینچیں ہون

[illegible]

دیوان اول ... ظفر

[illegible]

نہ عکس ابروے خمدار ڈال پانی مین | اُتر پڑیگا فلک سے ہلال پانی مین
وفور اشک مین مژگان کو دیکھ حیران ہین | کہ خشک کیونکہ ہووے یہ نہال پانی مین
ہر اک حباب ہو مانند اختر پرنور | پڑے جو عکس رخ مہ جمال پانی مین
بنے ابھی تہ دریا صدف برنگ عقیق | جو پان کھاکے وہ پھینکے اوگال پانی مین
کیا ہی جنگ کا سامان کس سے دریا نے | کہ موج تیغ ہی گرداب ڈھال پانی مین
نہین ہی فرصت یکدم یہ پیر کشتی زیبا | لکھو حباب کو سرعت نکال پانی مین

سرشک تر مین نہین لخت دل ظفر ترتے
بہائے ہمنے کنول لال لال پانی مین

ہمدمو ن تم میری حالت مجھسے کچھ پوچھو نہین
دیکھ لو چہرہ کی رنگت مجھسے کچھ پوچھو نہین
تھی جو تم بن شب کو آفت مجھسے کچھ پوچھو نہین
شب تھی یا روز قیامت مجھسے کچھ پوچھو نہین
دل سے دل کو راہ ہی دل ہی سے اپنے پوچھیے
دل کو جو ہی تمسے الفت مجھسے کچھ پوچھو نہین
آنکھ اُٹھاکر بھی جو دیکھون مین تو دکھلاتے ہین آنکھ
اُنکی کچھ چشم عنایت مجھسے کچھ پوچھو نہین

اکدم مین فرط نالہ سے پتھر کو توڑ دون
پتھر تو کیا کہ سد سکندر کو توڑ دون

پہلو مین اپنے شہپر خنجر کو توڑ دون
گویا کہ مرغ روح کے شہپر کو توڑ دون

خون جگر سے لعل کا بھی مول دون بہا
گر آنسوؤن سے قیمت گوہر کو توڑ دون

جوڑا اترا الہی کیے ہی کہ دل تو کیا
مار دون جو مشت کالا اژدر کو توڑ دون

دیوانہ ہو کے تیرا لکے صاف آئینہ
زنجیر و طوق و حلقہ جوہر کو توڑ دون

ہمسر جو تیری ابروی پرخم سے گر کمان
شاخ کمان و دست کمانگر کو توڑ دون

جی چاہتا ہی اپنا لگاؤن گلے سے مین
بند قبائے شوخ سمن بر کو توڑ دون

کیا دشمنی ہی اہل کرم سے کیے ہی چرخ
بیہان تک جھکاؤن شاخ ثمر ور کو توڑ دون

توڑا دل اس صنم نے نہ آیا خیال یہ
ہی گھر خدا کا کیونکہ مین اس گھر کو توڑ دون

ناچار ہون تری صف مژگان سے ورنہ مین
وہ صف شکن ہون مین صف لشکر کو توڑ دون

گو ناتوان ہون پر ظفر اک تیر آہ سے
نہ تایہ سپہر در کو توڑ دون

محبت کی کوئی اب آنکھ تجھ سے ہم چرائے ہین
ستم ہون گرچہ سو شمشیر کین کب دم چرائے ہین

چرائے کوئی کالا چور دل کی ہم نہ کہوینگے
اگر تیرے خال رخ اور گیسوئے پرخم چرائے ہین

نسیم صبح کے جھونکے ہین بادی چور وہ بلبل
اگر گلشن مین رنگ گل اور شبنم چرائے ہین

نہین شمشیر سے جنکی جھپکتی آنکھ میدان مین
نظر وہ دیکھ تیرا ابروئے پرخم چرائے ہین

روبرو اُس تابش رخ کے تھا نہ مہتابی پہ رات
چشم فتان سا عمری جیسی الٹ جان بخش یار

فرق کچھ مہتاب اور مہتاب آتشباز مین
طاق وہ جادوگری مین فرد یہ اعجاز مین

ہر قدم پر فتنہ محشر کو ٹھکرا اے ظفر
ہے وہ فتنہ اُس ستمگر کی خرام ناز مین

سو رہا جنر کی طرف دیکھ کے چل رستے مین
ہے سے وہ جھپکے چلے تھے طرف خانہ غیر
خانہ چشم سے آجائے قطرہ تک آنسو
لیتو ہم جائینگے دنیا سے متاع ایمان
ہے مری گر ہے تربایہ کی خاک سر راہ
منتظر لب پہ ہی کب سے ترے بیمار کا کام
دل کا یہ حال ہوا مانگ مین چلتے چلتے
ہم بھی وہ سنتے ہو آئے تھے پیچھے پیچھے
پہونچے گا نامہ جانسوز مرا اُن تک کیونکر
قطرہ خون کف پا ہی سر خار جنون
حسب حال اپنے دکھاؤن اسے کیونکر اشعار
نامہ بر جاتا ہی کیا قاتل سفاک کے پاس

ناتوانون کو تو پانون مین نہ ل رستے مین
ہمنے بھی جا ہی لیا بھیس بدل رستے مین
طفل ابتر جو یہ جائے نہ مچل رستے مین
نفس شیطان کبھی ہین پر دند و دغل رستے مین
پانون اُسکا کہین جاوے نہ پھسل رستے مین
آتے آتے گئی کیا ٹھہر اجل رستے مین
جیسے ہو جا کے مسافر کوئی شل رستے مین
تھی جو غیرون سے تری رد و بدل رستے مین
کہ پر و بال کبوتر گئے جل رستے مین
خوب وحشن کیے مجنون نے کنول رستے مین
جی مین ہی پھینک دون کر لکھکے غزل رستے مین
دم ترا جائیگا ہیبت سے نکل رستے مین

لہرون کو دیکھو کے پانی کی بادہ کش — سمجھے نشے کی لہرین ہین جون کی پسلیان
عاقل کو گوشہ مین بھی کرے تنگ گر فلک — خم کی بغل مین توڑ دے فلاطون کی پسلیان
ہین گنج زر و مال سر و دوش بار بخش — کیا کمتی ہونگی بوجھ سے قارون کی پسلیان
تھا جس زمین پہ قبض و تصرف وہی زمین — توڑے ہی بعد مرگ فریدون کی پسلیان
لاغر ہی یہ کہ جون خط مسطر جدا جدا — پہلو نشین گنے تیرے محزون کی پسلیان
رحم اس تن حقیر پہ شیشے کی مجھ سے — ظاہر ہین موج بادۂ گلگون کی پسلیان
دل کی طپش بڑا ئی ہی مژگان کی طرح سے — تیرے مریض چشم پر افسون کی پسلیان

ترکیب مین ہی جسکے سخن مین خلل ظفر
توڑین ہین اُسنے معنی و مضمون کی پسلیان

مجھکو وہ زلفین بتا اپنے بسمین کھینچلین — پر پھیر دل کی کہین کافر نہ بسمین کھینچلین
دے اگر پروانگی صیاد تو دل کھول کر — اور بھی دو چار نالے ہم قفس مین کھینچلین
ہے جسم زار سے سرکش ہوئی شعلہ عشق کے — کھینچنا ہے جتنا اس خار و خس مین کھینچلین
کھینچکر آہ رسا کو دل سے گر یارین کمند — نہ فلک کو ہم زمین پر اک نفس مین کھینچلین
کھینچ لین دل مین تصویر جو ہم تصویر یار — منہ ہی کیا گر وہ مصور سو برس مین کھینچلین
کسکے دل مین یہ کشش جو کھینچے اُس کافر کا دل — رنج جنکو کھینچنے ہون اس ہوس مین کھینچلین
ایک دم کی شرم کیا ہم وہ ہین مست شوق وصل — اے ظفر انکو پکڑ کر ہاتھ دس مین کھینچلین

شب گرچہ ہوا سے بھی دروازہ اُنکا کھڑکے ہی
کیا کیا اپنے دربان کو وہ اُٹھ کے سحر کو دھکاتے ہین

دل مین نگاہ گرم سے اپنی آگ لگاکر آتش خو
جنبش دامن مژگان سے پھر اور سوا بھڑکاتے ہین

یون تو سوا وہ گھر سے باہر جاتے نہین اک مدت سے
لیکن گھوڑے کاغذ کے گھر بیٹھے وہ دوڑاتے ہین

تار زلف مین ہین کیا کافر پیچ و تاب محبت کے
دل ہی اُلجھتا اور زیادہ جون جون ہم سلجھاتے ہین

مارتے ہین پر دام و قفس کو ایک ذرا جو ہم تو ابھی
ہاتھون سے صیاد کے گویا طوطے سے اڑ جاتے ہین

تار بستر میرے حق مین یار و مار بستر ہی
کیونکہ کاٹون رات کہ مجھکو یہ تو کاٹے کھاتے ہین

ناز و غمزہ آفت گر ہین تیغ ادا کے صیقل گر
کیا کیا قتل عاشق پر وہ اُسکو ظفر چمکاتے ہین

جب کبھی دریا مین ہوتے سایہ افگن آپ ہین
فلس ماہی کو بناتے ماہ روشن آپ ہین

سینے تین سوزن سے چاک سینہ کیا آپ چارہ ساز
خار غم سینے مین اپنے مثل سوزن آپ ہین

نکر تو سرکشی غافل برنگ آب خوارہ	کہ لائیگی یہ تری سربلندی تجکو پستی مین
ہنو ناتندرستی کا کرے ہی مضمحل جان کو	کہ ہی نقصان حاکم ملک کی ہے بندوبستی مین
خدانے وسعت داماں ہمت کی عطا جسکو	نہین ہونیکا ہرگز تنگدل وہ تنگدستی مین

کرے صوفی بہی کیا کیا ای ظفر پہر رقص مستانہ
دکھائے گردش چشم اپنی گر وہ عین مستی مین

دل بیتاب کو ہم کیونکہ سنبھالے جاوین	کوچہ صبر سے ڈر ہی نہ نکالے جاوین
اُنکے گھر جائین اگر ہم تو نکالے جاوین	اور وہ غیر کو یون گھر سے بلا لیجاوین
ہین یہ ذر دیدہ نگاہین تری کافر دہ چور	آنکھون آنکھون ہی مین جو دل کو چرا لیجاوین
پہو وہ بست گیا باغ مین ڈر ہی مجکو	کہ گلو بچے نہ کہین ٹوٹ پیالے جاوین
یون تو جاسکتا نہین ضعف سے مین تا دریار	میرے آنسو ہی مگر مجکو بہا لیجاوین
ای کماندار لگا تیر محبت ایسا	تیرے قربان ترے چاہنے والے جاوین
ہمسے وہ روٹھ گئے ہین کوئی اُنسے پوچھو	کہ ہو مرضی ہو تو ہم آکے منا لیجاوین
آج مین اپنی محبت کو اگر دکھلاؤن	تو ابھی عرش برین تک مرے نالے جاوین
صدمہ پہونچے یہ نہ پہونچے کوئی اُنسے کہدو	گل بازی کو نہ ہاتھون سے اچھالے جاوین
ہان مگر جی مین ہمارے بہی آتا ہی کہ ہم	دست گلچین زدہ سے گلدستہ بنا لیجاوین
کر سکے گلگشت گلستان محبت کا ظفر	تحفہ اس گل کے لیے اور تو کیا لیجاوین

دیگر

دل شامت زدہ آجاتا ہے جو پیچ مین انکے
غضب ہے زہر آنکھو مین تاثیر ہے جنکی

تو اپنا ہی سمجھ کر کھیلتے وہ مار گیسو مین
جو افعی سرمہ کا دنبالہ ہے مژگان بھی جنکی

ظفر ہاروت کو آنا تھا کیا اور سامری کو کیا
سکھائے نرگس جادو نے اُسکے سبکو جادو ہین

لوگ کہتے ہین کہ وہ تمسے قرین رہتے ہین
واہ رے بیخبری ہم بھی یہین رہتے ہین

کیا خطا سیری کہ جو تیرے خط چین جبین
کھینچے تیغ ستم خنجر کین رہتے ہین

رہتے اک جا نہین آوارہ ترے جون خورشید
صبح رہتے ہین کہین شام کہین رہتے ہین

جلوہ دکھلا دے کبھی اپنا اُٹھا کر پردا
تیرے مشتاق ہم ای پردہ نشین رہتے ہین

دل مین بستے ہین ہمارے صنم کافر کیش
خانۂ کعبہ مین یہ دشمن دین رہتے ہین

ساتھ لیجاتے ہین جو خاک مین بیتابی دل
خاک آرام سے وہ زیر زمین رہتے ہین

وسعت آباد جہان مین ہی جنھین خوانِ ہم
گھر مین بھی تنگ وہ مانند نگین رہتے ہین

بحر پر موج کو کیا خاک گنین دریا دل
اہل بخشش بھی کہین چین بجبین رہتے ہین

چٹکیان لیتی ہین دل مین تری کافر نگہین
ہاتھ نچلے کبھو مژگان کے نہین رہتے ہین

تم کبھی راہ پہ بھی آو کہ جون نقش قدم
چشم بر راہ کئی خاک نشین رہتے ہین

شور و فریاد سے دلہاے ستمکش کے ظفر
روز ہنگامے سر چرخ برین رہتے ہین

جلد اول دیوان ظفر

یہ دل تفتہ جو نالے کھینچتے گو سے نکلتے ہین
جگر مین اسقدر کرتے ہین کاوش خار غم
خجل کیونکر نہو وے غنچہ ناشگفتہ مین شبنم
بکا کرتے ہین ہم جس سرزمین پر اشک خونین سے
عجب کیا ہووے آتش دیدہ مژگان ہیر جا بین
مرے پانون کے چھالے مین اہو ہین خار کبر گشتر
نکلتے چشم سے ہین اشک خون یا لال انکھا کے

شرر کی جا شعلہ درکے پتھر سے نکلتے ہین
کہ تن پر رونگٹے بھی کیر نشتر سے نکلتے ہین
اسی مین وہ چمکتے دانت گوہر سے نکلتے ہین
تو وہان کے کنگرے یاقوت احمر سے نکلتے ہین
کہ اشک آتشین اس دیدۂ تر سے نکلتے ہین
علم بردار یہ وحشت کے لشکر سے نکلتے ہین
بجاے دانۂ اسپند مجمر سے نکلتے ہین

ظفر شعر و سخن سے راز دل کیونکر نہ ظاہر ہو
کہ یہ مضمون سارے دل کے اندر سے نکلتے ہین

ترے پانے کا ڈھب ای یار ہم گم ہو کے سیکھے ہین
یہ ہان سچ ہی کہ جو سیکھے ہین کچھ وہ کھو کے سیکھے ہین
لگانا غوطہ دریاے محبت مین نہین آسان
مگر یہ ہاتھ اپنی جان سے ہم دھو کے سیکھے ہین
سنا تھا آج تک منھ سے نہ اُنکے حرف بد ہمنے
خدا جانے سکھانے سے وہ کس بد گو کے سیکھے ہین
سکھایا تو سہی سوز و گداز و دل محبت نے
برنگ شمع لیکن ہم ہشار رو کے سیکھے ہین

دیگر

مخمس از دیوان ظفر

دیگر

کام سب تقدیر پر ہین ہی مگر تدبیر شرط
پیش از تعظیم ہے جو سب جھکین تیری طرف

کچھ سبب بھی چاہیے اس عالم اسباب مین
کون پھر سجدہ کرے گر خم نہو محراب مین

سوز غم سے کیا کہون حال دل پر اضطراب
ای ظفر آتش لگی ہی معدن سیماب مین

مانگتی ہی یا کوئی سیدھی راہ ہی ظلمات مین
یا عیان ہی کہکشان کا خط اندھیری رات مین

ہوگئے ہم جلکے خاکستر بھی پر ای شعلہ خو
اب تلک وہ ہی شرارت ہی تری ہر بات مین

ای صنم سارے پریرویون سے تو نام خدا
ہی زیادہ ناز مین شوخی مین چھب مین گات مین

دیکھیے کب دانو پر چڑھتا ہی وہ آہو نگاہ
لگ رہے ہین ایک مدت سے ہم اسکی گھات مین

اپنی صورت دیکھکر آئینہ کو دیکھے ہی کیا
تو شبیہ یوسف کنعان کو تصویرات مین

یون ہمارے گریہ سے اسکے رخ پہ نکلا خط عنبر
سبزہ ہو جاوے ہی پیدا جس طرح برسات مین

آفت جان ہی دلا وہ غمزہ و ناز و ادا
دیدہ و دانستہ کیون پھنستا ہی تو آفات مین

مہرہ شطرنج کی صورت بساط دہر پر
ہر گھڑی کتنے ہی اس دنیا کی بردومات مین

کیا حقیقت واصلان حق کی پوچھے ہی ظفر
ہوگئے ہین محو بالکل وہ تو اسکی ذات مین

ہوا کیون ہجر کا غم چار باری ہر مہینے مین
اگر وہ آٹھون دن بھی قدم رکھے گر نگھر مین

عجب ہی ہو محرم چار باری ہر مہینے مین
تو مل جائینگے ہمدم چار باری ہر مہینے مین

جلد اول دیوان ظفر

دیگر

جلائے آہ مجھی کو جو سنگدل ہو نہ موم
یہ کیا غضب ہی اثر وان نہین تو ن یا بھی نہین

جو اوج تیغ بکف تو ہی سر بکف ہین اسم
درنگ عربدہ گروان نہین تون یا بھی نہین

صلاح کار نہ یک یک کے سر پھرا ہین عبث
پھر ایک کا جو سروان نہین تون یا بھی نہین

ہی صلاح ہماری ہی جو ہی اُنکی صلاح
اگر مزاج مین شر وان نہین تو ن یا بھی نہین

ہو عاقبت کا ہی سودا ادہی ہی دنیا کا
جو ہمین مجکو ضرر وان نہین تو ن یا بھی نہین

دیکھا دیر مین تو کیا حرم مین دیکھے گا
وہ تیرے پیش نظر وان نہین تو ن یا بھی نہین

اُدھر وہ بوسہ عنایت کرین ادھر لین دل
جو کوئی عذر ظفر وان نہین تو ن یا بھی نہین

ہین گل تن پہ عشق دلربا مین پھول کترے ہین
تماشا ہمنے یہ رنج و بلا مین پھول کترے ہین

ے ہین خاک پر لخت جگر کب دست مژگان سے
مری آنکھون نے یہ جوشن بکا مین پھول کترے ہین

الت کشش مین جیسے تختۂ گل ای گل خوبی
عجب خیاط نے تیری قبا مین پھول کترے ہین

ہا حال دل صد پارہ جب مین نے تو کاغذ کو
اُٹھا کر یار نے دست جفا مین پھول کترے ہین

ق کے دیکھو کر ٹکڑے نشیمن ہمکو بیٹھ جا
یہ کیسے دامن چرخ دوتا مین پھول کترے ہین

ظفر تیغ جفا نے اسکی کیسے تن پہ زخمون سے
کہو نہین کیا جو میدان وفا مین پھول کترے ہین

ژگان کو جو خوبان سیمین تن بلاتے ہین
تو کیا کیا آتش دل پر ہمرے دامن ہلاتے ہین

غزل ظفر

دیوان

کب ہجوم غم سے میری جان گھبراتی نہین | مین تو مر جاؤن کرون پر کیا کہ موت آتی نہین

کون ہے جسکو نہین دود آہ سوزان کا خطر | کانپتا شعلہ نہین یا برق تھراتی نہین

کیا ہوا بد اصل گر ظاہر مین ہین نیکو صفات | جوہر ذاتی پر انکا غیر بد ذاتی نہین

ساقیا فرقت مین تیری تا بہ اش رشک گھٹا | میکشون کی سر پہ کیا کیا تیر برساتی نہین

صاف خوب و زشت کہہ دیتا ہی منہ پر آئینہ | دل ہے جسکے کی صفائی آنکھ شرماتی نہین

آسمان بلا تا ہی وہ چکر کہ جسکو دیکھ کر | کون ہی ایسا کہ اسکی عقل چکراتی نہین

چشم مشتاقون کی تیری حسرت دیدار مین | جنبش مژگان سے کسدن کو شمع چھاتی نہین

ای ظفر ہر دیکھ کھٹکا باغبان کا کس قدر
باغ مین بلبل کی آج آواز بھی آتی نہین

دو پھر یون بات دل کی جب ہین سب چھکتے پکڑتے ہین
کہ خال لب کے اک بوسہ پہ سو نکتے پکڑتے ہین

نجائین یان سے یہ چاہین ہین پیران دوتا قامت
زمین دانتون سے اپنے جب وہ ہین جھکتے پکڑتے ہین

ستمگر رستہ اپنے گھر کا عاشق تیرے کوچے سے
محبت سے جب اسکے دل نہین سکتے پکڑتے ہین

نہین جب دیکھنے سے تیکھے وہ اور دل ہین لیتا | تو ہم دامن پکڑنے سے نہین رکتے پکڑتے ہین

[illegible]

ہے یہ بیماری میں تمنا اگرچہ برنگ نقش قدم
زیر قدم ہوں تیری سر راہ اپنی دم رفتار آنکھیں

دیکھا ہمنے سیہ پوش اکثر سرمہ سے یا کاجل سے
کشتۂ تیغ نگہ کی اپنے ہیں وہ ماتم دار آنکھیں

گو کہ تجکو رشک مسیحا کہتے ہیں لیکن فائدہ کیا
میرا اُدھر بیمار ہے دل اور تیری ادھر بیمار آنکھیں

سب میں وہی ہے جلوہ نما خورشید سے لیکر ذرہ تک
پر جو ہوں اسکی گرم نظارہ ہیں وہ ظفر درکار آنکھیں

پردہ اس سوز جگر کا کبھی ہونے کا نہیں
داغ پر بھی مرہم پھاہا کبھی ہونے کا نہیں

دفن ہو ویگا تو کوئی جہاں سوختہ جان
سبزہ وان خاک سے پیدا کبھی ہونیکا نہیں

ہیں اطبا تو یہ کیا آئے مسیحا بھی اگر
تیرا بیمار غم اچھا کبھی ہونے کا نہیں

کلمہ یا جو تری تقدیر میں ہو ویگا رہی
جو نوشتے میں ہنوز گا کبھی ہونے کا نہیں

آسمان کینۂ عالم سے ہنوز گا لبریز
خالی اس مے سے یہ مینا کبھی ہونے کا نہیں

دیکھ دل اپنا پشیمان ہوں گر جان گئی
بچ گئی کام پھر ایسا کبھی ہونے کا نہیں

کر کے نظارہ گلزار جہان ای غافل
پھر میسر یہ تماشا کبھی ہونے کا نہیں

وعدۂ وصل سے ہوا اسکے مجھے کیا تسکین
جانتا ہوں کہ وہ سچا کبھی ہونے کا نہیں

[illegible]

[illegible]

تجھ بن ای آرام جان کب جان گھبراتی نہیں
بیٹھتے ہم سر نہیں یا کوٹتے چھاتی نہیں

ہمسری کرتا ہی گل عارض سے اُسکی ای صبا
دو طمانچے مار کر تو اُسکو سمجھاتی نہیں

شمع دل بے حوصلہ تیرا کہ جل جاتی ہی تو
پر زبان پر شکوۂ سوز جگر لاتی نہیں

ہی جو مرغان چمن کو تیرا کھٹکا باغ میں
باغ میں بلبل کی آج آواز بھی آتی نہیں

بخیہ کش داماں مژگان تیری گستاخ چھوڑ
دل میں تیر تفتہ جان کے آگ بھڑکاتی نہیں

پہونچے ہی چاک گریبان تا بدن ہر گھڑی
میں کہوں کیونکر کہ وحشت پاؤں پھیلاتی نہیں

یاں تو ہم باتیں بناتے ہیں ہزاروں ای ظفر
جاکے واں کوئی بھی ہم سے بات بن آتی نہیں

پچھے دل پہ جو دس بیس داغ ہیں دو تین
تو قمقمے ہیں بہت اور چراغ ہیں دو تین

نمود سینہ پہ اپنے جو داغ ہیں دو تین
یہی تو عشق کے چشم و چراغ ہیں دو تین

رہیں نہ ہوش بجا جسکے ایک جرعہ سے
ہم اُس شراب کے پیتے ایاغ ہیں دو تین

نہیں ہی اُسکے دو رخسار خط سبز یہ بس
قریب بیٹھے یہ طوطی سے زاغ ہیں دو تینا

وہ پاے آنکھوں میں یا سینہ و دل و جان میں
جو ڈھونڈو اُسکے مقام سراغ ہیں دو تین

جو تو سنے تو زیادہ نہیں ہر اک مطلب
وہ باتیں ای بت ناز کی دماغ ہیں دو تین

ظفر زمانے میں آرام کا ہی یہ احوال
ہزار تنگ ہیں گر با فراغ ہیں دو تین

[illegible]

دیگر

لگی ہو اگر آتش پانی سے بجھاتے ہیں — پر اشک مرے دل میں اور آگ لگاتے ہیں

ہیں بخت جو خوابیدہ وہ بھی تو کبھی جاگیں — ہر رات مرے نالہ سو تو انکو جگاتے ہیں

جو بات کہ غصے سے کہتے ہیں وہ اور انکو — ہم خوب سمجھتے ہیں یہ ہمکو سناتے ہیں

دل اُس بت کافر سے پھرنیکا نہیں اپنا — ناصح جو نہیں بک بک کے سر اپنا کھپاتے ہیں

ہم ہیں وہی جو آگے رو تو ہمکو ہنساتے ہیں — اب حال ہی یہ اپنا ہنستو انکو رلاتے ہیں

کب داغ ہیں سینے میں سوز غم ہجران سے — یہ حضرت عشق آنکھیں پردہ دکھاتے ہیں

احوال ظفر اُنسے کس طرح کہیں اپنا
ہو جاتے ہیں بیخود ہم جس وقت وہ آتے ہیں

روز ہی اک غم نیا میرے دل غمناک میں — روز ہی اک چاک تازہ سینۂ صد چاک میں

تیر اصید بستہ فتراک کھل کر گر پڑا — رہ گیا لوہو کا دھبا دامن فتراک میں

انکو انجم مت سمجھنا میرے تیر آہ سے — ہو گئے روزن ہیں یکسر سینۂ افلاک میں

اشک خون مژگان سے ہیں اسطرح سے لپٹے ہوے — لگ رہی جس طرح ہو آتش خس و خاشاک میں

پردۂ مینا سے تو جلدی نکل ای دختر رز — دیکھ تو بیٹھے ہیں کب سے مست تیری تاک میں

اُسکے رخسار مصفا کی جو دیکھی آب و تاب — مل گئی بس آئینہ کی آبرو سب خاک میں

عشق کے دریا میں تیرے کون عاشق کے سوا
ای ظفر اتنی کہاں طاقت کسی تیراک میں

دیگر

جو پوچھے کوئی اچھے کون ہین گرد

مسلمان ہین جو آشنا ہین اسی صنم سے وہی

بہادر اچھے وہی اچھے

سوبار کی بنور نگہ آفتاب مین	تیرا سا جلوہ دیکھا نگہ آفتاب مین
خال اُسکے رخ پہ ہی کہ سیاہی ہے زاغ کی	کھا کل گرہ گئی ہی یہ رہ آفتاب مین
دکھلاؤن دل کا داغ تو نکلے ذرا فرق	کچھ اسمین اور غیرت مہ آفتاب مین
آئے اگر عرق ترے رخ پر تو کیا عجب	شبنم سے جائے آب جو یہ آفتاب مین
اک تیر آہ خانۂ زنبور کی طرح	روزن پڑے ہزار جگہ آفتاب مین
وہ جائے زیر سایۂ دیوار دے کسے	بیٹھا ہے کوئی سر رہ آفتاب مین
حیران ہو نہین خطوط شعاعی کو دیکھکر	کتنے لگائے تیر مژہ آفتاب مین
تو جام ہی مین مردمک چشم مست دیکھ	ہی مثل ماہ داغ سیہ آفتاب مین

شاہان عصر مین ہی ظفر تو وہ سربلند
پڑتا ہی عکس تاج کلہ آفتاب مین

ہوئے واقف نہ جو دنیا کے غم سے وہی اچھے ہین
جو ہستی مین نہین آئے عدم سے وہی اچھے ہین
جھوٹے یون تو ہزارون گوہر خوش آب نیسان ہے
مگر جو اشک ٹپکے چشم نم سے وہی اچھے ہین
برابر ہین پریشانی مین ہم اور بال زلفون کے
وہ اکثر تیرے منہ لگتے ہین ہمسے وہی اچھے ہین

جلد اول دیوان ظفر

جاکر دکھاؤں دل پہ ہی جو داغ بیحساب | گر ہو حساب وام و درم لکھ کے بھیجدوں
یہ کیوں لکھوں کہ میں ہوں بہت تیرہ بخت | مضمون خط و خال بہم لکھ کے بھیجدوں
باور نہو تجھے کبھی ای شوخ بیوفا | سو عہدنامہ گر بقسم لکھ کے بھیجدوں

پہر زور سے یہ میں جگر کے ظفر اُسکو حال دل
مژگان تری اگر ہو قلم لکھ کے بھیجدوں

ردیف و

یار ہو پیش نظر یہ کبھی ہونیکا نہیں | ہو تو دیکھوں نہ اُدھر یہ کبھی ہونیکا نہیں
آہ دکھلائے اثر یہ کبھی ہونیکا نہیں | سرو میں آئے ثمر یہ کبھی ہونیکا نہیں
سنگ و آہن مری فریاد سے ہوں گرچہ گداز | دل ترا موم ہو پہر یہ کبھی ہونیکا نہیں
کھینچکر تیغ ستم ہو وہ مقابل جسدم | ہوں نہ میں سینہ سپر یہ کبھی ہونیکا نہیں
ضبط گریہ کا نہ لے نام تو ہم چشموں میں | تجھسے ای دیدۂ تر یہ کبھی ہونیکا نہیں
دل حیرت زدہ ہی غنچۂ تصویر اپنا | تجھسے وا ہو سحر یہ کبھی ہونیکا نہیں
غرق ہو جائیگا گریہ سے مرے ایک جہان | پر تجھے سوز جگر یہ کبھی ہونیکا نہیں
گھر میں گو اُسنے ہمیں اپنے بلایا لیکن | جا ہے دل میں ہو گذر یہ کبھی ہونیکا نہیں

صبر مشکل ہی مگر صبر کا دعوے سے ہرگز
عشق میں تجھسے ظفر یہ کبھی ہونیکا نہیں

رہیں میں بیچ زن یہ اشک غم تیز آنکھوں میں | کشتی ہی بیچ جنکی موج طوفان خیز آنکھوں میں

دیگر

ہمدم ہی عبیر کفن اُس در کی مجھے خاک	خوشبو نہ لگا تو مرے جل ہشت کفن مین
اُس مغبچہ کا سوز غم عشق پس از مرگ	بھڑکا نے ہی اک آتش زردشت کفن مین
دیکھا ہی حسرت زدہ کو بعد فنا بھی	دانتون کے تلے دابے سر انگشت کفن مین

مقدور حریفون کو ظفر ہو تو زر و سیم
لین باندہ پس از مرگ بھی یکمشت کفن مین

ردیف واو

تیغ ابرو کی تمھین جسکو دکھانی آب ہو	کیون نہ ہر دم زہرہ اُسکا یار جانی آب ہو
وصل سنتے ہی صنم کا کاروان ہجر کے	یہ چلی آنکھون سے اپنی سب نشانی آب ہو
قدر جاتی ہی ہمارے اشک و مژگان کی رلا	جسکو اس فرد نحیف کی آہ پانی آب ہو
حال درد عشق اپنا گر کہین وہ جا بجا	لیلےٰ و مجنون کی پھر اُس جا کہانی آب ہو
چشم پر خون کو ہماری دیکھ کر ساقی اگر	کیون نہ پھر جام شراب ارغوانی آب ہو
نقش وہ کندہ کریگا ان نگینون کے حجر	جسکو پھر ایسے نگینے کی نشانی آب ہو

کھینچکر تیغہ جو نکلے چشم سے یان موج اشک
ای ظفر خجلت سے تیغ اصفہانی آب ہو

ہمارے دیکھ کے دریا دل کا پار چڑھاؤ	گھٹا ہی کیا ہی سمندر کا ایک بار چڑھاؤ

پانوں مین مہندی لگا بیٹھے ہو تم وان بیہات
مار رکھے گی سراسر ہی یہ کافر دل کو
مجکو رسوا کرو رو رو کے نہ تم ای آنکھو
غنچہ ساں دل مین گرہ ہے سے نرکھو اب تم
شدت گرمی سے دم اپنا بہت رکتا ہے

خون دل ہوتا ہے بیان جلد حنا کو کھولو
جان مین رخ پہ نہ تم زلف دوتا کو کھولو
راز بھی چشمون مین بت مانو خدا کو کھولو
گلے لگ جاؤ بس آغوش وفا کو کھولو
یا الٰہی کہین جلدی سے ہوا کو کھولو

بخدا یار و ظفر سے وہ بہت رکتا ہے
کوئی باتون مین بہت ہوش ربا کو کھولو

کام دن رات جسے چشم گرفتار سے ہو
کیون نہ پرہیز اسے نرگس بیمار سے ہو
محو نظارۂ آئینہ فقط وہی ہمشین
دام حیرت مین گئے ہم ہی گرفتار سے ہو
آبرو خاک مین تیری ابھی مل جائیگی
روکش ای ابر نہ اس چشم گہربار سے ہو
زخم دل پر ہی مرے عکس خط سبز اسکا
فائدہ کیون نہ تجھے مرہم زنگار سے ہو
زلف کو چھوڑ لیا مانگ کا رستہ دل نے
سوے ظلمات چلا کشور تاتار سے ہو
کر سکے دل کی نہ اس آئینہ رو سے کچھ بات
روبرو اسکے کھڑے رہ گئے ناچار سے ہو
منھ پہ مہتاب کے گر شب کو ہوائی چھوٹے
کہ مقابل وہ مرے آہ شرربار سے ہو
سنگ کا بھی غم فرہاد سے ہے زہرہ آب
کیون نہ سیلاب رواں چشمۂ کہسار سے ہو
ای ظفر ایسی ہی اک اور غزل ہمکو سنا
تاکہ محظوظ طبیعت تری گفتار سے ہو

ظفر ... دکھاؤ [illegible]

خال اب نہ تہ زلف سیہ فام دکھاؤ	تارا مجھے مت ایک سر شام دکھاؤ
اُس نرگس بیمار کا بیمار ہوں میں آہ	للہ کے نہ مجھکو گل بادام دکھاؤ
معلوم ہوا آپکے جو ہر ہمیں صاحب	ہر دم نہ لبس اب کفچیچ کے صمصام دکھاؤ
اُسکی ہی بلائیں کہیں لیکے چھپیں ہم	اے کاش تم اپنا ہمیں ہمنام دکھاؤ
ہو بیگانہ کبھی قافلہ تک اے عزیزو	مجھسا بھی جہان میں کوئی بدنام دکھاؤ
بیوجہ ہوا اب ہی خط رخ پہ تمہارے	مت طائر دل کو یہ قفس کے دام دکھاؤ

کتے ہیں سخنداں ظفر اک اور غزل تم
تغیر قوافی سے کر ارقام دکھاؤ

یار و نہ مجھے سرو نہ شمشاد دکھاؤ	جس قامت موزون کی ہے اب یاد دکھاؤ
بیداد نگاہ اس کاوش مژگان کا تصور	گر لاکھ مجھے نشتر فصاد دکھاؤ
دل نیم نگہ سے ہوا اس یار کے بسمل	کشتہ کوئی ایسا ہو جو جلاد دکھاؤ
مرغان چمن دام میں ہر گز نہ پھنسیں	گر مجکو ذرا صورت صیاد دکھاؤ
سو دل سے میں قربان ہوں جو ویسی ہی تصویر	تم لاکے اگر مانی و بہزاد دکھاؤ
دیوانہ صفت جسکی تمنا میں ہوں پھرتا	یار و وہ مجھے شوخ پریزاد دکھاؤ
شیریں دہنو کوہکنی میں بھی تو دیکھو	تم چل کے مجھے مرقد فرہاد دکھاؤ
بتخانے میں کیا برہمنو جاکے کروں گا	ٹک تم مجھے وہ حسن خداداد دکھاؤ

تبدیل قوافی سے ظفر دیکھیں تو اب ہم
ایک اور غزل کر ہمیں تم ... دکھاؤ

[illegible]

ظفر جس شکل سے چاہ ذقن سے اُسکے دل نکلا
نکلتے یوں نہیں دیکھا کوئین سے ماہ نخشب کو

خطا بخشو کہیں دل کی بس اب زلف دوتا کھولو
یہ قیدی مر نجائے اسکی تم تسکین ذرا کھولو

حجاب اتنا بھی کیا لازم ہی عقدہ بحر عالم کا
حباب آسا ذرا تم آنکھ ای اہل فنا کھولو

سحر خون شفق مین پنجۂ خور ڈوبے خجلت سے
جو تم دست حنا بستہ کو اپنے مدلقا کھولو

بتو اک عقدۂ دل بستہ ہی جان حزین میری
تم اُسکو ناخن شمشیر سے بہر خدا کھولو

نہین وہ تو دکھاتا ہی ہمین یاقوت لب اپنے
تمھین ای دیدۂ تر دُرج دُر بے بہا کھولو

بزنگ غنچہ ہو لب بستہ تم جو یون کئی دن سے
ارادہ حضرت دل آپکا ہمسے ہی کیا کھولو

لُٹا یا اور تو سب کچھ تمنا سے تو صل مین
رہی ہی ایک جان اُسکو بھی بہر دعا کھولو

عرق جو رخ پر ہے یہ تمہارے بڑا تعجب ہے ورنہ پیارے
کبھی نہ ٹھہرے گی خور پہ شبنم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

کب اشک شوق ذہن میں تیرے تھمیں کہ پھر نہیں ہیں پھرتے
رہے گا یہ ہی رہے گی دائم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

یہ زخم چھاتی پہ ہے ہمارے کسی کے خنجر کی یادگاری
لگانے دینگے نہ اس پہ مرہم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

یہ ہیں جو لخت جگر مژہ پر تجھے تعجب ہے دیدۂ تر
شرارہ خاشاک ہوں نہ باہم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

تم اسکے پھر حسن عارضی کا ظفر بھروسا نہ کیجیے گا
رہے ہی ہرگز نہ یہ تو عالم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

دیگر

دھرے رکھو ہاتھ سر پر جو قسم قرآن سے بولو
خدا سے تو ڈرو تم ای بتو ایمان سے بولو

کہاں تک میری جانب سے رہیگی بدگمانی تمکو
گرہ دل کی کہیں کھولو ذرا ایمان سے بولو

سبھی باتیں نہ مجھسے اس قدر ہردم کیا کیجیے
لیاقت میری کچھ سمجھو اور اپنی شان سے بولو

وہ دن کون سے بولو یہ جو ہمکو چھوڑ کے تھے
وہی دیوانے ہم ہیں کسی انسان سے بولو

مجھے ہر دم جو کہتے ہو کہ تو غیروں سے ملتا ہے
سر بازار تم جا کر ہر اک دکان سے بولو

ابھی یہ ذوالفقار اک دم مین قتل عام کرتی ہے
میان ابرو کی اپنی کھنچیو مت تیغ دو پیکر دیکھو

تمھارے آتشین رخسار جون شعلہ فروزان ہین
جو اشک گرم ہے پلڑ دہ ہمرنگ شرر دیکھو

کسی کا دل جلانا شعلہ رو یان کیا بھلا ہوگا
کئے ہے شمع کا سر آہ بس التقصیر پر دیکھو

نہین ہو جو لاکھا رنگ پا نکا اسکے ہو نٹون پر
ہوا وہ مستعد تازہ کسی کے خون پر دیکھو

شتابی اس زمین مین اور لکھو اک غزل تازہ
تکلف مت کرو اچھا نہین ہے اے ظفر دیکھو

مکان چشم کو میرے ذرا تم آن کر دیکھو
کیا ہے صاف کیا جاروب مژگان نے یہ گھر دیکھو

وہان بالے کے حلقے مین ہے عارض جلوہ گر دیکھو
غزیر و دینے کو نکلا ہے ہالے مین قمر دیکھو

خدا کیواسطے دکھلاؤ مت یہ جنبش مژگان
دو عالم کو نہ اک پل مین کرو زیر و زبر دیکھو

عجب صورت سے اسکے حسن کا ہے جلوہ اے یارو
اسے آئینہ سان ہردم بآئین دگر دیکھو

نجھوڑا پنجہ مژگان سے چشم یار نے دل کو
گری شاہین کبوتر پر ہے کیا یہ بانده کر دیکھو

نہین موقوف تیغ و برہمن کچھ دیر و کعبے پر
ہر اک سو جلوہ گر حق ہے جدھر چاہو ادھر دیکھو

چمن مین تم سے چشم لطف کی رکھتی تمنا ہے
تمھاری نذر کو نرگس لیے ہے سیم و زر دیکھو

بہار ابر سیہ سے باغ مین دوچند ہوتی ہے
ذرا تم چھوڑ کر چہرے پہ زلفین سر بسر دیکھو

غزل اک اور لکھو اس مین ایسی ہی رنگین
قلم کو ہاتھ سے رکھدو نہ تم اے ظفر دیکھو

آج ہر ایک جو یاروں نظر آتا ہو نڈھال	اپنی ابرو کی وہ کھنچے ہوئے صمصام نہو
ہی ہر شوخ کی بالیدہ وہ کافر انکھین	جسکے ہم چشم ذرا نرگس بادام نہو
صبح ہوتی ہی نہین اور نہین کٹتی ہے رات	رخ پہ کھولے وہ کہین زلف سیہ فام نہو

ای ظفر چرخ پہ خورشید جو یون کانپے ہے
جلوہ گر آج کہین یار لب بام نہو

دل سوزان کو ہر ای بت خونخوار نہ چھیڑ	اخگر عشق ہی یہ تو اسے زنہار نہ چھیڑ
ای طبیب ایسے پڑ جائینگے ہاتھون مین ترے	نبض بیمار تپ عشق کو ہر بار نہ چھیڑ
ڈر لگے آہ اسیران قفس سے صیاد	ہر گھڑی بال و پر مرغ گرفتار نہ چھیڑ
وادی قیس مین بھڑک نہ لگی کہین	دامن گرم رو عشق کو ای خار نہ چھیڑ
دل نہین سینہ مین ہے وہ دبی آتش ہے	ہاتھ ہر گز نہ لگا اُسکو خبردار نہ چھیڑ
کہین لگجائے نہ اس سقف کہن مین آتش	قصر افلاک کو ای آہ شرربار نہ چھیڑ
صورت شانہ یہ ہوتا نہ دل اپنا صد چاک	زلف کا اُسکی اگر لیتے ہر اک تار نہ چھیڑ
کر نہ ای باد صبا خاک شہیدان برباد	دامن گرد نہ کوچہ دلدار نہ چھیڑ

وہ برہمن بچہ ہر دم تجھے کہتا ہی ظفر
تو مسلمان ہی سر رشتہ زنار نہ چھیڑ

لشکر درد و الم بھیج نہ ای جان تو	کشور دل کو نکر اب مرے ویران تو

جلد اول دیوان ظفر

ابرو پہ اسکی زلفیں کیا آ کے اٹکیں ہیں
جاسوس لگ رہے ہیں دیوار و در تلے دو

یارو قدم سمجھ کر رکھنا تک اسکے کو میں
ظالم کی تیغ سے ہیں وابستہ پر تلے دو

بس قتل کو ہی میرے ابرو کا اک اشارہ
تلوار ہاتھ سے تم رکھو اب سپر تلے دو

یارو نہ اب گھٹا دو دل کو گھٹا دکھا کر
یہ وقت میکشی ہے ساغر نہ دھر تلے دو

شیشے قریب ساغر کیسے دھرے ہیں ساقی
یہ آبلے نہیں ہیں داغ جگر تلے دو

کانوں میں یہ نہیں ہیں اس رشک کے موتی
تارے سے ہیں چمکتے اپنی نظر تلے دو

نیند آگئی ظفر کو زانوے یار پر آپ
ای یارو کوئی تکیہ رکھو اسکے سر تلے دو

جب لب پہ ترے رنگ مسی جلوہ نما ہو
تب چشمۂ حیوان پہ نمودار گھٹا ہو

نرگس کی روش ہاتھوں میں لے کیوں نہ عصا وہ
آنکھیں جو تری دیکھ کے بیمار ہوا ہو

عکس رخ دلدار وہ ہیں ہوکے نمایاں
جو آئینہ کچھ دل میں اگر اپنے صفا ہو

جب کھولتے ہو کاکل پیچان کو تم اپنے
تب سر پہ ہر ایک نئی لاتے بلا ہو

کیوں دیدۂ دانستہ نہ ہم خاک میں ملجائیں
ای شوخ جو سرمہ تری آنکھوں میں لگا ہو

بوسہ جو طلب میں نے کیا اسنے تو وہ ہنا
جھنجھلا کے لگا کہنے کہ چل یہاں سے ہوا ہو

وحشت سے گریبان کو کرے کیونکہ نہ گل چاک
زنجیر چمن میں جو لیے موج صبا ہو

محراب حرم کیونکہ نہ سمجھے وہ بہر شکل
سر جسکا خم ابروے جانان میں جھکا ہو

دیوان ظفر

جب یہ چمک تمہارے ابرو کے خال مین ہو
یہ کہیے کیونکہ تارا شب کو ہلال مین ہو

ای حضرت دل اتنو فکر رہائی کیجے
بیوجہ پھنسے تم تو زلفون کے جال مین ہو

فرقت کی رات جسنے کاٹی تڑپ تڑپ کر
یا رب وصال اُسکا روز وصال مین ہو

آگے لبون کے تیرے بھرتا ہی ٹھنڈا پانی
ایسی کہان ہے لذت آب زلال مین ہو

مجلس مین می کشون کے کیا کام ہی تمھارا
ہان تم تو شیخ صاحب مست اپنی حال مین ہو

کبک دری کو تونے پامال کر دیا ہی
کیونکر نہ چلبلاہٹ اب تیری چال مین ہو

گو چرخ پر بھرا ہی مہ آپکو ولیکن
ہمسر تو بھی تم سے حسن و جمال مین ہو

نکلے ہی مہر تابان جون صبحدم شفق مین
لگتے ہو مجھے تم ایسے اس سُرخ شال مین ہو

اُٹھو کہین ظفر اب بیٹھے عبث ہو در پر
وہ خواب ناز مین ہی تم کس خیال مین ہو

خط مین عاشق کے نہ تم حرف شرر داخل کرو
ہی یہ ملفوف اسمین سب نام دگر داخل کرو

بس ہی ابرو کا اشارہ دمبدم کھینچو ہی تیغ
تور خانے مین یہان تیغ و سپر داخل کرو

ایک بوسہ پر ہی سودا کیجیے ای جان من
اس متاع دل کو میرے اپنے گھر داخل کرو

مرغ خوش الحان نہین بس چہچہے و صید افگنو
مت جر کے قفس مین مشت پر داخل کرو

کلبۂ احزان مین دل کھاتا ہی ہر دم پیچ و تاب
بس جواب خط مرا تم نامہ بر داخل کرو

اُسکی دیکھی مین خمار آلودہ آنکھین ساقیا
ساغرِ گل مین مے رنگین سحر داخل کرو

دل کو مارا پارۂ دل دون نگاہ ناز کو
ین کے پا جاہی وہ تیر دل سے راز کو
دیکہ سر الفت مین انکے تازہ سر پیدا کیا
وہ قیامت ہی مرا نالہ کہ دم مین ہمدمون
ہی لب زخم جگر کو یہ جو جنبش دم بدم
زردی رخسار نے تیرے مریض عشق کی
ہاتھ سے صیاد کے اُڑ جاؤن جون رنگ حنا

چاہیے ہی طعمہ بعد از صید دینا باز کو
وہم نے اُسکے بٹھایا ہی بڑے غماز کو
دیکھنا روشن دلو تم شمع کے اعجاز کو
بند کر دون صور اسرافیل کی آواز کو
دے ہی اے قاتل دعا مین تیری تیغ ناز کو
کر دیا فق چھپتے ہی مہتاب آتش باز کو
بال و پر کی کچھ نہین حاجت تری پرواز کو

ساحری کرتا ہی دعوے ساحری کا ای ظفر
یک نظر دیکھا نہین اس چشم افسون ساز کو

خواب مین جلوہ جو شب آ سپنے دکھایا مجکو
چین تھا خواب عدم مین مجھے ای شور ظہور
جل اُٹھا نبض کی گرمی سے جو میرے طبیب
دل دکھانے کے لیے مجکو بنایا میرے
دل نخچیر سے تیر اُسکا یہ کہتا ہی کہ سے
ین سے جاتا تھا کہ آنکھون مین کھینچا وہ
لیگیا خضر تصور مجھے اس راہ سے وان

صبح تک غش مین رہا ہوش نہ آیا مجکو
تو نے کیون دشمن آرام جگایا مجکو
تپ ہجران نے تیرے ایسا جلایا مجکو
دکھ اُٹھانے کے لیے تیرے بنایا مجکو
جذبۂ شوق ترا کھینچ کے لایا مجکو
اُسنے آنکھون ہی سے جون اشک گرایا مجکو
راہ مین نقش قدم ایک نہ پایا مجکو

ظفر بات ... بن سکا برسا

کلام کا عقدہ

کھلا کیا ہی بات ... نی اُہو ہو ہو

اُہو ہو ہو

دیگر

وہ زلف وروے نورانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

وہ ابرو اور پیشانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

وہ دندان کیا کہ سلکِ دُر آہا ہا آہا ہا ہا

وہ لب کیا لعلِ رمانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

تمھارے روے روشن سے نقاب ایکدم اگر اُٹھے

کہے سپہر ماہ کنعانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

دیا دل اُسکو جسکو قدر مطلق ہی نہین دل کی

ہوئی کیا ہمسے نادانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

ہمارے اشک دریا کی یہ تکو سیر لازم ہی

کرے ہی موج طغیانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

صنم کا نقشہ کھنچا جسنے وہ کلکِ تصور سے

کہ مانی نے بھی چین مانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

کسی کی یاد فندق مین لہو کا قطرہ مژگان پر

بنا لعل بدخشانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

وہ پورا دوستی مین ہون کہ ہردم میرے پانؤن پر

گرا وہ دشمن جانی اُہو ہو ہو اُہو ہو ہو

دیگر

یقین ہو رات کا پردہ اُلٹ کر صبح روشن مین
ہوا سے رخ پہ گر زلف سیہ اُلٹی سے سیدھی ہو

صبا کھولے ہزار اے عندلیبو رخنت غنچہ کو
جو نہ اُلٹی ہو اسمین وہ نہ نہ اُلٹی سے سیدھی ہو

ہراساں ہے دل عاشق کجی سے فوج مژگان کے
کچھ ایسا ہو یہ برگشتہ سیہ اُلٹی سے سیدھی ہو

اگر ہے سرنوشت اُلٹی جھکا سر کو عبادت مین
کہ نہ سجدہ نہ پھر اے روسیہ اُلٹی سے سیدھی ہو

کبھی سیدھا نہ ہوتے ہمنے دیکھا نیش کژدم کو
تری کس طرح سے نوک مژہ اُلٹی سے سیدھی ہو

کجی اور راستی جو ہے سو ہے خلقت مین انسان کے
نہ گہ سیدھی سے اُلٹی ہو نہ گہ اُلٹی سے سیدھی ہو

ظفر تقدیر سیدھی جسکی ہو حق کی عنایت سے
کرے وہ بات اُلٹی جس جگہ اُلٹی سے سیدھی ہو

کان دھر کر وہ سنے تقریر ہوا تنی تو ہو
تونے قاتل اک نگہ مین دل کے دو ٹکڑے کیے

بات ہوا یسی تو ہو تاثیر ہوا تنی تو ہو
واہ ری برش اگر شمشیر ہوا یسی تو ہو

کہتے ہیں وہ آئینہ میں جلوہ اپنا دیکھ کر
ماہ پیکر مہر طلعت ہم نہوں تو کون ہو

ہم ہیں عاشق ہمکو آب تیغ ہی آب بقا
تشنۂ جام شہادت ہم نہوں تو کون ہو

جب نہو کوئی آشنا کوئی حقیقت آشنا
فی الحقیقت بے حقیقت ہم نہوں تو کون ہو

آکے بالین تک ہمارے جبکہ پھر جاوے وہ یار
واقعی برگشتہ قسمت ہم نہوں تو کون ہو

دیکھ کر آہو کو یاد آیا کوئی آہو نگاہ
دشت میں سرگرم وحشت ہم نہوں تو کون ہو

شیفتہ ہیں ہمنشیں ہم اُس دہان تنگ پر
تنگ ای حضرت سلامت ہم نہوں تو کون ہو

ساتھ غیروں کے لگاتے ہیں وہ غوطے حوض میں
غرق دریائے خجالت ہم نہوں تو کون ہو

ہے گنہگاروں کی خاطر اُسکی بخشش ای ظفر
مستحق عفو رحمت ہم نہوں تو کون ہو

ارادہ اور کچھ ہو یار جانی اور کہتے ہو
خطوں میں اور لکھتے ہو زبانی اور کہتے ہو

جو اُنسے حال دل کہیے تو کہتے ہیں خفا ہوکر
کہ کہہ تو اور بھی گر کچھ کہانی اور کہتے ہو

بھروسا کیا تمہارا تم نہیں اک بات پر قائم
دم قہر اور وقت مہربانی اور کہتے ہو

نہیں کہتے ہو تم کیا کیا مجھے اے جان [illegible]
جو کرتا ہوں زیادہ جانفشانی اور کہتے ہو

نہیں ہو تم لگے دل کے سمجھ مر کوئی [illegible]
نہیں معلوم تم کسکو نشانی اور کہتے ہیں

کسی جانی نہیں ای حضرت دل آپ بھی
پھر اسپر اپنا حال ناتوانی اور کہتے ہیں

ظفر جب شعر کہہ کر اور شاعر [illegible]
دکھا کر تم طبیعت کی روانی اور کہتے ہیں

کے تدبیر کر کر لاکھ انسان یہ نہو وہ ہو | بجز تقدیر لیکن کب ہے امکان یہ نہو وہ ہو
نہیں گر نالہ ہمدم آہ ہی دمساز ہو اپنے | کوئی تو ہو انیس کنج احزان یہ نہو وہ ہو
شگفتہ دل ہو غنچہ اور میرا دل رہے غمگین | ہزار افسوس بس گلشن میں شادان یہ نہو وہ ہو
جہت نکلے گھر سے وہ شب ماہ میں اور چاند بھی نکلے | خدا شاہد ہی ہر عالم میں تابان یہ نہو وہ ہو
کرے نظارۂ گل تو ندیکھے داغ دل میرے | تجھے منظور اے رشک گلستان یہ نہو وہ ہو
جگر دل دونوں اب تو آرزومند جراحت ہیں | یہ ہو کیونکر نشان تیر مژگان یہ نہو وہ ہو
سدا گردش میں ہم ہوں اور رندا کدم دور ساغر ہو | یہ کیا انصاف ہی اے چرخ گردان یہ نہو وہ ہو
بھرے نالے سدا بلبل رہے خاموش پروانہ | عجب ہی عشق کے ہاتھوں سے نالان یہ نہو وہ ہو
مزاج میکشی کا ہی کہ ساقی ہووے یار اپنا | نہیں کیا لطف سیر ابر و باران یہ نہو وہ ہو
ترے آگے تو تڑپے گو نہ لوٹے پانون پر تیرے | کہ نکلے کچھ تو اس بسمل کا ارمان یہ نہو وہ ہو
جو ہو آشفتہ زلف اسکی سراسیمہ نکیون دل ہو | کہ امکان ہی نہیں ہرگز پریشان یہ نہو وہ ہو
ترا زہر آب پیکان ہی زلال خضر سے خوشتر | گوارا مجلو کیونکر تیرے قربان یہ نہو وہ ہو
کرے غرق اک جہان کو اور مجھے میرا نہ سوز دل | تعجب ہی کہ تجھ سے چشم گریان یہ نہو وہ ہو
لگائے تو جو تکمہ لعل کا دل خون ہو کیونکر | کہ ہی حیرت کی جا زیب گریبان یہ نہو وہ ہو
ادا ہو یا نگہ ہو دل کے لینے کو حاضر ہوں | کوئی ہو پر ہو وہ اس دل کا خواہان یہ نہو وہ ہو
الٰہی شام غربت ہی ہو بے شامیانے کے | بلا سے بر سر گور غریبان یہ نہو وہ ہو

عشق مین بھی نہین سمجھی بے ادب
السلام اے ناز بازی یان کیون غلط دیکھیں تو
دیکھ

نہین زور کار کچھ مختصر ہماری داد خواہی کا
نشانی اپنے داغ دل کی کیا ہماری تو کالی ہو
السم ہو دل کیونکر نہ پر محبت مین
اب کیا ہو ان نہ پاس ہی کیون اور پیار اپنا ہو
کی افسوس عمر اپنی یون ناحق برباد کی
قسم کی طرح سے روح مین ہم اپنی تو سیاہی ہو
عبار ہمسایہ جانان ہون کیون کیا خاک حال اپنا
تماشے سے کوئی پوچھے کہ حال اپنا ہی کیا ہو
جنون مین سر ذرا سر اب کوئی کیا دیکھے ہو تم
دم گریہ ذرا دیکھو ہمارے سارنگ کیا ہی ہو
محبت کا ہون دیوانہ مجھے الزام نہ دینا کیا
بھلا نہ کیونکہ وہ محفل مین اپنی مجھکو رہ دی نہ
وہ دولت وہ ساغر اہون نا جو کس کی دو تم
نقط دنیا مین رہا بس ہی تاج بادشاہی ہو

دیوان اول دیوان ظفر

وہ زلف کی روش کا الفت کا دیوانہ اپنی اردو مین
سینہ سا سینہ نہین سے ہی کیا دیا مین ہاتھ
یاد کی مانند کالی یادو ہی تیغ جو وان
ظفر ہماری صدق دل سے ہی ہاتھ اٹھا رکھا
بجالاتے ہین جو ہو ہی وہ الاشعر

نڈ الو ناز کے گشتہ پہ آنسو	شہیدون کو بھلا بہلاتے کیون ہو
گرہ الفت کے رشتہ مین نہ پڑ جائے	جو سلجھاتے نہین الجھاتے کیون ہو
وہ مجھپر اگر یون ہی بن رہا ہی	رقیبو اور اُسے بھڑکاتے کیون ہو
ابھی ہی دور لب سے حرف مطلب	مجھے کہنے تو دو جھنجھلاتے کیون ہو
بہت پھڑکائے گا صیاد تمکو	اسیران قفس گھبراتے کیون ہو
پرائے سر کو ہمین قرآن کہتے	ہمارے سر کو تم ٹھکراتے کیون ہو

نہین پہچانتے چاہت کی گر آنکھ
ظفر کو دیکھکر شرماتے کیون ہو

ہمسا جانباز ہی وہ کون بشر دیکھین تو	رکھدے اس تیغ جفا کے تلے سر دیکھین تو
ذرہ گر اُس رخ پر نور سے اُٹھ جائے نقاب	رو کشی کیونکہ کرین شمس و قمر دیکھین تو
جنکو دعوی ہی بڑا اپنی جگرداری کا	اُنسے کہہ دو کہ مرا زخم جگر دیکھین تو
خندۂ یار نے تو برق پہ مارا چھاپا	گرتے ہین ابر سے کیا دیدۂ تر دیکھین تو
وہ نظرباز ہین اک عمر نظر مین رکھین	اُنکی صورت ہم اگر ایک نظر دیکھین تو
دل کھینچے اُسکا ادھر ہی وہ کشیدہ خاطر	ہان ترا ای کشش عشق اثر دیکھین تو
ساعتون خون بہے چشم مین عاشق کے جواب	ایک نظر چشم عنایت سے ادھر دیکھین تو
گل مین کیا خار مین کیا سب مین ہی یکرنگ بہار	کھول کر چشم حقیقت کو اگر دیکھین تو

ہوا ہے صبحدم کیا مضمون
رونا ہے ابر بہار ہی ایک سے ادا ہو
رنگ دو آدھ جہان ہی وہ بن جا ہو بنفشہ یہ
گلچین آرزو ہی بنفشہ ہی اس سے سمجھ ہمین ہی
اے ناصحا نہ سمجھ انکی کیا بات تو سر کے ہی
یہ سنبل نمط غنچہ وو بنا ہی کیا ہون سو دو ال و حشی سر یہ ہے
یہ سنبل نمط سنبلہ ہو گو
چھپوں

جلد اول دیوان ظفر

ہوئیگا اور ہی حسن دوبالا تیرا سارے حسینوں مین
کانون مین ای کان ملاحت تو نے جو پہنے بالے دو
تیغ جفا سے وار کرے تو ہاتھو نہ روکو تو قاتل کا
اُسکو سینے لگانے دو اور مجکو جفائین سہنے دو
قاتل ناحق تیغ سے اپنی پنجۂ نازک رنجہ نہ کر
کر دینے میرے دل کے ٹکڑے تیری ایک نگہ نے دو
دل نے جو مانگا رات ظفر اک بوسۂ خال عارض کا
ہوکر برہم مارے کوڑے وہین زلف سیہ نے دو

نصیب ایسا تو سوز جگر کسیکو نہو
اجل کے خاک ہو دل اور خبر کسیکو نہو
جلے رقیب دل اُسکا نہ موم ہوا ای آہ
یہ کیا کسیکو تو ہو وے اثر کسیکو نہو
جو ایک عیب ہو دیکھیں ہزار غور سے یار
ستم ہے لاکھ ہنر پر نظر کسیکو نہو
تمام سود ہی سود اد کان ہستی کا
جو تجھسے نفع ہو سبکو ضرر کسیکو نہو
ہزار رنج و الم ہون تو سب گوارا ہین
کسیکا درد جدائی مگر کسیکو نہو
بجائے سیمۂ دوزخ کے گر ہوئی خلد
وہ نخل جس سے کہ حاصل ثمر کسیکو نہو
جو داغ دل پہ ہو تو زخم ہو جگر پر بھی
کہ ہو تو سبکو نہیں ای ظفر کسیکو نہو

یہ خاک کا پتلا ہو مسجود ملائک کا	کس مسند عزت پر پہونچا بشر اللہ ہو ہو

غفلت کا ظفر پردہ اُٹھ جائے جو آنکھون سے
آجائے تماشا پھر کیا نظر اللہ ہو ہو

وہ مری جان مرے پاس جو آئے تو کیا اچھا ہو	اور نہین جان نکل جائے تو کیا اچھا ہو
نہین معلوم کہ مین کون ہون اچھا کہ برا	کوئی اس بھید کو بتلائے تو اچھا ہو
خواب مین جو کہ دکھا جاتا ہی صورت اپنی	شکل ظاہر بھی وہ دکھلائے تو کیا اچھا ہو
ساغر جم مین جو آئی تھی نظر کیفیت	وہ نظر دل ہی مین آجائے تو کیا اچھا ہو
ای مسیحا نفس اُٹھ بیٹھے ترا کشتۂ ناز	ابھی قم مُنھ سے جو فرمائے تو کیا اچھا ہو
کوچۂ تنگ ہی دنیا نہین آرام کی جا	یان کوئی پانون نہ پھیلائے تو کیا اچھا ہو
جو برا آپ کو سمجھے تو وہ ہووے اچھا	کہ برا اور کو ٹھہرائے تو کیا اچھا ہو
ہی بڑا وصل مریض غم ہجران کا علاج	یہ دوا ہاتھ نہ جب آئے تو کیا اچھا ہو

آئے سب یک نظر گر یہ دوئی کا پردا
ای ظفر بیچ سے اُٹھ جائے تو کیا اچھا ہو

ابرو ہین تماشا ترے ای رشک قمر دو	اک جامہ نو سامنے آتے ہین نظر دو
اک بوسۂ دندان مصفا مجھے گر دو	گویا کہ دہن سو تیون سے تم مرا بھر دو
بالے ہین ترے حسن کے دریا مین بھنور دو	اور اُس پہ غضب ہی کہ ہین انکے بھی گرد دو

جس طرح رہتا ہی تجھ بن میرے دل کو اضطراب
مضطرب اس طرح کوئی مرغ بسمل ہو تو ہو

کب دل دیوانہ آتا ہی کسی کی قید میں
پر تری زلفوں میں پابند سلاسل ہو تو ہو

ہم وفا سے منحرف ہون یہ ہی شرط دوستی
وہ وفا دشمن ہمار اگرچہ قاتل ہو تو ہو

کیونکہ ہون اُس شمع رو بن بزم آرائے نشاط
رونق محفل مگر وہ زیب محفل ہو تو ہو

عشق کے نزدیک ہی آسان ہر دشوار غم
آدمی ہمت نہ ہارے دور منزل ہو تو ہو

وہ تو ہی دکھلا رہا بے پردہ صاف اپنا جمال
کچھ تری غفلت کا غافل پر وہ حائل ہو تو ہو

جبتلک ہی دم مین دم تیرا بھرے جائیگا دم
دم کا لینا ضعف سے عاشق کا مشکل ہو تو ہو

اسکو یون معلوم کیا یارون کو قدر عافیت
جب کہین دل اُسکا میری طرح مائل ہو تو ہو

آب گریہ سے بجھے کیا آتش غم اے ظفر
بلکہ اُس سے اور افزون سوزش دل ہو تو ہو

جو کوے عشق مین پہنچے ذرا جمائے پانون
تو عقل و ہوش نے کیا جلد جلد اُٹھائے پانون

جو آگے عشق کے میدان مین بڑھائے پانون
تو شرط یہ ہی کہ پیچھے نہ پھر اُٹھائے پانون

گندہ ہو گا ہم دل و جان د خاک پہ کیون
غرض ہی کیا اُسے اتنی جو وہ ہلائے پانون

بہت سے پھر حرم و دیر مین کہین اُسکو
نپایا شیخ و برہمن نے کیون تھکائے پانون

دبائے اس لیے عاشق کو پنجہ مژگان
کہ تا وہ آنکھون سے اپنی ترسے دبائے پانون

پری کو حسن سے اُس حور وش کے کیا نسبت
کہ وہ پری سے نہ اپنے کبھی دھلائے پانون

خط مرا شوق سے بےخبر و نہیں جو میری جان کھولو — پر کسی پر نہ یہ حال غم پنہان کھولو

میرا گھونٹے ہی گلا وحشت اے جان ہی تنگ — ناخن تیغ سے کھولو جو گریبان کھولو

سر پہ ہر آبلۂ پانے تمھارے سندیل — خوب باندھی ہے نہ اے خار بیابان کھولو

توسن ناز کو گر اور ہی کوڑا منظور — اپنے رخسار پہ تم طرۂ پیچان کھولو

دل بیتاب ہے آنکھوں کا تمھارے بیمار — فصد کھولو تو نہ جز نشتر مژگان کھولو

زلف کو مصحف رخسار سے تم سرکاؤ — فال سودا زدگان کھولو کہ قرآن کھولو

غافلو دیکھو تم اپنے ہی میں اسکی صورت — آنکھ گر صورت آئینہ حیران کھولو

وہ ہی پاؤگے جو قسمت میں ہے دنیا طلبو — تمکو کھونا ہے اگر سفت میں ایمان کھولو

ای ظفر باندھے ہو گر کمر ہمت کو — شرط یہ ہے کہ نہ تم پھر کسی عنوان کھولو

جن آنکھوں نے دیکھا ہو حسن رخ جانانکو — وہ دیکھیں تو کیا دیکھیں شکل مہ کنعانکو

ذرہ جو دکھاتا ہوں داغ دل سوزانکی — پڑتی ہی تپ لرزہ خورشید درخشان کو

کیون تنگ مستی سے ہو زیب اسکے نہ زندانکو — رونق شب تیرہ سے ہی انجم تابان کو

ہی دیدۂ تر آہو زنجیر کا حلقہ سا — وحشی سے تیرے زندان سمجھا ہی بیابان کو

سو فتنۂ خوابیدہ بیدار ہوں اک پل میں — گر خواب میں بھی دیکھے اس نرگس فتان کو

لگ جائے جھڑی برسوں پھر آنکھوں سے اشکو — جھاڑوں جو دم گریہ میں دامن مژگانکو

رتبہ خط و خال مہر کو کیا آسمان پر
اے ترک شہ کمان تری ترکش کے روبرو

زاہد بجز دعا قدح کچھ سے چلے نہ ذکر
محفل میں دیکھو رند قدح کش کے روبرو

دل ہی وہ داغ داغ کہ سو خانہ باغ ہوں
ہے بے رنگ اس مکان منقش کے روبرو

گر نغمہ نشاط ہو شیون سے کم نہیں
آفت رسیدگان مشوش کے روبرو

ملا کو جب مذاق سخن بھی نہو ظفر
کیا پڑھیے شعر اس بز اخفش کے روبرو

دکھاؤں میں اگر اپنے فروغ داغ ہجر انکو
رہی جا سے نہ دکھانے کی نہ خورشید درخشاں کو

چھپا لیتی ہی کیوں وہ زلف کافر روئے جاناں کو
تعجب ہی رکھے ہندو بغل میں اپنے قرآن کو

ہوئی وحشت میں سوز دل سے یہ کثرت پھپھولوں کی
کہ سمجھا کاری کا پیراہن ہا ہی جسم عریاں کو

سر ہر گام صحرا میں ہمارے تار دامن سے
جنوں بند لگوا ہی دستار ہر خار مغیلاں کو

خیال اس زلف کا ہی کیوں نہیں داغ دل کے پاس
کہ ہوتی ہی شب تاریک میں رونق چراغاں کو

عجب دیوانے ہیں وہ جو خط جادہ سمجھے ہیں
کیا وحشت نے تیرے چاک دامان بیاباں کو

نہ دیکھی ہو گی جسنے غنچہ شگفتہ میں شبنم
دہن میں دیکھ تیرے وقت تبسم دیکھے دندان کو

جگر سو ٹکڑے ہووے ایک دم میں صبح محشر کا
ترے عاشق دکھائیں اپنے گر چاک گریباں کو

نظر بھر انکو دیکھا جسنے وہ جیتا پھر آئینہ کے
فسوں کوئی بلا ہی یاد تیری چشم مژگاں کو

ہوا خواہی سے دل سوزی کی اپنا دل جلے کس کو
پر پروانہ کیا پنکھا جھلے شمع شبستاں کو

اچھے ہو جائیں ابھی بیمارِ غم اُسکے اگر
کہتے ہو کیا چارہ گر سے ہو گیا تم سے ول

یوں چھپے اتنا وہ مسیحائے زمان اچھے تو ہو
تم ابھی ای زخمہا خونچکان اچھے تو ہو

کہتے ہو دار الشفا اُسکی گلی کو تم ظفر
پھر بھلا یہ ہم بھی دیکھیں ای میان اچھے تو ہو

ایما ہو گر کلام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
قاصد وہان سے کوئی نشانی تو لا نہو
اُس تندخو کو گرچہ ہو منظور گشتہ خون
گر حرفہ ایک جرعہ کا ساقی نہ ہمسے تو
وہ کون ہو سو آخر دیوانے کے جیسے
تو چاہیے یہ اگر کہ نہو ملک دل خراب
دو چار گالیان ہین ہمین خط مین لکھکے بھیج
جا سکتا کوئی اُس بت خود کام تک نہین

تسکین دل تمام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
گر نامہ و پیام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
بالفرض قتل عام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
گرچہ سبو و جام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
پر تو آشنگی تمام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
کس طرح انتظام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
گرچہ دعا سلام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
جاوے تو کیونکہ کام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

وہ تار زلف طائر دل کے لیے ظفر
پھندا تو ہو جو دام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

گر ہو پاس عہد بشر کو جسکا ہووے اُسی کا ہو
پھیرے نہ سوے غیر نظر کو جسکا ہووے اُسی کا ہو

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

کچھ منھ سے نکلجائے کہ اے بادہ پرستو — مانند خم مے نہ بہت جوش مین آؤ

کہتا ہون ظفر اُن سے جو اشعار ہین بے ربط
تم لب پہ نہ آؤ نہ کبھی ہوش مین آؤ

اپنے ہاتھونکو جو تم رنگ حنا مین رنگو — ناخن تیغ کو خون شہدا مین رنگو
خیمۂ چرخ کو آہونکے دھوئین مین اپنے — مضطربو دل نہ غم ماہ لقا مین رنگو
ہین شہیدان محبت کے نصیب ایسے کہان — تم جو پوشاک سیہ اپنی عزا مین رنگو
جیتے جی خاک مین ملجاؤ فقیری یہ ہے — کپڑے مٹی سے نہ مل کر فقرا مین رنگو
پیر سے تم نہین ہونیکے جوان کر کے خضاب — غافلو ریش نہ اس رنگ خضا مین رنگو
ہو نزاکت سے وہین درد تمھارے سر مین — تم گلابی جو کلہ سرد ہوا مین رنگو

جیب دامن کو ظفر اپنے سرشک خون سے
دیکھو اس رنگ نہ تم جوش بکا مین رنگو

رسم الفت نہ عدو کے دل و دین سے پوچھو — دوستو اسکو جو پوچھو تو ہمین سے پوچھو
رات آنکھون مین کٹی مجکو ستارونکی طرح — کس سے ہمخواب تھا اُس ماہ جبین سے پوچھو
ہے غم یار کو معلوم حقیقت دل کی — اس مکان کا ہے جو احوال مکین سے پوچھو
روش نقش قدم خاک مین ملنے کا مزا — اپنے کوچے کے کسی خاک نشین سے پوچھو
دل کو از بر ہین محبت کے مطالب سارے — بے تامل یہ بتائیگا کہین سے پوچھو

بعد فنا بھی ہیں وہ سوزان دل میں داغ
کیونکہ نہ آتش خاک سے جانے لالہ ہماری

ای یاس و غم ہی شرط رفاقت کہ بعد مرگ
خادم ہمارے تم سر مدفن بنے رہو

جاؤ مکان دیدہ و دل چھوڑ کر نہ تم
دونون تمھارے واسطے مسکن بنے رہو

گردش سے آسمان کی سنگین دلو ڈرو
ایسا نہو کہ سنگ فلاخن بنے رہو

چلتا ہی زور مرگ سے کب اپنے زعم مین
تم غافلو نہ رستم و بیژن بنے رہو

دینگے بگاڑ رند مشیخت کو شیخ جی
دیکھو ملو نہ اُنمین ہم نشین بنے رہو

دانا سے یہ زمانہ مخالف ہی دوستو
دانائی اب یہی ہی کہ کودن بنے رہو

ای آنسوؤ بجھے نہ مری سوزش جگر
تم واسطے اس آگ کے روغن بنے رہو

زنار پہنو قشقہ لگاؤ تم ای ظفر
گر دل ربا بتون کو برہمن بنے رہو

محبت چاہیے باہم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو
خوشی ہو وہ میں یا ہو غم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

غنیمت تم اسے سمجھو کہ اس غمخانہ میں یارو
نصیب اک دم دل خرم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

دلا و حسرت دل تم نہ یاد خط سبز اُسکا
کہین ایسا نہو یہ سم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ہمیشہ چاہتا ہی دل کہ مل کر کیجیے می نوشی
میسر جام مے جم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ہم اپنا عشق چمکائین تم اپنا حسن چمکاؤ
کہ حیران دیکھ کر عالم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

رہے حرص و ہوا دائم عزیزو ساتھ جب اپنے
نہ کیونکر فکر بیش و کم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ظفر سے کہتا ہی مجنون کہین ہو دل مگر محرم
جو غم سے فرصت ایک دم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ردیف الیاء [illegible]

[illegible]

دیوان ظفر

کہینگے حال دل اُس دلربا سے کچھ ہی ہو
وہ سنکے خوش ہو کہ ناخوش بلا سے کچھ ہی ہو

ہمارا حال تمھاری جفا سے کچھ ہی ہو
نہ ہاتھ اُٹھائینگے پر ہم بلا سے کچھ ہی ہو

قدم رکھیں سر میدان عشق جب سرباز
نہ پھیریں منھ کبھی تیغ جفا سے کچھ ہی ہو

دکھاؤں ضعف سے گر میں خمیدہ قد اپنا
تو فرق آپ کی زلف دوتا سے کچھ ہی ہو

دل آشنا ہو کہ نا آشنا گلی میں تیری سے
پر آج دینگے اُسے دم دلا سے کچھ ہی ہو

اُڑاتا خاک پھروں یا پھروں گریباں چاک
کوئی تو کام دل ان دست و پا سے کچھ ہی ہو

کسو کی جان پہ آفت کسو کا دل غارت
اُنھیں تو کام ہے ناز و ادا سے کچھ ہی ہو

جو پینے دے گا نہ محتسب تو یہ میخوار
رہینگے اُسکے لہو کے پیاسے کچھ ہی ہو

بلا سے کفر ہو یا دین یہاں ہیں دونوں ایک
ظفر ہو دل کو محبت خدا سے کچھ ہی ہو

ہمسری اُس زلف سے مشک ختنی ہووے تو ہو
روکشی اُس لب سے عقیق یمنی ہووے تو ہو

وار ہوتے ہیں جو اُس تیغ نگہ کے دل پر
یہ کسی معرکہ میں تیغ زنی ہووے تو ہو

صدقے اے رشک چمن اس قد موزوں کے ترے
سیدھا ایسا کوئی سرو چمنی ہووے تو ہو

جو تری نوک مژہ رکھتی ہے تیزی ظالم
تیز ایسی کسی برچھی کی انی ہووے تو ہو

جان کنی عشق میں جو میری طرح کیا طاقت
تیشہ فرہاد کا گر کوہکنی ہووے تو ہو

راز دل فاش کرے کون بجز طفل سرشک
ایسا غماز وہی ناشدنی ہووے تو ہو

اگرچہ آشنا دل سے کوئی یوں ہو تو یوں بھی ہو

یوں بھی ہو

یوں بھی ہو

[illegible]

نہیں شانکی طپش سے اسکی ہین یہ کیون ہی آزردہ
اگر مجھکو گلا دل سے کوئی یون ہو تو یون بھی ہو

کشش مین ہو اثر دل کی تو خاطر ہو ظفر دل کی
کہ حاصل مدعا دل سے کوئی یون ہو تو یون بھی ہو

یہ چھوڑو خواب غفلت غافلو ہشیار ہو جاؤ
کہو النوم اخ الموت تم بیدار ہو جاؤ

عزیزو کارخانہ دیکھو اسکی کارسازی کا
نہیں دیدہ کا فکر کار یان بیکار ہو جاؤ

بہار آئی اسیران قفس لیکن یہ کہتے ہین
پھڑک کر توڑ تاہی گر قفس طیار ہو جاؤ

مجھے کیا چشم ہو ای آنسوؤ تمسے کہ مین چاہون
رکھون آنکھون مین اور تم یون مجھکے پار ہو جاؤ

نہین قابل ہم اس بار گران کی یاری کے عیار
کہ جسکے پاس جاؤ تم اسیکے یار ہو جاؤ

طبیبو چارہ کیا کرتے ہو بیمار محبت کا
کہین ایسا نہو تم آپ ہی بیمار ہو جاؤ

ہمارے پاس آئے ہو تو اب خوش ہو بیٹھو تم
خوشی سے ہم یہ کہتے ہین اگر بیزار ہو جاؤ

نہین جاتی ہی میری جان تم جبتک نہ آؤ گے
خدا کیواسطے آؤ کہین اک بار پیدا ہو

دکھا دے گر وہ مستانہ اپنی چشم میگون کو
ظفر کیسے ہی کیون ہو نہ تم میخوار ہو جاؤ

دل کا ہر خون پاک و زدن پر [illegible]
لعل سے نسبت [illegible] کو اسکو [illegible]

کیا تماشا ہی کہو ان کی [illegible] ایک [illegible]
ان لب نازک [illegible] برگ گل [illegible]

وہان کی [illegible] دل [illegible] ہو
کہ [illegible] آزردہ [illegible] ہو
[illegible]
جہان ہو نفس [illegible] جہان [illegible]
وہان طاقت ہو [illegible]

[illegible]

کنار آب ہو مہتاب ہو ساغر ہو مینا ہو
جو یہ سامان کل ہو پھر تو جھلیں ہوں تماشا ہو

رباب و چنگ ہو بزم طرب ہو اور مطرب ہو
دف و نی ہو دہل ہو پھر تو جھلیں ہوں تماشا ہو

پڑا دریا میں ہو عکس چراغان اور وہ مہوش
کھڑا بالائے پل ہو پھر تو جھلیں ہوں تماشا ہو

پئیں مے اسقدر باہم نشے کا ہو وہ عالم
حیا کا اپنی قل ہو پھر تو جھلیں ہوں تماشا ہو

ہوا ٹھنڈی ہو آدھی رات ہو یا وہ ہو یا ہم ہوں
چراغ اُس وقت گل ہو پھر تو جھلیں ہوں تماشا ہو

وہ ہوں کھیلوں کی اودھم میں اکیلا اور میں جا پہونچوں
ظفر کیا کیا نہ غل ہو پھر تو جھلیں ہوں تماشا ہو

اتنا کہ وہ طفل ہی رکھے نہیں جس اوستاد کے پانون
جشم پہچان کے تو بالنے میں پوت کے پانون

ڈھونڈ لیویگا ترا رزق مقدر تجھے آپ
توڑتا پھرتا ہے تو واسطے کیوں قوت کے پانون

کیونکہ جاویں ترے در سے کہ نہیں اُٹھ سکتے
روش نقش قدم عاشق مبہوت کے پانون

پر زر دیکھ کے سے طاؤس نے پائے لیکن
دیکھتے رنگ ادا ہے جو یاقوت کے پانون

چاہ دنیا کی نہ ہوتی تو کنوئیں میں ناحق
کون لٹکاتا بھلا بند کے ہاروت کے پانون

کہ جہاں یار ہے وہ راحت و آرام کی جا
سو گئے جس میں کہ جا کر تابوت کے پانون

سیر ہم عالم لاہوت کی کرتے ہیں ظفر
گرچہ پھیلائے میں میدان میں ناسوت کے پانون

بھگو ادھر اور ادھر نہ کہیں بس چلے چلو
دل لیچلے جدھر کو وہیں بس چلے چلو

دیگر

خواہ کر انصاف ظالم خواہ کر بیداد تو
پر جو فریادی ہیں انکی سن تو لے فریاد تو

دم بدم تجھ بن ہم تیری ہوا خواہی کا دم
کر نہ بد خواہوں کے کہنے سے ہمیں برباد تو

کیا گنہ کیا جرم کیا تقصیر میری کیا خطا
بن گیا جو اس طرح حق میں ہمارے جلاد تو

قید سے تیری کہاں جائیں گے ہم بے بال و پر
کیوں قفس میں تنگ کرتا ہے ہمیں صیاد تو

دل سے دل کو راہ ہے تو جس طرح سے ہم تجھے
یاد کرتے ہیں کرے یوں ہی ہمیں بھی یاد تو

دل ترا فولاد ہو تو آپ ہو آئینہ دار
سنتے یکبارگی سنے میری اگر روداد تو

شاد و خرم ایک عالم کو کیا اُسنے ظفر
پر سبب کیا ہے کہ ہو رنجیدہ و ناشاد تو

پوچھتے ہو آج آکر ہمسے کیا اچھے تو ہو
یہ کہو تم تھے کہاں ای دلربا اچھے تو ہو

ہم غم دوری سے جیسے کہ تجھ بن تھے قریب
اُسنے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا اچھے تو ہو

دیکھی بیماری تری جا کام کر اپنا طبیب
دیکھ کر تو نبض ہے یہ پوچھتا اچھے تو ہو

ہو گئی پرہیز کی پرہیز ...
آپ نے اچھا کیا وعدہ وفا اچھے تو ہو

اپنے بیمار کو کہتی ہے ذرا آکر تجھ یار
تم دوا کرتے ہو پر دیکھیں بھلا اچھے تو ہو

کون کہتا ہے تجھے بیمار ...
اچھے اچھے کہتے ہیں سب ہو دوا اچھے تو ہو

زخم پر سے چاہتے ہیں ای ظفر جب تازگی
ہیں انکھین کہتا ہوں کم بخت ذرا اچھے تو ہو

تمھارے ہاتھ دولت آگئی ہی خاکساری کی
ظفر تم کیون نہ لیکر ہاتھ مین اکسیر کو رکھ دو

ردیف ہاے ہوز

پیدا ترے اشکوں کے ہی قطرات مین سب کچھ
حاصل ہی ہر اک دانے سے برسات مین سب کچھ

نہ دیجے دل و دین کیوں تجھے ای بت کافر
جلوہ ہی خدائیکا تری گات مین سب کچھ

زلف اُسکی دکھادے مجھے ای خضر تصور
کہتے ہین کہ ہی پردۂ ظلمات مین سب کچھ

حاصل نہین کچھ مزرع دنیا سے کسیکو
ہی کشور دل کے ترے دیہات مین سب کچھ

نقد دل و دین کیون نہ کرون پیشکش اپنا
لازم ہی کہ ہو اُسکی مدارات مین سب کچھ

انداز و ادا سے نہین کچھ اور کے مطلب
ہوتا ہی ادا تیرے اشارات مین سب کچھ

قطعہ

بوسہ جو طلب اُس سے کیا مین نے تو بولا
موجود ہین لیس اپنی ملاقات مین سب کچھ

سائل سے کبھی آج تلک منہ نہین موڑا
حاصل ہی ہر اک کو مری خیرات مین سب کچھ

بیتابی و بیقراری کی شکایت ہی عبث اب
ہوتا ہی ظفر عشق کی حالات مین سب کچھ

[illegible]

کھینچ کر آہ گیا میں تو نہ یہاں ہانپ کے بیٹھ
زلزلے سے گیا یہ چرخ دنی کانپ کے بیٹھ

کہ ہے رونے کا گمان غیر کو ئی ای یار
پاس مت میرے جنازے کے تو منھ ڈھانپ کے بیٹھ

وہ بلا زلف ہی کالی تری وہ سم والی
دیکھ کر جسکو گئے دانت یہاں سانپ کے بیٹھ

دم مرا بیٹھ گیا صدمۂ غم سے اس شکل
جسطرح جا کے چڑھائی سے کوئی ہانپ کے بیٹھ

رند سب بیٹھے ہوئے تھے در میخانہ پر
دختر رز کو ظفر ہم بھی گئے بھانپ کے بیٹھ

اچھالے دست مژہ گرچہ آب دو دو ہاتھ
ہوا یہ خوف سے کانپے سحاب دو دو ہاتھ

سدا ہیں اپنے ہوں دمساز نالہ کو ایسے
نہ چھیڑ و مطرب و تار رباب دو دو ہاتھ

طپش سے درد جدائی کے میرے پہلو میں
اچھلتا ہے دل پر اضطراب دو دو ہاتھ

لیا جو اس لب شیرین سخن کا بوسہ
مگس نے پیٹ لیا سر شتاب دو دو ہاتھ

بتا ہلا کے اگر برق سامنے تو لڑوں
سپر بنا کے میں جام شراب دو دو ہاتھ

چمن میں کیونکہ نہ عندلیب نغمہ سرا
بجاتا تال ہے برگ گلاب دو دو ہاتھ

تپ فراق سے اس رشک گل کے لرزاں ہے
فلک پہ صبح سدا آفتاب دو دو ہاتھ

غریق بحر گنہ ہوں مدام میں تم سے
کبھی نجا ویگا یا بوتراب دو دو ہاتھ

ظفر کا آپکی بدخوئی سے قسم ہے دل
ہٹا ہی جاتا ہے خانہ خراب دو دو ہاتھ

[illegible]

یاروں میں حیران ہوں اُس آئینہ رو کی بزم میں
دل کو ہی وابستگی حلقے سے تری زلف کے
ہوک سی اُٹھتی ہو رانجھے کے مرے سینہ میں آہ

بُت کہو تصویر کو تصویر کے پہلو سے اُٹھ
بیٹھے دیوانہ کہ زنجیر کے پہلو سے اُٹھ
جب کوئی کہتا ہی چل یہ ہیر کے پہلو سے اُٹھ

ایک مدت میں خدا نے دن دکھایا ہی یہ پھر
ای ظفر مت اس بت بے پیر کے پہلو سے اُٹھ

پڑا ہمارا جو اس سیمبر کے ہاتھ پہ ہاتھ
ہزار جان سے قربان اُس ادا کے ہائے
نہ اعتبار ہی قول و قرار کا جسکے
رقیب چال ہیں ہونگے مثل نقش قدم
کچھ اُسکے ہاتھ لگا کچھ ہمارے ہاتھ لگا
رقیب تیری تمنا حصول ہو گی آہ

رقیب بیٹھ رہے غم میں دھو کے ہاتھ پہ ہاتھ
رکھا جو شوخ نے اک غمزہ کرکے ہاتھ پہ ہاتھ
دلا نہ رکھیو پھر ایسے بشر کے ہاتھ پہ ہاتھ
رکھوں گا اُسکے جو نیچے میں سر کے ہاتھ پہ ہاتھ
رکھا جو بام سے اُسنے اُتر کے ہاتھ پہ ہاتھ
ہزار رکھو لیا اُس ہنر کے ہاتھ پہ ہاتھ

ہزار طور کے لوگوں کو پھر گمان ہو وین
ظفر نے جب کہ رکھا نامہ بر کے ہاتھ پہ ہاتھ

نکل کے آنکھوں سے اشک لے ہی ہماری جب آستین بوسہ
تو ہم بھی خوب سمجھ کر لیا کریں ہیں جبین کا بوسہ
لبِ دہان و رخ و زنخدان تمھارے سر حصے میں بہتر جو ٹالتا ہی تو خیر ورنہ شتاب دیجے کہیں کا بوسہ

روکشی کا کرے کس منہ سے ارادہ شیشہ
دل سے نازک نہین دیکھا تو زیادہ شیشہ

ابر و باران ہی گلستان ہی ہوا اور سبزہ
ساقی لبریز گر اب لیکے تو بادہ شیشہ

خاک اس دور مین کیفیت مے نوشی ہو
سرنگون ہی قدم غم پہ فتادہ شیشہ

شیشہ بازو کی طرح رکھ کے حباب دریا
سر پہ کیا اپنے پھوڑتا ہی تو سادہ شیشہ

محتسب پر ہو ظفر کیون نہ یہ ناوک انداز
موج صہبا نہین کھینچے ہی کبادہ شیشہ

ساقی ترے اس دست قدح گیر کا سایہ
بے بادہ مرے سر پہ ہی شمشیر کا سایہ

نہ جن کا ہی آسیب نہ پریون کا چھپیٹا
ہی دل کو مرے زلف گرہ گیر کا سایہ

مجنون کو ترے ضعف سے کیا حاجت زنجیر
پانوون پہ گران جیسے ہو زنجیر کا سایہ

کھلتا جو نہین باد صبا غنچۂ تصویر
اسپر بھی پڑا کیا کسی دلگیر کا سایہ

تو بھی ہی وہ تصویر کہ یوسف ترے آگے
سایہ ہے ترا بلکہ تری تصویر کا سایہ

فردوس ہی کوچہ ترا اے حور شمائل
ہی سایۂ طوبے تری تعمیر کا سایہ

وحشی ہی ترا دھوپ مین بھاگا ہوا پھرتا
اس طرح کہ جیون مرغ ہوا گیر کا سایہ

یون ہیک اجل ہی نگہ یار کے ہمراہ
جون تیر کے ہو ساتھ روان تیر کا سایہ

مین ڈھونڈھون ظفر اور کا کیون ظل حمایت
کافی ہی مجھے حیدر و شبیر کا سایہ

جہان مین ہو نام کیونکہ پیدا اگر ہو نا مور پہ صدمہ
نمود کب ہون حروف سکہ نہ پہونچے جب تک کہ زر پہ صدمہ

ہوا وہ ملکے سے تیرے جوڑکے دل پہ صدمہ جگر پہ صدمہ
کہ پہونچا آہ دل و جگر سے فلک پہ صدمہ قمر پہ صدمہ

بلا سے گر خط کو ٹکڑے کر کر ملے کف پا سے وہ ستمگر
خطر ہی مجکو کہ اس خطا پر نہ پہونچے کچھ نامہ بر پہ صدمہ

جنون کی گرمی سے اپنے خون کی طپش کہون کیا کوئی بلا ہے
کہ رگ دم فصد اپنی تڑپی پہونچ گیا نیشتر پہ صدمہ

جو تو ہی باریک بین زیادہ چڑھانے دو لیکے جام بادہ
بغیر عینک نہ کر ارادہ وگرنہ ہو گا نظر پہ صدمہ

جو کوئی صدمہ کو عاشقی کے جہان مین پوچھے تو کوہکن سے
کہ ضرب تیشہ سے آہ اُسنے اُٹھا لیا اپنے سر پہ صدمہ

نہ پہنو پھولونکی دیکھو بدھی کہ ہی نزاکت سے ڈر رہا جی
کہین گرانی سے ان گلونکی پہونچ نجاوے کمر پہ صدمہ

اکیلا تم چھوڑ کر ظفر کو سدھارے جس وقت اپنے گھر کو
تو اُسنے ٹکرا یا اپنے سر کو کہ پہونچا دیوار و در پہ صدمہ

ہی یون تو وہ رخ بھی گل شاداب زمانہ	لیکن ہی دہن نادر و نایاب زمانہ
دیتی ہی نکلنے یہ کوئی کشتی مقصود	ہی ایک بلا گردش گرداب زمانہ
کچھ دور نہین پردہ در ہیسے تیری ای چرخ	صد پارہ ہو گر چادر مہتاب زمانہ
بچتا ہی پل مرگ کے کب پیچ سے کوئی	گو رستم دوران ہو کہ سہراب زمانہ
پہلو مین مرے وہ دل بیتاب ہی جس سے	ہمسر نہو صد معدن سیماب زمانہ
کیا سبز کرے کوئی کہ جون سبزۂ شمشیر	ہی تشنۂ خون سبزۂ سیراب زمانہ

ہو کیون کہ کسی سے ظفر امید محبت
ہم جانتے ہین جیسے ہین احباب زمانہ

خال کے دانہ سے دیکھو اُس سیب غبغب مین گرہ
جتنے سیب خلد ہون ہون تخم سے سب مین گرہ
زلف کے حلقے مین وہ تابندہ اختر دیکھنا
قرص مہ سے کیا لگی ہی دامن شب مین گرہ
دل کی واشد سے یہ کھلتا ہی کہ شاید دل کی جا
غنچہ سان پیدا ہوئی انسان کے قالب مین گرہ
دل گرفتون کی بگولا خاک کا ای شہسوار
ڈال کر لنگر لگائے پائے کوکب مین گرہ

جلد اول دیوان ظفر

دیکھیے

نہیں گلے کو مرے خنجر ستم سے گلہ	اٹک رہا ہے یہ دم کیون مجھے ہے دم سے گلہ
ہزار رنج والم ہون تری محبت مین	نہ مجکو رنج سے شکوہ نہ ہے الم سے گلہ
ملائی خاک مین سب اُسنے آبرو میری	مجھے ہو کیونکہ نہ یہ اپنی چشم نم سے گلہ
کیا ہی مین نے یہ وحشت مین دشت کو پامال	کہ خار خار کو ہی اب مرے قدم سے گلہ
ہزار غنچے کھلائے کیا شگفتہ نہ دل	چمن مین ہمکو ہے یہ باد صبحدم سے گلہ
سہے ستم پہ ستم روز لیک شکر خدا	کیا نہ ہمنے کبھی اُسکا اُس صنم سے گلہ
برنگِ شمع جلے سر سے پانون تک لیکن	زبان پہ لائے نہ ہم اپنے سوز غم سے گلہ
دل اُسکو ہمنے دیا دل نے دی ہمین تکلیف	جو ہمکو دل سے گلہ ہے تو دل کو ہمسے گلہ

ظفر نوشتۂ تقدیر پر جو راضی ہین
نہ انکو لوح سے شکوہ نہ ہے قلم سے گلہ

ہے حنا کا رنگ بھی دست بت پرفن پہ بوجھ	گر کے میرا خون نہ لے وہ نازنین گردن پہ بوجھ
بار دنیا ساتھ ہے منعم کے بعد از مرگ بھی	باعث تعویذ سنگین ہے سد مدفن پہ بوجھ
وہ گران بار الم ہون مین کہ میری خاک بھی	اگرچہ دامن پر پڑے معلوم ہو دامن پہ بوجھ
دست وحشت سے رہا باقی جو تار پیرہن	ناتوانی سے ترے مجنون کے ہے وہ تن پہ بوجھ
بار کش دنیا کے ہون نا اہل نے اہل تمیز	لادتے ہین کب گدھون کی طرح سے توسن پہ بوجھ
اُسنے کیا سر پر رکھا پر جی دھڑکتا ہے مرا	نازکی سے ہو نہ ہو اس غیرت گلشن پہ بوجھ

نام احمد کو جو لکھیے تو عجب کیا ہی ظفر
لے قلم لوح کا اور لوح قلم کا بوسہ

کہان نگہ پہ ہو سرمہ کا رنگ پیوستہ	یہ تیغ وہ نہین جسمین ہو زنگ پیوستہ
اگرچہ صورت سرو بان ہی سرو ای قمری	گلے مین تیرے ہی پر طوق تنگ پیوستہ
نہین وہ آئینہ مین کان کے گہر کا عکس	ہوا ہی بحر کی تہ مین نہنگ پیوستہ
سراپنا ہجر مین دیوار سے جو ٹکراون	جدا جدا ہون ہین خشت و سنگ پیوستہ
بسمل ہون سایہ سے دو ماہ تو تماشا ہو	بھوین دکھاوے جو وہ شوخ و شنگ پیوستہ
تو اپنے ہاتھ اٹھا قتل سے کہ قبضہ تیغ	ہوا ہی ہاتھ مین ای خانہ جنگ پیوستہ
بدن سے مرد و لاور کے حلقہ ہا زرہ	رہین ہین صورت داغ پلنگ پیوستہ
وہ کب نکلتا ہی جب تک نہ دم مرا نکلے	جگر مین ایسا ہی تیر خدنگ پیوستہ

ظفر سمجھ نہ اسے زلف روے جانان پر
یہ ہی فرنگ سے سرحد زنگ پیوستہ

شدت گریہ سے ہی دیدہ تر پر صدمہ	آہ سے دل پہ ہی نالہ سے جگر پر صدمہ
گرم نظارہ کوئی کیا ہو ترا مہر لقا	تاب خورشید سے پہونچے ہی نظر پر صدمہ
برق نالہ مری شمشیر ہی وہ آتش دم	پہونچے ہی جس سے فلک کے بھی سر پر صدمہ
بھون جہاں جلتی ہی تری آگ سے ہی ظالم پہونچا	کہین پہونچے دل عاشق کے نہ گھر پر صدمہ

یہ جب تلک نفس مشتہی ہزار کے ساتھ
ہزار دانہ سبحہ ہین یکتا رکے ساتھ

نکل کے روح رواں ہی ہوا کے گھوڑے پر
پیادہ جائے کوئی کس طرح سوار کے ساتھ

ہوا جدا نہ کبھی غم تری جدائی کا
رہا ہمیشہ مری جان بیقرار کے ساتھ

ملایا خاک مین مانند نقش پا تمنے
سلوک خوب کیا اپنے خاکسار کے ساتھ

کہان ہو بے خلش نیش عشق دل مین داغ
کہ گل جو باغ مین پیدا ہوا تو خار کے ساتھ

لگا نہ دامن دلدار سے کبھی افسوس
صبا نے لاگ یہ باندھی مرے غبار کے ساتھ

برنگ گلشن تصویر باغبان ہمکو
خزان کے ساتھ نہ مطلب ہی بہار کے ساتھ

کھلی رہین گی پس از مرگ بھی مری آنکھین
کہ ایک عمر سے خوگر ہون انتظار کے ساتھ

ظفر بلا سے مری دل اگر بلا مین پھنسے
الجھتا کیون ہی یہ دیوانہ زلف یار کے ساتھ

وای ہون باعث حیرت تری انگیر کی آنکھ
جس طرح سے کہ جھپکتی نہین تصویر کی آنکھ

ہی مگر محو تماشا ترے دیوانے کی
نیند ہوتی جو نہین حلقۂ زنجیر کی آنکھ

دیکھے ہی خال رخ یار کو یون طائر دل
دانہ پر جیسے پڑے مرغ ہواگیر کی آنکھ

شوق نظارہ ہین اس ماہ لقا کے ہر شب
جو ستارہ ہی وہ ہی اس فلک پیر کی آنکھ

دمبدم دیکھے ہی حسرت سے ترے بسمل کو
حلقۂ جوہر کا نہین ہی تری شمشیر کی آنکھ

دیکھتا کیا ہی لگا تیر کہ ای صید افگن
تری آنکھو نکو تکے ہی ترے نخچیر کی آنکھ

حسن پر اپنے ہو کیا کیا خود پسند و پر غرور
خانۂ آئی مین گر دیکھا نہووے آفتاب

یا الٰہی ہو کہین دنیا سے غارت آئینہ
دیکھو تم دیکھی ہی وہ خورشید طلعت آئینہ

دیکھ اُسکے مصحف رخسار کی دولت ظفر
ہر سحر کرتا ہی قرآن کی تلاوت آئینہ

لائے کس وجہ تری تاب نظر آئینہ
رکھے فولاد کا جب تک نہ جگر آئینہ

تاب رخسار سے اُس پردہ نشین کی جانا
ہی رکھا کوئی پس روزن در آئینہ

خاک مین اہل صفا کو ہی ملاتا گردون
کیا عجب ہی کہ رہے خاک بسر آئینہ

موج جوہر سے جو ہی پار ہی پر بحر سدا
تیری صورت کا ہی دیوانہ مگر آئینہ

رات دن رہنے لگے محو خود آرائی تم
دیکھتا ہاتھون مین ہون آٹھ پہر آئینہ

سینہ صافون کا وطن مین ہی زمانہ دشمن
کرتے ہین اہل حلب شہر بدر آئینہ

مین بھی حیرت زدہ ہون میری بھی دیکھو صورت
دیکھو گر دیکھو کے تم ماہ صفر آئینہ

پاک دنیا سے ہین دنیا مین ہی اہل صفا
غرق ہی آب مین لیکن نہین تر آئینہ

صورت یار کو ہو دیکھتی ہی کیا صورت
صاف جب تک کہ نہووےگا ظفر آئینہ

نہین ای ہمدمو چلتا یہ دم آہستہ آہستہ
روان ہی کاروان سوے عدم آہستہ آہستہ

کوئی دنیا سے جاتا ہی اگر آتے ہو جلد آؤ
نہ رکھو نا رسے اپنا قدم آہستہ آہستہ

دل لیا تمنے تو پھر جان کو کیون چھوڑتے ہو
دونون لے جاؤ تمھین میری قسم ساتھ کے ساتھ

اشک مژگان پہ نہین دوڑتے ہے خون جگر
دونون آئے ہین یہ ای دیدۂ نم ساتھ کے ساتھ

روش سایہ ہی ربط اُن سے ہمارا اسطرح
کہ الگ سے ہین الگ اور ہین ہم ساتھ کے ساتھ

لکھ کے حال اپنا لکھون اُن سے گلے بھی قاصد
خط مین ہو جاوینگے اسوقت رقم ساتھ کے ساتھ

آمد و شد سے نفس کی ہمین معلوم ہوا
یعنی موجود ہین ہستی و عدم ساتھ کے ساتھ

نہ رہے کافر و مومن کے کدورت دل مین
صاف یکبار ہون گر دیر و حرم ساتھ کے ساتھ

کوچۂ یار سے جاتا ہی نہ دل اور نہ ہم
جا کے پھر آتے ہین دو چار قدم ساتھ کے ساتھ

تختۂ مشق ہی دل دیکھ لیے کلک خیال
مین ظفر دونون ہین لوح و قلم ساتھ کے ساتھ

وہ ابر بہاران ہی وہ برق درخشان ہی

زلف و رخ جانان کا نہ پوچھو

وہ غنچہ شگفتہ ہی وہ سرو گلستان ہی

وہ لعل بدخشان ہی وہ گوہر غلطان ہی

وہ رنگ ڈھنگ مین کچھ اور بول چال مین کچھ
یہ بات کیا ہی نہین ٹھہرتی خیال مین کچھ

نہ اُسکی مانگ مین اور کہکشا نہین ہی کچھ فرق
نہ تمیز اُس ابرو مین اور ہلال مین کچھ

نہین ہی عشق مین اک حال کچھ نہ پوچھو حال
کبھی فراق مین کچھ ہی کبھی وصال مین کچھ

کسے دماغ سُنے کون درد سر بسوا
نہین ہی فائدہ واعظ کی قیل و قال مین کچھ

نہین ہی دل ہی فقط زلف مین اسیر مدام
کہ جان بھی ہی گرفتار اس و بال مین کچھ

نہ دیتے وہ لب شیرین سے ایسے تلخ جواب
اگرچہ زہر اُگلتا نہ مین سوال مین کچھ

قفس کے ٹکڑے اُڑا دو جو چھوڑ کے ای صیاد
اگرچہ دم نہین مرغ شکستہ بال مین کچھ

سوائے نالہ و فریاد و گریہ و زاری
ہمین تو خوش نہین آتا غم و ملال مین کچھ

جو سر نوشت مین ہی اپنی ظفر جزا اُسکے
نہ استخارہ مین معلوم ہو نہ فال مین کچھ

ردیف یائے تحتانی

پر اشک قطرہ فشان ہی آہ دل سوزان ہی
وہ سرو چراغان ہی وہ شمع شبستان ہی

خال اُسکے نہین رخ پر ہی جلوہ کنان دیکھو
وہ انجم افلاکی اور وہ مہ تابان ہی

تیری نگہ و مژگان کیونکر نہون اب قاتل
وہ ناوک پران ہی وہ خنجر بران ہی

کب خال زنخدان مین اب اُسکے جھلکتا ہی
یہ یوسف مصری ہی اور وہ مہ کنعان ہی

اس روش کہتی ہی قمری سے چمن مین بلبل
گلشن دہر مین گلچین خزان کا ہو بُرا

تن پہ لگتے ہین یہ گل بن تو مجھی پر کانٹے
جسنے بوئے ہین مرے حق مین بسر کانٹے

ساتھ اُس یار کے ہون کیونکہ نہ اغیار مدام
پاس ہوتے ہین ظفرؔ گل کے مقرر کانٹے

لب شیرین جو ترے خواب مین دلبر چاٹے
یاد کر ذائقہ ہونٹ اپنے شکر چاٹے

زندگی سے ہو وہ کیون سیر کہ جسکا یارو
ہر لب زخم وہ آب دم خنجر چاٹے

حول دل اسکو نہ ہرگز ہو کبھو ای یار رے
جان کر شہد جو در کے ترے پتھر چاٹے

افعی زلف نے کاٹا ہو ترے جسکو صنم
زہر مہرہ بخدا کیون نہ وہ گھسکر چاٹے

ای ظفرؔ بزم سخندان مین ترے سُن اشعار
اپنے لب کیونکہ نہ ہر ایک سخنور چاٹے

تنور سینہ مین باہم دل بیتاب و آتش ہی
تعجب ہی کہ یکجا پارۂ سیماب و آتش ہی

رخ گلنار پر تیرے کہان ہی زلف خم گشتہ
سمجھ ای بحر خوبی حلقۂ گرداب و آتش ہی

دل بیتاب اُس لب پر نہین ہی پان کی سرخی
سمجھ کر لیجیو بوسہ سر عناب و آتش ہی

نمایان برگ گل پر قطرۂ شبنم نہین یارو
یہ اعجاز بہار گل سے یکجا آب و آتش ہی

نہین جام بلورین مین شراب لعل ای ساقی
شب ہجران ہی تجھ بن ساغر مہتاب و آتش ہی

اے غنچہ دہن میرے تو سرو گلستان ہے
دل کیون نہ شگفتہ ہو تو بھی گل خندان ہے

دل سوز ہے اک عالم روشن ہے سبھی تجھ پر
پروانہ مین تیرا ہون تو شمع شبستان ہے

شعلہ ہے بن مژگان مین یہ لخت جگر
پلکھمٹ مین یہ اے ہمدم کیا سیر چراغان ہے

کیا پان کی سرخی ہے لب پر ترے اے فر...
دیکھے سے خجل جسکو ہر لعل بدخشان ہے

اس آبلہ پائی کی دولت سے مرے یارو
سرسبز جہان دیکھو ہر خار مغیلان ہے

کیا اسکے چمکتے ہین دندان مسی آلودہ
یہ خانۂ نیلم مین الماس نمایان ہے

جانا مرے پہلو سے ہر دم نہ ذرا کیجے
تو ہی مرا جانا ہے اور تو ہی مری جان ہے

دیکھو ابر کے پردے مین پنہان ہے نہین بجلی
یہ گرم شرارت مین آہ دل سوزان ہے

وہ غنچہ دہن اپنا ایسا ہے بصد خوبی
الفت مین ظفر جسکی دل چاک گریبان ہے

مرے خورشید رخ نے وضع یہ اپنی نکالی ہے
کہ جو دیکھے ہے سو کہتا ہے یہ اسم جلالی ہے

تماشا مجکو دکھلانے کو مہر و شکل بازیگر
سر تحت الثرے سے پھینکتا خورشید تھالی ہے

تفکر مین ہون مین کب سے ترے مضمون قامت کے
الف ہے سرو ہے یا مصرع دیوان عالی ہے

نہ سمجھو انکو مژگان دیدۂ تر پر مرے ہر دم
اٹھی دریا کی جانب کو گھٹا کچھ آج کالی ہے

برنگ غنچہ باغ دہر مین کیا فکر زر کیجے
بندھی مٹھی ہے اپنی اور جانا ہاتھ خالی ہے

مجھے کیون دیکھ کر تم ہر گھڑی اب لال تاتے ہو
لکھو سنکھو ہی اے پیارے اگر دینی جو گالی ہے

کیوں میکشی سے ہر دم کیجے حجاب ساقی
ہے اپنا ان دنوں میں عہد شباب ساقی

دے جام گل میں بھر کر صہبائے ناب ساقی
آنکھوں میں تا محو کر دیں ہم آفتاب ساقی

اس ابر میں خوش آوے کیونکر نہ سیر دریا
کیفیتوں سے پر ہے جام حباب ساقی

لخت دل برشتہ مژگاں پہ یہ نہیں ہے
لایا ہوں تیری خاطر جام شراب ساقی

ابرو کا تیرے جلوہ دیکھا ہے شاید اس نے
جو ماہ نو ہے شب کو پا در رکاب ساقی

سنبل ہے کیا پریشاں ہے دیکھ زلف تیری
موج نسیم کو بھی ہے پیچ و تاب ساقی

ساغر کشی ہماری مت پوچھ تو کہ تجھ بن
پیتے ہیں خون دل ہم جائے شراب ساقی

جو زلف و رخ کو تیرے دیکھے ہے پیچ تا ہے
کیا جلوہ گر ہیں باہم برق و سحاب ساقی

اس ابر اس ہوا میں دل کو گھٹا نہ میرے
پیک صبا یہ کہتا ہے آ شتاب ساقی

تجھ بن پٹک رہا ہے پتھر پہ سر کو شیشہ
ساغر ہی ہے نہ تنہا چشم پر آب ساقی

ساغر کشی ظفر میں اس دور میں کروں کیا
شیشے پڑے ہیں خالی ہے مست خواب ساقی

یار دے کے قطرہ دیدۂ نمناک سے پانی
ہیچ ہے نہیں تھمتا خس و خاشاک سے پانی

جل جائے نہ گرمی سے مری خانۂ مردم
رکھتا ہے عداوت سے بدل خاک سے پانی

ہے وجہ سے ہو شرم زدہ خانۂ خورشید
بھرتا ہے ترے عکس عرقناک سے پانی

ناصح کسی صورت سے نظر ہی نہیں آتا
فرصت ہمیں عشق بت بیباک سے پانی

دیگر

ایضاً

یاد مین تیری جو مین خود رفتہ ہون آرام جان
اس لیے رہتی ہی اب ہردم فراموشی مجھے

کیا کہون مین حال یہ اپنا کہ اسکے ہجر مین
بستر اندوہ پر رہتی ہی بے ہوشی مجھے

جو ہونا تھا سو اپنے دور مین تو کر چکا
ای فلک کرنے دے اس سے اب تو سرگوشی مجھے

جی نکلجاتا ہی بھر اس دم شب مہتاب مین
یاد جب آتی ہی پہنے اسکی تہ پوشی مجھے

ہی تصور کس پری رخسار کا یا رب مدام
صورت تصویر جو رہتی ہی خاموشی مجھے

گردش ایام کے ہاتھون سے ابکی ای ظفر
ساتھ تیرے یہ میسر کب ہی مے نوشی مجھے

سلک گوہر جو بفرق بت بے پیر ہلے	کہکشان کی بھی شب تیرہ مین تحریر ہلے
دبے پاؤن اسی باعث نہ تہ گو جاؤن	تا دھمک سے نہ کوئی حلقہ زنجیر ہلے
آپ کچھ دیتے ہین ہو جہ بھونکو جنبش	کہین بھونچال سے اس دل کی نہ تعمیر ہلے
دل کو گردش ہنوبت انکو محفل مین ترے	گرچہ فانوس خیالی مین نہ تصویر ہلے

جلد اول دیوان ظفر

ہوگئے بدست جو چشم پرافسون بدلے
تیوری جام پہ موج مے گلگون بدلے

صفحۂ دہر پہ مانند نگین گر کیجیے نام
کچھ تو تاثیر ہو تا ای طالع واژون بدلے

ہی کہان قوس قزح ابر سیہ مین ظاہر
رنگ گرگٹ کا سے یہ تو ہین گردون بدلے

ناتوانی سے جو ٹک سانس نہ لے سکتا ہون
کیونکہ بستر پہ وہ پہلو ترا مفتون بدلے

دے پروانے تو کس طرح سے دے شمع نہ جان
ہی شگل لیتے ہین خون کے جو یہان خون بدلے

وہ نہیں ہم ہین جو جل جائین یہان سے مجنون
شرط اب ہمسے تو ہامون سے تو ہامون بدلے

زلف کو کھول کے آئینہ جو دیکھا تو نے
رنگ بدلی نے بھی کیا کیا لب جیحون بدلے

بن لیے بوسہ نہیں چھوڑنے کا مین تمکو
دل و دین کیجیے تو مین اسکے تمھین دون بدلے

جز فنا یہ نہیں ممکن ہی کہ اُس کوچے مین
اب مکان اور ترا عاشق محزون بدلے

کھینچتا ایسا ہوا ہی یہ بہت اب یہ دماغ
صید تک اب سے تو دیدۂ پرخون بدلے

نہ ب ترا نام ظفر اب جو نہ مین بدلے یون
دشمنون نے ہین یہان اپنے لیے یون بدلے

اشک غلطان کو دل پر یاس منھ مین ڈال لے
کان سے نکلا ہی یہ الماس منھ مین ڈال لے

کیون نہ کھاؤن زہر جب کچھ خبر دست غیر کی
بیٹھ کر تو آہ میرے پاس منھ مین ڈال لے

پھول سے تھے بلبل کے ای گل ہین یہ نقل فاتحہ
طرۂ شبنم تو بے وسواس منھ مین ڈال لے

اشک لخت دل ہین یون طفل دبستان جو کوئی
ٹکڑے ٹکڑے کرکے کچھ قرطاس منھ مین ڈال لے

پہلا دیوان ظفر

دیگر

روان اشک تازہ ہین یہان دل کے ...
چلا قافلہ سب ...

ظفر یہ جی میں ہے کہ تصویر اُسکی
لگا رکھیے آئینۂ دل کے پیچھے

جبکہ دریا میں تو چھینٹوں سے کرے پانی کے — موج کیوں منہ پہ طمانچے نہ جڑے پانی کے
عرق آلودہ ترے دیکھ دہن کو گرد — پڑ گئے لاکھوں ہیں غنچے پہ گھڑے پانی کے
مردمان ہیں یہ کہاں سینۂ دریا میں حباب — آبلے سے ہیں یہ کچھ دل پہ پڑے پانی کے
عکس خط آئینہ میں تیرا نہیں حضرت خضر — درمیاں آن کے شاید ہیں کھڑے پانی کے
رو کے مژگاں سے کہاں جوشش گریہ — یعنے خس منہ پہ بھلا کیونکہ اڑے پانی کے
ہیں کہاں بحر میں مردم سرگرداب حباب — ہیں ترے پاؤں میں ماہی کے کڑے پانی کے

تو وہ اب شیر زبان بحر سخن میں ہی ظفر
بجز ترے کون چڑھے منہ پہ کڑے پانی کے

[illegible] مری آنکھ جو پنہاں ہوگی — پھر ملاقات ظفر اُس سے کس عنوان ہوگی
شب تاریک نظر آویگی ہر صبح ہمیں — رخ پہ گر اُسکے کھلی زلف پریشاں ہوگی
ہمسری کرنے سے اُسکے لب پان خوردہ کے — خاک رنگت تری ای لعل بدخشاں ہوگی
زلف مشکیں کو ہوئی جو کہ گرفتار بلا — ہمسے ایسی نہ خطا پھر کبھی جاناں ہوگی
دل پر داغ کی دکھلائی جو یاں تجھکو بہار — اس روش تو نے نہ کی سیر چراغاں ہوگی
ایک پل ہی میں الٹ دیگی ہزاروں عشاق — رو کش اب تیری جہاں میں صف مژگاں ہوگی

کیجیے کیا اس دل سودازدہ کی خاطر جمع — بتو ہو جب پڑی زلف پریشان سے گلے
چھوڑتا دل کو ہے کب ہو تیرا حسن ملیح — کیون نہ ہر چیز نمک کی ہو جہان کان گلے
سرمہ سا چشم میں بیچو اُسکے کہ دم رکتا ہی — اُسنے گھونٹے ہیں بہت ای دل نالان گلے
تب ہی قمری تجھے باندھا ہی جو نیلا گنڈا — یا پڑا ہی یہ ترے طوق گریبان گلے

نغمہ سنجی بھی جو اُسکی ہو حسد اساز ظفر
مطرب ہوں جیسے کہیں کہاں خوب خوش الحان گلے

پاس داغ دل کے سوز غم سے ہیں چھالے پڑے — متصل ساغر کے یا شیشے ہیں ڈھلکے پڑے
دیکھیے گرا بھی درد ہاں اس ابر مژگان کو دری — پیٹ میں باقی ابھی کیونکر نہ بادل کے پڑے
اپنا ہی وہ سینہ سوزان کہ جسکی رشک سے — داغ انگاروں کی ہیں سینے میں منقل کے پڑے
لیونکہ میں آغوش میں کھینچون آسے جسکی کمر — بو جھو سے لچکے یہان ہر لحظہ ہیکل کے پڑے
سب ہو سیراب آب تیغ ای قاتل و لے — تشنہ لب اک و رمیان میں ہم ہی مقتل کے پڑے
تو ہی گر بیخواب ہو ہمسے نہ ای آرام جان — کل ہیں تو فرش پر کس طرح مخمل کے پڑے
مت حباب انکو سمجھ گر تو قسم ہیں تیر اسنگ گرم — آبلے دریا کی چھاتی پر ہیں یہ جلکے پڑے
فیض سے خون کف پا کے ہمارے ای جنون — پارہ یاقوت ہیں دامن میں جنگل کے پڑے
جب کہا میں نے چھپاؤ مت مجھے معلوم ہی — ابتلک سوتے تھے پیارے تم جہان کل کے پڑے
بوسے ماتھا کوٹ کر آخر کہا ہی پر کہا — نوچ تیرے کان بات ای ہیں جیسکے ہلکے پڑے

لگ سکے موتی نہ تیرے پیر کا انگشت پا
گر صدف تو اپنی آنکھوں کی ترازو پر دھرے

تیرے قد سے ہمسری کرتا جو دیکھے فاختہ
اڑ کے شہپر سرو لب جو پر دھرے

شب کو ساتھ اُس سیمتن کے جب ہو نکلا
ران رکھے ران پر بازو پہ بازو پر دھرے

بھیگتا دیکھا تو جیسے شب تاریک کو
دھیان وہ تیرے عرق آلودہ گیسو پر دھرے

عاشق جانباز تیرا زندگی سے ہاتھ دھو
آج تیر کی وہ برچھی سر کو زانو پر دھرے

ای ترک چشم سے کہہ دے کہ انگشت مژہ
آبداری دیکھنے کو تیغ ابرو پر دھرے

پھر نظر دیکھے نہ گل کو باغ میں پھر اے ظفر
صبح بلبل کان کس تقریر گلرو پر دھرے

تو وہاں خوش ہو کے سر غیر کے زانو پر دھرے
حیف یاں روتا ہوں میں واں لب پہ پر دھرے

دیکھ لے جو کوئی تیرے مہ جبین رخسار کو
نام چین چین کر ہزار وہ نہیں وہ مہرو پر دھرے

تخت دل خرگاہ مژگان میں دیکھو ہر دم کہا
یہ دیئے کس نے جلا کر ہیں لب جو پر دھرے

پھیر کر پہلو سے دل کس کا نکالے دیکھئے
وہ نگہ جاتی ہے ہر دم آہ جادو پر دھرے

لے ہی لوں گا اک بوسہ چھپٹ کر دیکھنا
گال وہ اپنا اگر اب میرے قابو پر دھرے

الحذر ناگن ہے کیونکر تجھ سے ہم قاتل کہ تو
دیکھنے کا جو ارادہ میرے لہو پر دھرے

آہ یار وہ دیکھئے کیونکر بچیں غمزے سے ہم
با نزاکت وہ چھرے ہیں ہاتھ پہلو پر دھرے

لکھ غزل ایسی ظفر جس کا ہر اک مصرع یہاں
طعن سو سو خوشخطوں کے لب او ابرو پر دھرے

دیا ہون تصدق کو تیرے مرغ دل اپنا	کیا خوب ہو پر اُسکے اگر کھول اُڑا دے

اُس بت کا کہا مان نہ تو راہ خدا مین
دروازہ خرا اسنے کا ذرا کھول اُڑا دے

ہوش گریہ سے نہ کچھ دیدۂ تر بیٹھ گئے
ہی یہ طوفان کی ہمسایونکے گھر بیٹھ گئے

دیکھنا ہم نہین اُٹھنے کے میان حشر تلک
جس گھڑی در پہ ترے کھول کر بیٹھ گئے

کیا ہوا مت ہو خفا باد دل پر داغ جو ہم
تیرے پہلو مین ذرا اشک قمر بیٹھ گئے

دشت وحشت کو کر دنگا ہین مین سر بلند
آبلے پاؤن کے یہ تیرے اگر بیٹھ گئے

کیا کرین صاحب فن یارو بتاؤ مجکو
قدردان اُٹھ گئے سب اہل ہنر بیٹھ گئے

ترتے آتے نہین اب جو نظر او دیدۂ تر
آہ اشکو نہین ہمین لخت جگر بیٹھ گئے

چھوڑتا جان ہے کب تیر نگہ وہ ہمکو
دور سے ہم بھی اُسے دیکھ کے پر بیٹھ گئے

منزل عشق بہت دور ہی اللہ اللہ
ایک ہی گام مین تم تھک کے ظفر بیٹھ گئے

سے لاؤن مین نہ ہون چشم تر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے
جو وہ آوے مین نہ کرون نظر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے
کبھی دل یہ چاہے ہی بوسہ لون کبھو جی مین ہی کہ گلے لگون
وے کیا کرون بت لب شکر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

[illegible]

کچھ ہوش مین بھی آنے دے مجکو خدا کیلئے	ای بیخودی چلی ہی تو لیکر کدھر مجھے
مرتا ہون گو تو بوسۂ لب کچھو بات پوچھ	بھاتا نہین ہی شربت قند و شکر مجھے
روز وفات کا تو خطر کچھ نہین مجھے	ای ہمنشین ہی پر شب ہجران کا ڈر مجھے
دریا کا پاٹ تختۂ دامن تو بن گیا	اور اس سے کیا دکھائیگی ای چشم تر مجھے
چاک قفس سے دیکھ رہا ہون رخ چمن	صیاد ہی نہین ہوس بال و پر مجھے

جلوہ اُسی کا دیر و حرم مین ہی ای ظفر
آتا نہین ہی اُسکے سوا کچھ نظر مجھے

جیسے وہ چھٹا ہاتھ سے دامان ہمارے	ہی تب سے جنون دست و گریبان ہمارے
بالین پہ دم نزع بھی آیا نہ ستمگر	سب رکھے رہے دل ہی مین ارمان ہمارے
ہم بسکہ ہین کشتہ ترے اس تیر نگہ کے	خوبان جہان جاتے ہین قربان ہمارے
کہتے ہین کہ تیغے کو دھر اسان پہ اُسنے	یہ سنتے ہی بس اُڑ گئے اوسان ہمارے
لخت جگر و اشک ہین حاضر ترے آگے	یہ لعل ہین وہ گوہر غلطان ہمارے
جمعیت دل تیرے سبب وہ ہین برہم	کیون ضد مین پڑی زلف پریشان ہمارے

آیا ہی ظفر پھینک کے پوشاک وہ گلگون
قاتل نے کیے قتل کے سامان ہمارے

افسوس سراسر دل نالان مین پھونکے	ڈرتا ہون کہ دل اُسکے نہ کچھ کان مین پھونکے

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

ہی ہلاتا دامن زنجیر کوئی آشنا / آپ کا ہوگا اُسے دیکھو بلاؤ کون ہی
رشتۂ الفت مین جو باندھے لیے جاتا ہی وہ / یار دو اُسکے پیچ سے مجکو چھڑاؤ کون ہی
جو مجھے اُس شمع رو سے آن مین لیوے ملا / یہان تا بڑا دلسوز میرا بتاؤ کون ہی
آشنا اور غیر کی صورت نہین رکھتا کوئی / اب تو بے وسواس میرے پاس آؤ کون ہی
متہم کرکے ظفر کو پوچھتے ہی لوگون سے وہ / کسنے میرے در پہ دی دستک بتاؤ کون ہی

چاندنی کی سیر خوبان تا سحر دیکھا کیے / اور ہم اُنکا رخ رشک قمر دیکھا کیے
کیا کہون کیونکر تجھے رشک قمر دیکھا کیے / وہ نظر آئے نہ جنکو بھر نظر دیکھا کیے
شب تجھے کیا ہم ہی اے رشک قمر دیکھا کیے / ماہ و پروین بھی ترا رخ تا سحر دیکھا کیے
کچھ ہوئی تسکین نہ تجھ بن اس دل حیران کو / گو تری تصویر ہم آٹھون پہر دیکھا کیے
وہ انتظار سے دل اور جگر جلتے رہے / ہاے تم اے مردمان چشم تر دیکھا کیے
تم نظر آجاؤ شاید اس ہوس مین آج ہم / صبح سے تا شام سوے رہگذر دیکھا کیے
تو خاک و خون مین غلطان ہی رہے بسمل آہ ہان / وہ تماشا اے دل خستہ جگر دیکھا کیے
بسیج اے گلرو تری آنکھون کو چشم شوق سے / کیا فقط گلہاے نرگس بھر نظر دیکھا کیے
لالہ گل ہی ترے رخسارۂ رنگین کو / باغ مین جب تک رہا تو جلوہ گر دیکھا کیے
نہین ہی ربط کچھ باہم تو پھر محفل مین شب / تم انھین اور وہ تمھین کیون اے ظفر دیکھا کیے

[illegible] ہو چکا ہی
[illegible] ہو چکا ہی
[illegible] ہو چکا ہی

روان ہی قافلہ اشک سوی ملک عدم | فغان نہ کیونکہ یہ دل صورت جرس نہ کرے

یہ کون بادہ پرستی ہی ساقی گلفام | ہو جام مے ترے ہاتھون سے لے وہ بس نہ کرے

فراق یار مین تنکا بنا ہی سوکھ کے تن | ہوائے عشق یہ برباد مثل خس نہ کرے

جو اسکی جان پہ گذرے ہی وہ ہی جانے ہی | خدا کسیکو جہان مین کسیکے بس نہ کرے

کمند زلف بتان مین پھنسا یہ دل بیوجہ
ظفر وہ کیونکہ رہائی کی اب ہوس نہ کرے

ہر ایک جا ہی فغان ہر مکان مین غل ہی | یہان سے کون گیا جو مکان مین غل ہی

ہوا ہی آہ کہین گم وہ یوسف مصری | عزیزو آج جو یہ کاروان مین غل ہی

یہ کسکی آمد آمد سے رفتگی ہی یہان | کہ چپ ہین بیٹھے ہوئے اور کان مین غل ہی

یہ دل نوازی مطرب سے پھر ہی مجلس مین | کہ آن مین ہی خموشی تو آن مین غل ہی

برسے ہی آہ سمند اسپ اہل نہ جہ بلند | یہ خیمہ کس کہ آسمان مین غل ہی

سنا ہی جب سے یہ قال و مقال روز الست | ہنوز آہ وہی اپنے دھیان مین غل ہی

ہوئی نہ فتح و ظفر بادشاہ اکبر شاہ
ہر اک طریق یہ ہندستان مین غل ہی

بجائے اشک اگر دیدہ پر آب گرے | جو طفل دوڑ چلے کیون نہ وہ شتاب گرے

بدہو کو جاکے تو گلگون نازکو چھیڑے | جہان لینے کو پھر بوسہ رکاب گرے

ہی مرہم کافور کہان داغ جگر پر
اعجاز سے سینے مین یہان آگ لگی ہی

دل توڑ ظفر کا نہ تو اب سنگ جفا سے
ای کافر بدکیش یہ شیشہ حلبی ہی

تیری نگاہ جو بت بے پیر پھر گئی
ہم مر گئے تو بل کے بہاؤ نسیم سے
دیکھا جو کل اک عاشق و معشوق کو ہم
قاتل ترا جو ہاتھ رُکا میرے قتل سے

قسمت مری اُلٹ گئی تقدیر پھر گئی
خاک اُس گلی مین اپنی بہ تدبیر پھر گئی
اپنی نظر مین بس تری تصویر پھر گئی
ہو کر قضا بھی میرے گلوگیر پھر گئی

خط کا میرے جواب نہ اُسنے لکھا ظفر
کیا سرنوشت کی مری تحریر پھر گئی

بحر غم ہی سے دیا دیدۂ تر کا پانی
خانۂ دل جو مرا ڈوب گیا ای یار و
بارش گریہ سے ہی چشم کا دالان ٹپکا
اس روش گل ہی بھرا دیکھو صبا شبنم سے
چشم کی راہ بہا دل تو مرا ہو پانی
چشمۂ مہر سے چھکے ہی دیا تونے صبا
جو نظر آئی مرے چشم کے قطرہ کی آب

بجھائے مردم مجھے کیا اور کے گھر کا پانی
نہین معلوم یہ آیا ہی کدھر کا پانی
جلد جاروب مژہ یہان تو سحر کا پانی
جسطرح رکھتے ہین چھاگل مین سفر کا پانی
نکلے ہی شام و سحر اب یہ جگر کا پانی
ساغر گل پہ چڑھایا ہی یہ زر کا پانی
شرم کے مارے ہوا دل تو گہر کا پانی

چمن حسن کی رنگت گئی تازی بدلی
گلبدن تونے جو پوشاک پیازی بدلی

منھ کیا کعبے کے رخ ابروجاناں سے پھرا
جا کے مسجد کی عبث تونے نمازی بدلی

کیوں نہ اوراق دل اب پہر ہوا ابتر کیونکہ
گنجفے میں جو کچھ اُس شوخ نے بازی بدلی

کوئی رکھتا ہی بھلا صاف دلوں سے بھی غبار
شیشہ گر کیا روش آئینہ سازی بدلی

ہم حقیقی سے سمجھتے تھے کہ مجکو اب
تیری تاثیر گئی عشق مجازی بدلی

گریہ پروانہ ہوا رات کو دلسوزی سے
شمع محفل کے نہ پردل کی گذاری بدلی

لکھ بہ تبدیل قوافی غزل اک اور ظفر
ہمنے سلک در مضمون کی درازی بدلی

شرط رونیکی جو اُس چشم سے جھٹ پٹ بدلی
دل برسنے سے گھٹا گر گئی بھوہٹ بدلی

اُسنے شب کو یہ مرے ساتھ رکاوٹ بدلی
بائیں کروٹ سے نہ پھر داہنی کروٹ بدلی

ہمسری زلف پریشاں سے کسی کی ابہر
اندہوں آہ نہایت ہی گئی لٹ بدلی

ابر و تیری ابھی خاک میں مل جائیگی
دیدۂ تر سے نہ رو کش ہو پر ہٹ بدلی

دیدۂ تر پہ مرے سایۂ مژگاں کو دیکھ
مردماں بولے کہ آئی شب پنگھٹ بدلی

بندش اُس رشک قمر کی کہوں کیا جو ریکی
چاند کے پیچھے ہی مارے ہوئے جھوٹ بدلی

پڑھ کے میں سورۂ اخلاص نہ دم کیونکہ کروں
روز اُس مصحف رو کی ہی سجاوٹ بدلی

شوق سے گھر میں مرے آ کے وہ آیا کیجے
برق سی ہے لیے ہاتھوں میں ڈپوٹ بدلی

حقیقت ابرو و مژگان کی کس سے کہون اپنی [illegible]

شبنم تری کب اشک فشانی سے بجھے ہے
کیا آتش گل ہے یہ نہیں پانی سے بجھے ہے

کب حرص تری آب دم تیغ سے قاتل
میری فقط اس تشنہ دہانی سے بجھے ہے

بیمار ہوں یہ عشق میں ہی خوار پسر کے
پانی مرا لوہے کی نہانی سے بجھے ہے

کسطرح نہ بوسے لوں عزیزو کہ مری پیاس
چاہ ذقن یوسف ثانی سے بجھے ہے

درمان تپ عشق عزیزو نہ کرو تم
دل کی طپش اس دلبر جانی سے بجھے ہے

سوزش کوئی جاتی ہے یہ میخوار کی دل سے
ای ابر تری فیض رسانی سے بجھے ہے

وہ ماہ لقا کیون نہ ظفر ہو عرق آلود
ہوتا ہے طلا گرم تو پانی سے بجھے ہے

کہون کیا حال چشم و دل شکایت اسمین دو کی ہے
بیان عشق ہے مشکل شکایت اسمین دو کی ہے

جگر اور دل کی کیا پوچھے ہے بس یہ ذکر جانے دے
کہون کیا خاک ای غافل شکایت اسمین دو کی ہے

الم اور غم سے جو گذرے جگر پر یہ نہ کھلواؤ
نہ پوچھو آہ کیا حاصل شکایت اسمین دو کی ہے

کہون کیا شمع اور گلگیر کا مذکور مین تجھ سے
سراپا شاہد محفل شکایت اسمین دو کی ہے

[illegible]

ی

ہے نشان میں اور دلا ور مژگان میں فرق ہے
ایک سان تیغ ہو اسکی نظر میں فرق ہے
عارض تابان میں ورنہ اور قمر میں فرق ہے
کیوں نہ محراب عبادت اسکو ہم سمجھیں ...
کیا تم ابرو میں اور مسجد کے در میں فرق ہے

کیونکہ دل پنجہ اعر مژگان سے رہائی پاوے
کب تلک رہوئے گی دل سوزی پروانہ
سچ اہی ہوتی ہی بری آہ عزیز و چاہت
روبرو اس بت کافر کے ہوائی نسبکو
لاکھو تو مجھ سے نہ مل پر تری الفت واللہ

چنگل باز سے کب مرغ چمن چھوٹے ہی
کوئی اس دل کی لگن شمع لگن چھوٹے ہی
آہ یوسف سے وہ کب چاہ ذقن چھوٹے ہی
منھ پہ مہتاب کے ای چرخ کہن چھوٹے ہی
کب مرے دل سے بت عہد شکن چھوٹے ہی

رشک سے شب کو ظفر سے ہی ملامت میں
کیوں تجھے دیکھکے ای شمع جلن چھوٹے ہی

نے نقط کوہ الم کا اس بدن پر بار ہی
کب عرق سے عارض غنچہ دہن پر بار ہی
کہد و شیرین سے کہ اپنا رکھو قدم ٹک آنکر
جنبش ابرو ہی کافی ہی ہمارے قتل کو
تجکو فرش چاندنی پر دیکھکر ای رشک ماہ
بار اسباب جہان سے کب ہی آزادوں کو کام
دیکھ ای پروانہ دلسوز تیرے عشق میں
وہ سبک روہو نہیں دریا جہاں میں جو حباب
ای ظفر کب تک کہوں اُن سے غم فراق بار بار

کچھ تو اپنے دل پہ ہی کچھ اُسکے تن پر بار ہی
قطرۂ شبنم سے کیا برگ سمن پر بار ہی
گل کے رکھنے سے مزار کوہکن پر بار ہی
تیغ کے لینے سے دست یار تن پر بار ہی
پھر دکھاتا ہے یہ چرخ کہن پر بار ہی
کسنے دیکھا گردن سرو چمن پر بار ہی
سر کا دینا کچھ بھی شمع انجمن پر بار ہی
کچھ ہوا کا بھی نہ میرے پیرہن پر بار ہی
یہاں تلک آیا ہے پیمان شکن پر بار ہی

دیگر

زلف یون روے عرق آلودہ پہ لہرائے ہی / صبح جون ناگن گلون پر جاکے اوس چاٹے ہی

سیل اشک ترین ہی یہ لخت دل ہی مرجان / عشق یا سیر چراغان گھاٹ پر دکھلائے ہی

ہی قیامت کا نمونہ یہ قد موزون ترا / دیکھ کر بس سرو جسکا خاک مین گڑ جائے ہی

آہ کیا جانے طبیب عشق کس کی یاد مین / ہوک سی اُٹھکر کلیجے مین مرے رہ جائے ہی

یہ دل پر آبلہ دیکھا ہی جسکے خوف سے / لیکے تنکا دانت مین انگور بھی رہ جائے ہی

کچھ خدا کا بھی نہین ترس اُس بت کے ترس کو / وہ بت ترسا ہمین دیدار کو ترسائے ہی

جان شیرین دے ہی بس فرہاد کب شیرین پہ آہ
کون مرتے کے ظفر پیچھے بھلا مر جائے ہی

لخت دل یون چشم مین پھرتے تھے کل تیرتے ہوے / جون کف دریا پہ جاتے ہین کنول تیرتے ہوے

ساحل الفت تلک پہونچے نہ ہم مانند کاہ / جسم لاغر ہو گیا یہ اپنا شل تیرتے ہوے

دل جگر دریاے غم مین جبکہ بیدم ہو گئے / تا کنار وصل پہونچے بنخلل تیرتے ہوے

بحر الفت کے تلاطم سے خطر ہی کیا ہمین / ڈوب جاتا ہی کوئی کب بے اجل تیرتے ہوے

موج دریا سے حباب آبجو رکھو سر بخود / جسطرح کرتا ہی کچھ جنگ و جدل تیرتے ہوے

بحر غم مین آگیا یون اس دل بیدم مین دم / جسطرح جاوے شناور پھر سنبھل تیرتے ہوے

پڑھ کے بسم اللہ مجریہا و مرسیہا ظفر
دم مین بحر غم سے ہم آئے نکل تیرتے ہوے

دیگر

تشنگی ہین مجھ ہین اپنی مدت سے لالہ بن
ڈرتا ہون ... نہ بلک سے اپنی انکھین
دوسکے ... مرا دل صد چاک اب رکو شانہ
کاکل زلف ... سیکھی آپ بھی کھائے انکھین
دوسکے انگھڑ نہین دیکھتے ہین یہ ناز و ادا و افغان
دیر ... بیٹھا ہون سنبھالے انکھین
دوسکے

یہ عشق و محبت کا ہی کام ظفر
پھر چھوڑو واللہ تم اپنی نہ ہو سکھلائے انکھین
دوسکے

دو ہیگا

جلد اول دیوان ظفر

منع دربان کو کردے کہ نہ روکے ہمکو	ورنہ اک روز ترے سر کی قسم ٹھوکین گے
نام لکھ رکھین گے ہم تیر انگین دل پر	نقش سکہ نہین بر روئے درہم ٹھوکین گے
کہکشان سے نہین تھمنے کی ذرا سقف فلک	گر پڑیگی یہ جو ہم آہ کا خم ٹھوکین گے
اپنے ہوتے ترے گھر آئین گے اغیار اگر	ہم کہے دیتے ہین انکو اسی دم ٹھوکین گے
تو چھوڑا تا ہی رہیگا یہ نجھوڑین گے ہے	ہان بہت کہنے سے تیرے اسے کم ٹھوکین گے

یون تو لڑتے نہین پھرتے ہین ظفر لیکن آہ
کوئی الجھے گا جو ہمسے تو صنم ٹھوکین گے

انکھین ہین یہ وہ بس مین دل آئے انکھین دوسکے
مارے سے دو عالم بھی مر جائے انکھین دوسکے
کب واعظ و ناصح اب چپ رہتے ہین بکنے سے
ملنے سے ہم ای یار و باز آئے انکھین دوسکے
گو کوہکن و مجنون تھے عشق کے کوچے مین
پر ہم بھی تو رہتے ہین ہمسائے انکھین دوسکے
بے وجہ تری زلفین ہین دام بلا یکسر
پھندے مین یہ مرغ دل الجھائے انکھین دوسکے

انکھون نے نہ تبلایا اس چاہ زنخدان سے	ہم ڈوب گئے یارو بہکائے انکھین دوسکے

ہماری آہ و دل کے ... [illegible]

[illegible]

یقین ہی یہ کہ قاصد نامہ لیکر آوے ہی آوے
کل آوے پرسون آوے پر مقرر آوے ہی آوے

خیال زلف ہو جسکو پریشان کیون نہ وہ رہوے
ضرر اُسکو اسی سودے مین یکسر آوے ہی آوے

یہی ڈر ہی مجھے پل مین ڈبو نا مت دو عالم کو
ترے رونے سے طوفان دیدہ تر آوے ہی آوے

نہین دیکھی ہی ای ابرو کمان تونے کشش دل کی
نہ آتا ہو اگر کوئی تو کھینچکر آوے ہی آوے

یہ سب جھوٹے ہین جو کہتے ہین راز عشق چھپتا ہی
جو ہووے بات دل مین سو وہ مُنھ پر آوے ہی آوے

یہ ہی وہ عشق کا میدان کوئی کیا خاک خم ٹھوکے
خراش دل سے میرے خون اب تر آوے ہی آوے

خلش کر نا نہ کر تو دمبدم پر نشتر مژگان
کہ اس جا گیو ور ستم کو بھی اب ڈر آوے ہی آوے

ظفر اب یاد ہی ہمکو وہ تسخیر سلیمانی
پری بھی ہو پرستان مین تو اُڑکر آوے ہی آوے

ولہ

مطلع اول دیوان ظفر

ولہ

سلیمانی

سکھائی تمکو جو ہین گی باتین ہماری جانب سے آہ اُلٹی
اسی سبب سے ہی میرا صاحب تمھاری ہمسے نگاہ اُلٹی

ہوا ہے پہوکے دوبارا یکسر یہ تیرہ بختون کا روز روشن
تمھارے رخ سے جو اُڑکے شب کو ہوئے ہے زلف سیاہ اُلٹی

کیا ہی خورشید خاوری کو سپہر گردان کے سر برہنہ
سحر تمامی کی اپنے سر پر جو رکھ کے اُسنے کلاہ اُلٹی

نہ کر تو کچھ دل مین لینے ہرگز خدا جو چاہے گا وہی ہوگا
بس اپنی قسمت پہ رہ تو شاکر وہ خواہ سیدھی ہو خواہ اُلٹی

عمل کر اسپر ہی راستی یہ سُنا بزرگون سے ہی ہمیشہ
کبھو نہ منزل تلک وہ پہونچا چلا ہی جو کوئی راہ اُلٹی

رکھو ہو غیرون سے روز صحبت نہ پوچھو انکو کہ جو ہین عاشق
کہے نہ کیونکر تمام عالم تمھاری بانکی ہی راہ اُلٹی

تمھارے دشمن مدام روئین ظفر ہی تم بن نگاہ ابرو
نون سگے سر سبز بھی وہ ہرگز گواہ دینگے گواہی اُلٹی

ہو رہا ہی نشۂ جام مئے گلگون تجھے
بوجھتا ہی کون شہر عشق مین مجنون تجھے

شیشۂ دل ہی بہت نازک وہ کیونکر دون تجھے
اک دیا تقدیر نے ہی گوشۂ ہامون بے تجھے

دیکھیے

[illegible]

موے سر تونے ہین اس وجہ سے بکھر گوندھے	جیسے شیرازہ مصحف کوئی دلبر گوندھے
چشم نے جوگ کسی کے ہی تصور مین لیا	سیلی تار سرشک اپنا وہ کیونکر گوندھے
موج دریا پہ ہی یون پڑتی شعاع خورشید	جیسے زنجیر طلائی کوئی زرگر گوندھے
کہکشان نکلی شب تیرہ مین ہی ای ہمدم	مانگ مین اُس بت مہوش نے ہین گوہر گوندھے
داغ حسرت سے یہان ہو گیا سینہ میرا	ہار پھولون کے جو تونے بت کافر گوندھے
اشک کو لخت جگر سے ہی علاقہ اپنے	چشم کس طرح سے جوہر کا نہ زیور گوندھے

ہو ظفر کیونکہ نہ کوتہ شب ہجران میری
اپنے وہ شوخ فتیح پیچ جو سر پر گوندھے

یہ جعد ہی بت عزت مآب کے پیچھے	سواد شام ہی یا آفتاب کے پیچھے
دل اُسکی چشم سے کیونکر پڑے بھلا اپنا	کہ ہر صید ہی شاہین عقاب کے پیچھے
برب کعبہ ہوئے آہ ایسے ہم رسوا	جہان مین اُس بت خانہ خراب کے پیچھے
سرشک تر سے مری آستین مژگان نے	گہر کے نکلے ہین ڈلکے حباب کے پیچھے
نہ ایک گام لگا توسن صبا ہمراہ	چمن مین رہ گیا اُس مہ رکاب کے پیچھے
گرے ہی چشم کے روکے سے کب یہ طفل سرشک	ہزار سکو رکھے داب آداب کے پیچھے
نمود شام کی پہلے ہی رات سے یا درو	نہ کیون ہو زلف خط مشکناب کے پیچھے
ہزار جعد کہ سے وہ برا نمان ظفر	رقم کرا سکو بھی فرد حساب کے پیچھے

غزلیات دیوان ظفر

ظفر اس بحر مین لکھی ہی غزل پہر اک
اور بھی قافیہ تنگ طرا دوست پر

[illegible]

دیکھیے

رو رو دگر چہ ہچکیاں میرا دل مجنون لے
داغ سینے پر بھنور سے کیون نہ پھر جیحون لے

ہوگیا ہر دشت صد رشک گلستان عندلیب
گل جو صحرا مین گئے ہم دیدۂ پرخون لے

عشق ہی سنگ گران مجھسے اٹھا نہین
چوم کر بس چھوڑ دے سر پر نہ یہ ہامون لے

کس لیے عشق بتان مین تو بھی ہے بیہودہ درد
ہاتھ مین زاہد اک اپنے سبحہ زیتون لے

مفت مین بدنام ہوگا دیکھ او قاتل مجھے
بے گنہ مت قتل کر سر پر نہ اپنے خون لے

کی جو کچھ عرض تمنا اُس سے مین تو یہ کہا
بیٹھو رہ چل جا یہان سے عقل کے ناخون لے

خاک کے ڈالے سے چھپتا ہی کہین بھی ماہتاب
شعر کا ترے ظفر کیا جان جو مضمون لے

اسلام و کفر سے ہی سروکار کیا مجھے
ہی بس تصور رخ و زلف دوتاب مجھے

کب دسترس ہو تا سر زلف دوتا مجھے
اس بخت نارسا نے رکھا نارسا مجھے

مین ہون مریض عشق نکیون ہو شفا مجھے
تعویذ درد سر ہی ترا النقش پا مجھے

کوچے سے ترے اٹھکے مین جاؤن بھلا کدھر
موج سرشک چشم ہی زنجیر پا مجھے

مین کس طرح بتون کے نہ جور و ستم سہون
حق نے بنایا سینے کو جور و جفا مجھے

ہو کر اسیر زلف کے ہی یہ دل مرا
دام بلا سے کیجیو یارب رہا مجھے

میری نظر مین رتبۂ اکسیر خاک ہی
اُس سیمتن کا وصل ہی بس کیمیا مجھے

ترسا نہ آب تیغ سے ظالم تو کر شہید
کوچہ نہین ہی ترا کم از کربلا مجھے

زنجیر سے بچ جو حوادث میں ہوں پھنسا
اس سے نجات اب مجھے ہو تو آب دے

گلشن میں طفل غنچہ کو چپکا لگا ہی دیکھ
شبنم بجائے آب اسے تو گلاب دے

بوسہ کی اس سے کیونکہ تمنا کریں ظفر
گالی بھی منہ سے جو کہ نہ وہ بیحجاب دے

رفاقت کیا کروں آہ جگر اور داغ سوزاں کی
ہماری قبر پر حاجت نہیں ہی شمع گریاں کی

بھلا کسواسطے دیکھوں نہیں اب حسرت گلستاں کی
مجھے اب یاد ہر دن کی اسکی بھاتی ہی رنگینی

بیاں کیونکر بھلا ہو وحدت اس لطف پنہاں کی
نہ جب تک جا کے کیجیے سیر کشور سنبلستان کی

تمھاری بات کے گرمی رنگ وا ہی شاہد محفل
زبان لغزش میں آ جاوے نہ کیوں شمع شبستاں کی

جو سودا اس لب یاقوت سے بوسے کا ٹھہرا ہی
تو قیمت خاک میں ملتی ہی پھر لعل بدخشاں کی

فراق یار میں رونا ہی بیتابی ہی وحشت ہی
خبر ہمکو نہیں ہی آہ ہرگز دین ایماں کی

ہمارے لخت دل کو دیکھ کر مژگاں میں ہر دم
لگے کہنے کہ ہی رونق دہی کسنے چراغاں کی

کہا قاصد نے کیا معلوم پر اسکی زبانی ہی
وہ غافل آہ کیا جانے ہمارے درد پنہاں کی

غزل ان قافیوں میں اور بھی لکھو ظفر ایسی
کہ ہو ہر بیت جسمیں رشک فردوسی کے دیوان کی

نہ کیوں ہو قدر سب چشموں میں میری چشم گریاں کی
کہ سیکھی جو لگی اک پل میں جس سے ابر نیساں کی

ظفر گرداب دریاے سخن کا تو شناور ہی
بدل اپ بحر تا خوش ہو طبیعت ہر سخندان کی

ہی آنکھ لگی زر سے یہان بادہ کشان کی
بیعت نہ کرین کیونکہ بھلا پیر مغان کی

باعث خفگی کا نہیں معلوم بتان کی
پہونچی ہی صدا کیا مری فریاد و فغان کی

اس اشک کے قربان کہ مقراض مژہ سے
کی تن پہ مرے قطع قبا آب روان کی

ہنسنے کا یہ عالم ہی کہ ہوتا ہو نہیں بہوش
لے لیکے بلائین ترے دندان و دہان کی

مرجھائی ہی کیونکر یہ گل زخم دل اپنا
کہتے ہین کہ گلشن مین اب آمد ہی خزان کی

بیزار تری شکل سے ہو جاویگا ناصح
جون شمع جو محفل مین کبھی تونے زبان کی

ہو شب کو جو آکر یہ کاکل سے یہ روش
چھاتی نہ تڑق جائے بھلا کیونکہ کتان کی

ہووے کہ کہین گم نکرین راہ مسافر
اک شخص نے کل میری کہانی جو بیان کی

سچ ہی کہ وہی جانے کہ جس شخص پہ گذرے
اُس بت کو خبر کیا ہی مرے درد نہان کی

آنکھون سے لگا کیونکہ بھلا اُسکو نہ رکھون
آئی ہی مرے ہاتھ جو یہ خاک وہان کی

پائی نہ ذرا گل مین ظفر بوے محبت
جو تا دم سحر گرچہ بہت سیر جہان کی

ہمارا دل نہیں اُسکے سر شست زنخدان ہی
عزیزو چاہ کنعان ہی یہ اور وہ ماہ کنعان ہی

کہان ہی خرمن گل ای صبا گنج شہیدان ہی
جو ہر یک شہید بلبل بھی دست فاتحہ خوان ہی

وہ میرے دشمن جان ہیں یہ جان لیجیے گا	تمہارے آگے جو دوستدار ہیں بنے

تصور اُس دُرِ دندان کا ہی جو ہمکو ظفر
سخن ہمارے دُرِ شاہوار سے ہیں بنے

تری چشم فسون ہیں وہ جادوگر صحرائی	کہ جسکی دید کو ٹھہرے ہی یہ نخچیر صحرائی
کرے غل کیوں نہ برپا قیس ہر دم دشت وحشت کی	بگولا طوق ہی موج ہوا زنجیر صحرائی
نہ پوچھو نقش پائے ناقۂ لیلی کے نقشے کو	کہ مجنون کی پرستش کو ہی یہ تصویر صحرائی
کوئی اسیری طرف سے کہہ دو خضر نے مجسے کہ	بجز الیاس میرا کون ہی اب پیر صحرائی

ظفر کیا خاک کیجیے بن کے مجنون دشت پیمائی
کہ ہر خار مغیلان ہی نظر میں تیر صحرائی

لخت دل اور اشک کو کیونکر کہوں یکسان ہی	وہ در غلطان ہی تو یہ ہمسر مرجان ہی
مار کاکل زلف سنبل رخ ہی رشک یاسمن	سرو قد ہی غنچہ لب ہی خود گل خندان ہی
چشم و رخ کو دیکھ کر تیرے اے سادہ رو	دنگ ہی نرگس یہان اور آئینہ حیران ہی
ابر میں رخشندہ کب ہی برق اے پیر فلک	وہ ہمارا دود دل یہ نالۂ سوزان ہی
دیکھ کر خال زنخدان کیون ہنو کے ڈوان دل	چاہ کنعان وہ ہی اور یہ یوسف کنعان ہی

ہاتف غیبی سے کل آئی ندا مجکو ظفر
فکر میں تاریخ کے رہتا تو کیون حیران ہی

تمام شد دیوان اول ظفر

قطعۂ تاریخ

یہ دیوان رشک گلشن کیون ہنو کہ مالا مضمون
کہ ہر سطر جو ورق ہی سو خیابان معانی ہی
ظفر یہ ... تاریخ طبع تاریخ لکھو
... دیوان بوستان معانی ہی

۱۲۴۸

تری مژگان کے آگے اے گل اندام
جہان دیتا ہے تو جنبش بھوون کو
بنا دامن سے دل ہے رشک گلشن
سر صحرا نوردی دیکھو کروہ
پھرے ہی تو جو ڈاوان ڈول ایسا
برنگ نقش پا تو دیر ہے ہمکو
زمین سے نہ پانوں پر پکڑے ہین اپنے

قلم نرگس کی مرفوع القلم ہے
زبان بھوچال کا چرچا صنم ہے
یہ ان لالہ رخون کا بس کرم ہے
لگے کہنے کہ سچ کہہ کیا ستم ہے
کسیکی چاہ کا تجکو الم ہے
ملامت خاک مین یہ کیا ستم ہے
کہ یہان سے اٹھ نہین سکتا قدم ہے

ظفر پھرون کا تجکو ہے گا سایہ
کہ جنکی یاد مین تو چشم نم ہے

کوئی کہتا ہے یہ چین جبین موج سمندر ہے
کوئی کہتا ہے یہ ابرو نہین باب سکندر ہے
کوئی کہتا ہے اُسکی مانگ کو ہے کہکشان کا خط
کوئی کہتا ہے پیشانی کو اُسکی ماہ انور ہے
کوئی کہتا ہے اُسکی جعد کو ہے یہ شب یلدا
کوئی کہتا ہے اُسکے رخ کو یہ خورشید محشر ہے
کوئی کہتا ہے وہ جوڑا نہین ہے مشک اذفر ہے کوئی کہتا ہے بوے زلف کیا ہے بوے عنبر ہے

کوئی کہتا ہی وہ پتلی کمر تار رگ گل ہی

کوئی کہتا ہی نرمی مین شکم مخمل سے بہتر ہی

کوئی کہتا ہی اسکی ناف کو ہی وہ گل نسرین

کوئی کہتا ہی سیلی شاخ نسرین اک سراسر ہی

کوئی کہتا ہی وہ زانو عجب ہی صاف آئینہ

کوئی کہتا ہی ساق سیمگون شمع منور ہی

کوئی کہتا ہی ہر انگشت پا ہی شاخ گل منخفد ہی

کوئی کہتا ہی جو ناخن ہی وہ برگ گل تر ہی

کوئی کہتا ہی اس قد کو قیامت کا نمونہ ہی

کوئی کہتا ہی وہ قامت قیامت سے بھی بہتر ہی

کوئی کہتا ہی اسکی ہر ادا ہی اک بلا آفت

کوئی کہتا ہی جو غمزہ ہی اسکا اک فسون گر ہی

ظفر جو اس سراپا ناز کی تعریف کی تونے

مقرر ہی مقرر ہی مقرر ہی مقرر ہی

اسکے کل کوچے مین ہم ایسے ہنر سے گذرے کیا عجب تیر نگہ میرے جگر سے گذرے	ایک نے دیکھا نہین سبکی نظر سے گذرے بر چھا ہی تیر کہ آہن کی سپر سے گذرے

آ گئے ہو چشم سے آج اشکباری رہ گئی
آبرو بارسے تری ابر بہاری رہ گئی

آتے آتے اسطرف انکی سواری رہ گئی
دل کی دل میں آرزوئے جاں نثاری رہ گئی

ہمکو خطرہ تھا کہ لوگونمیں کھلے جا اور کچھ
بات خط آنے سے تیری پر ہماری رہ گئی

ٹکڑے ٹکڑے ہوکے اڑ جائیگا سنگ مزار
دل میں بعد از مرگ کچھ گر بیقراری رہ گئی

اتنا ملیے خاک میں جو خاک میں ڈھونڈھے کوئی
خاکساری خاک کی گر خاکساری رہ گئی

او گرانا ہی کیوں گن گن کے رکھتے ہو قدم
اور کوئی دم کی ہے یاں دم شماری رہ گئی

ہو گیا جسدن سے اپنے دل پر اسکو اختیار
اختیار اپنا گیا بے اختیاری رہ گئی

جب قدم اس کافر بدکیش کی جانب بڑھے
دور پہونچے سو قدم پرہیزگاری رہ گئی

کھینچتے ہی تیغ ادا کی دم ہوا اپنا ہوا
آہ دل میں آرزوئے زخم کاری رہ گئی

اور تو غمخوار سارے کرچکے غمخوار گی
اب فقط ہی ایک غم کی غمگساری رہ گئی

شکوہ عیاری کا یار ہونا ہے بجا ہی ای ظفر
اس زمانے میں یہی رسم یاری رہ گئی

شاخ مژگان میری کب اشکو تھے پانی میں ہے
یہ عقیق البحر کا دیکھو شجر پانی میں ہے

جوش گریہ نے کھینچا یہانتک ہے کہ اوج
گنبد نیلی برنگ نیلوفر پانی میں ہے

بحر و بر خالی نہیں گردش سے دونو دیکھو
ہے جو خشکی میں بگولا تو بھنور پانی میں ہے

آتش دل سے ہے گذرا ہے سمندر اسقدر
چاہتا مانند ماہی اپنا گھر پانی میں ہے

پھر نہ ٹیڑھا ہی رہا اور سیکڑوں بانکے جوان
راستی پر کسیکی قامت کی ہوا جو بید گر

ٹیڑھے ہو کر زیر چرخ پیر سیدھے ہو گئے
دست بستہ پا عاشق دلگیر سیدھے ہو گئے

سر نوشت اپنی نہ بدلی اور خط معکوس کے
حرف جو الٹے ہوئے تحریر سیدھے ہو گئے

سیدھے وہ آئینگے گر یہ طالع واژون مرے
اک ذرا ای آہ بے تاثیر سیدھے ہو گئے

میری سیدھی بات پر ہوتے ہیں ٹیڑھے ای ظفر
جبکہ ٹیڑھی ہین انکی تقریر سیدھے ہو گئے

شمع رو جسکو ترے وصل کی لو ہووے گی
اسکو پروانہ صفت کچھ تک و دو ہووے گی

چاند سی اسکی بنی ہی جو مصور تصویر
شکل ابرو کی بعینہ مہ نو ہووے گی

عقل و دین ہوش و خرد عشق میں ہم بیچ چکے
جنس دل ایک ہی سو گرو ہووے گی

دیکھو نادان نہ بو تخم نکوئی کے سوا
کہ کبھی کشت عمل تیری درو ہووے گی

دلکو تم منع کرو جبکہ بہو آئیگا یہ دل
ناصحو آنسوؤں کی چشم میں رو ہووے گی

سنتے ہیں انکی رقیبوں سے ہوئی جب خفگی
ہی یقین لوگ جو یون کہتے ہیں تو ہووے گی

ای ظفر ہی یہ زبان خلق کی نقارہ حق
یعنے وہ بات کہیں گے جسے سو ہووے گی

عجب کیا گر چہ دریا صرف ساغر ہو تو پی جائے
یہی آشام دریا کیا سمندر ہو تو پی جائے

اگر چہ آب تیغ یار آب زندگانی ہی
پیے پر کس طرح عاشق میسر ہو تو پی جائے

تمام شد دیوان اول

ہوتے ہو اک بات پر تم کیون خفا | حال ابھی کہنا ہی سارا مجھے
ہمنفسو دلبر عیسیٰ نفس | کیون نہ لگے دل سے پیارا مجھے
جس نے کہ ٹھکرا کے مری نعش کو | زندہ کیا آج دوبارا مجھے

سچ تو ظفر یون ہی کہ جز فخر دین
اور نہین کوئی سہارا مجھے

مریض عشق ترا کیا دوا سمجھ کے پیے | جو گھونٹ زہر کی آب بقا سمجھ کے پیے
جگر کے کرتے ہین ٹکڑے یہ بار الماس | پیے جو اشک کوئی مبتلا سمجھ کے پیے
کہان نصیب کہ قلیان ہمارے ہاتھو سے | ہمین بھی اپنا کوئی آشنا سمجھ کے پیے
مرے لہو کا وہ پیاسا ہی پر اُسے کہدو | یہ خون سوختہ جان ہی ذرا سمجھ کے پیے
شراب عشق سے کیفیت بقاے ابد | وہ دیکھیے اُنکو جو یان فنا سمجھ کے پیے
تمھارے تشنہ لبو سہ کو دین جو شربت قند | تو ہی یقین کہ نہ وہ بھی ذرا سمجھ کے پیے
تمھارے پانون بھی دھو دھو کے یہ عاشق زار | پر اُسکو فائدہ کیا اور کیا سمجھ کے پیے

نہ اُسکو فہم کلام اور نہ تجکو ضبط کلام
کہو ظفر سے پیے گر نشا سمجھ کے پیے

انکھو دیدار کی بندوق دکھا تو دابے | کیا کرے دشت مین گر کان نہ آہو دابے
لوٹے میرا دل بیتاب تہ پانون جیسے | رحم آئے نہ تجھے پانون تلے تو دابے

جلد اول دیوان ظفر

وله

[illegible]

دکھا کر وہ مجھے تصویر مجنون کی یہ کہتے ہین
کہ جو ہوتے ہین عاشق اُنکی صورت ایسی ہوتی ہی

اُٹھا جو برقعِ فانوس مُنھ سے شمع محفل کے
ہوا پروانہ جل کر خاک غیرت ایسی ہوتی ہی

ظفر مت پوچھو جو کچھ ہم مین اُن مین ربط ہی باہم
کہ نہ یار ایسے ہوتے ہین نہ الفت ایسی ہوتی ہی

اگر غفلت کا پردہ ہم اٹھاتے اپنی آنکھون سے
تو جو وہان دیکھتے یہان دیکھ جاتے اپنی آنکھون سے

ہمین رونے سے تو کیون روکتا ہی بیدم اے ناصح
تجھے کیا ہم ہین اشک خون بہاتے اپنی آنکھون سے

بلا سے آپ ہی پیغامبر ہم اپنے ہو جاتے
کہ جاتے وان اور اُسکو دکھاتے اپنی آنکھون سے

بلائین گے نظر کس سے کہ وہ بیدید ہین ایسے
نہین آئینہ مین آنکھین ملاتے اپنی آنکھون سے

شب فرقت ہمین اے آسمان اتنی نکھاتا ہی
ستارے یہ نہین ہمکو ڈراتے اپنی آنکھون سے

برنگ اشک سرمہ آلودہ ہم اے سیہ بختی
نظر کسکی چڑھین ہین سب گراتے اپنی آنکھون سے

تمھاری شوخ چشمی سے جنھے آہو نکلتے تھے
کہ تم انسان کو ہو وحشی بناتے اپنی آنکھون سے

جو وہ آنکھون مین آیا کون اسکو دیکھ سکتا تھا
قسم آنکھون کی ہم اُسکو چھپاتے اپنی آنکھون سے

ظفر گریہ ہمارا کچھ نہ کچھ تاثیر رکھتا ہی
اُنھین ہم دیکھتے ہین مسکراتے اپنی آنکھون سے

جلد اول دیوان ظفر

وله

[illegible]

گل ٹکڑے ٹکڑے خط کو کیا نامہ بر کو آج
کترے ہی روز گل یہ ستمگر نئے نئے

اک داغ دل کا کہنہ ہوا یہ تو ہو بہو
پیدا ہزار داغ جگر پر ہئے نئے

کرتی ہی تازہ فتنہ بپا گردش فلک
لاتی ہی ہمسے روز یہ چکر نئے نئے

اک دل ہی اُسکو دیجیے کس کس کو ای ظفر
آتے نظر ہین سیکڑون دلبر نئے نئے

نہاں سبکب خط رخسارۂ دلبر کے نیچے ہی
لیے بیضے کو طوطی اپنے بال و پر کے نیچے ہی

تصور اُسکی مژگان کا مجھے سونے نہین دیتا
بچھا دیتا کوئی نشتر مرے بستر کے نیچے ہی

طلب کرتا ہی آب خضر آب تیغ قاتل سے
غرض جو سبز بخت اس گنبد اخضر کے نیچے ہی

بنا یا خال عارض کے تلے تل اُسنے کاجل کا
ہوا پیدا اک اختر اور اس اختر کے نیچے ہی

ہوا ہے جیسے شاخ گل ہلے اسطرح سینے مین
کف ساقی کو رعشہ دمبدم ساغر کے نیچے ہی

تری آواز زیر بام سنتا ہی تو پھر وہین
اُتر جاتا وہ کوٹھے سے بہانا کر کے نیچے ہی

تعلق سے دمبدم گردن تری صید محبت کی
کبھی شمشیر کے اُپر کبھی خنجر کے نیچے ہی

خیال بالش پر سے پر و نیند اُٹھتی ہی
ترے جو آستان کا سنگ سر کے نیچے ہی

ظفر شیرین سنگین دل سے کیا چالاک ہستی ہی
کہ دست کوہکن تو دب گیا پتھر کے نیچے ہی

کسکی ابرو کی مری تصویر آنکھوں مین پھری
میل سرمہ کی جگہ شمشیر آنکھوں مین پھری

غرض رہی نہ ہمین کچھ بھی دین و ایمان سے | فریفتہ جو رخ و زلف پریشان کے رہے

ٹھکانا جب نہ رہا کوئے یار مین اپنا
تو ای ظفر یہ بتا ہمکو ہم کہان کے رہے

اُدھر تو موت کی خواہش مین بسمل ہاتھ ملتا ہی | ادھر کو نیم بسمل چھوڑ قاتل ہاتھ ملتا ہی
تمنا ہی جسے تیرے لب شیرین کے بوسہ کی | مگس کی طرح ای شیرین شمائل ہاتھ ملتا ہی
کسیکا دل جو لیکر اپنے تو ملتا ہی پاؤن سے | تو کیا کیا حسرتون سے تیرا بیدل ہاتھ ملتا ہی
چلا محفل سے کسکو چھوڑ کر بیتاب تو ایسا | کہ شعلہ شمع کا ای زیب محفل ہاتھ ملتا ہی
قدم اُٹھتا نہین جب ضعف سے ہمراہ ناقہ کے | تو مجنون دیکھ کر کیا سوئے محمل ہاتھ ملتا ہی
کف افسوس تو ملتے ہین ہم محو تصور مین | قضائے شغل مین جسطرح شاغل ہاتھ ملتا ہی
ہوا سے برگ گل ہلتے نہین ای غیرت گل اب | چمن مین گل بھی تجھپر ہو کے مائل ہاتھ ملتا ہی
رکھا ہی عشق مین اُس راہ پر ہمنے قدم اپنا | کہ جس رہ مین خضر سا میر منزل ہاتھ ملتا ہی
دیا اللہ نے ایسا کمال عشق انسان کو | فرشتہ دیکھ کر انسان کامل ہاتھ ملتا ہی

ظفر مشکل پسندی تیری سی اب کسکو آتی ہی
سخنور دیکھ کر یہ طرز مشکل ہاتھ ملتا ہی

دبائے دل کو جو مژگان یار ہاتھ تلے | اوچھل پڑے کہ یہ آیا شکار ہاتھ تلے
دبا نشے مین جو گیسو کا تار ہاتھ تلے | جھجک کے بولے کہ شاید ہی مار ہاتھ تلے

سمجھتے پختہ مغز ان جنون میں کب کے سمجھانے
ارے ناصح تجھے یہ کیا خیال خام اُنسے ہی

نہیں سر بر چرخ پر نکلا پڑھے وہ پہ کو تجھے
کہ یہ جو روشنی سی ہی کنار بام اُنسے ہی

جو شکل طائر تصویر سب بے تعلق ہیں
نہ زیب باغ ان سے ہی نہ زیب دام اُنسے ہی

بغیر اُن کے کہاں ہی بستر آرام پر راحت
مرے آرام جان وہ ہیں مجھے آرام اُنسے ہی

کبھی ہمکو کبھی اورونکو دیتے ہیں دلاسے وہ
ادھر پیغام ہمسے ہی اُدھر پیغام اُنسے ہی

بھرے بیٹھے ہیں وہ غصے میں بوسے مانگتے ہو تم
ظفر شاید کہ تمکو خواہش دشنام اُنسے ہی

جب کوئی کہتا ہی ہستی کو کہ ہستی خوب ہی
اُسکی غفلت پر فنا اس وقت ہستی خوب ہی

تو یہ ای ساقی نہیں پینے کا میں جام شراب
مجکو اپنی بادۂ وحدت کی مستی خوب ہی

جسطرح مژگان سے میرے ہیں بندھی ٹکٹکی تار
اسطرح بدلی نہیں کوئی برستی خوب ہی

خواب میں جلوہ دکھاتا ہی وہ مہوش کسے
چشم سیری دیکھنے کو جب ترستی خوب ہی

راہ بہتر ہی رہ ہموار رہرو کے لیے
نہ بلندی ہی بہت اچھی نہ پستی خوب ہی

خود پرستی چھوڑ دو یہ بت پرستی ہی صریح
غافلو حق میں تمہارے حق پرستی خوب ہی

ایک عالم کشتۂ ابرو ہی اُس سفاک کا
اندنون میں چل رہی تیغ دو دستی خوب ہی

ملک دنیا کی تو آبادی ہی ویرانہ تمام
اور بستی ہی جہاں اک خلق بستی خوب ہی

دین و دنیا دونوں ہوں قسمت محبت کی اگر
میں کہونگا ای ظفر یہ جنس سستی خوب ہی

ہستی کے باغبان کی ظفر پوچھتا ہے کیا
جو کچھ چمن مین جان عنادل پہ بن گئی

گلشن دل سے جو کچھ گل چیدہ چیدہ آئین گے
لخت دل یا قطرۂ خون چکیدہ آئین گے
دل مین ہی کیا کیا کدورت پر وہ منھ پر دیکھنا
آئینہ کی طرح ہو کر صاف دیدہ آئین گے
وحشیون کو اپنے کر رکھو رام گر رم کر گئے
ہاتھ تیرے یہ نہ آہوے رمیدہ آئین گے
منت خنجر نہ کھینچین گے ترے سرباز عشق
مثل ماہی صید گہ مین سر بریدہ آئین گے
مین ہوتا اُنکا خاک رہ جو ہوتی یہ خبر
خاک پر بھی میری وہ دامن کشیدہ آئین گے
اس چمن مین مثل نرگس آنکھ ہووے گی جنھین
جب یہان آئین گے وہ گردن خمیدہ آئین گے
ای ظفر جبدم سنی آمد غم دلدار کی
پہلے استقبال کو آنسو دیدہ آئین گے

دیگر

یہ فانوس خیالی مین ہر اک تصویر پھرتی ہے

اُترتے ہیں گلے میں گھونٹ آب زندگانی سے
چھُری جب حلق پر قاتل دم تکبیر پھرتی ہے
ظفر کو منزل مقصود پر تقدیر لے پہونچی
کدھر بھٹکی ہوئی سی عقل بے تدبیر پھرتی ہے

دیگر

جستجو اب اور ہی تدبیر پہلے اور تھی
گفتگو اب اور ہی تقریر پہلے اور تھی

مین کرون کیونکر نہ اپنے نالہاے دل کو ضبط
اور ہی تاثیر اب تاثیر پہلے اور تھی

روز روز وصل تھا یا اب شب ہجران ہی روز
یا الٰہی کیا مری تقدیر پہلے اور تھی

زلف سے چھٹکر ہوا دل خط کے حلقہ مین اسیر
طوق یہ پیچھے ہوا زنجیر پہلے اور تھی

ہر دل نے کر دیا مجھکو سبک یہان زیر بار
تیری محفل مین مری توقیر پہلے اور تھی

خاک ہو کر عشق مین ہم ہو گئے اکسیر آپ
ورنہ ہمکو خواہش اکسیر پہلے اور تھی

اس بنا کا کیا بھروسا ہے کہ اے منعم جہان
ہی تری تعمیر وہان تعمیر پہلے اور تھی

ہو گئی قسمت سے تیری کند تیری وقت قتل
تیز اے قاتل تری شمشیر پہلے اور تھی

دیکھ کر ہمکو ظفر بدلا ہے تو نے یہ ورق
ورنہ تیرے ہاتھ مین تصویر پہلے اور تھی

بھونوں کی جنبش سے اگر چین جبین ہل جائیگی
چین کی بھونچال سے یکسر زمین ہل جائیگی

دیگر

جانا ظفر یہ ہمنے کہ اپنے کھلے نصیب
ہن کھولے اسکے در کی جو زنجیر کھل پڑی

اب ناز و نگہ در پئے آزار ہیں دونے
بیمار تری آنکھوں کے بیمار ہیں دونے

کس دن ہوئے سیراب ترے چاہ ذقن کے
ہم روز ترے تشنۂ دیدار ہیں دونے

جون جون کہ انھین پیار جتاتا ہون میں اپنے
ہوتے مری صورت سے وہ بیزار ہیں دونے

گن انکی برابر نہ ستارون کے فلک کے
سینے کے میرے داغ نمودار ہیں دونے

بدمست رہیں میکدۂ عشق کے میخوار
بیہوشی میں تو اور بھی ہشیار ہیں دونے

ہی قند مکرر سے کسے کام کہ اس سے
شیرین یہ ترے لعل شکربار ہیں دونے

افراط غم و رنج جدائی میں نہ پوچھو
شب جو کیے ہیں دن کو اگر یار ہیں دونے

زلفون سے تری ہوویگا سودا دل کا
اس جنس کے دام اب مجھے درکار ہیں دونے

جتنی کہ ہی کمیاب ظفر جنس محبت
ہم اتنے ہی اور اسکے خریدار ہیں دونے

جان دے اپنی جو ماہ سیمتن کیواسطے
چادر مہتاب ہو اسکے کفن کیواسطے

اس قدر ہے لاغری اس خستہ تن کیواسطے
کم نہیں اک برگ گل پیرہن کیواسطے

واسطے اس جنبش مژگان کے ہی نوک جھوک
وہ کہان ہی نیزہ بازان دکن کیواسطے

چین ابرو پر تری کافر نہیں کچھ منتہا
چین زیبا ہی تو زلف پرشکن کیواسطے

سیاہی مردمک کی داغ لالہ سے مشابہ ہی
زبس پر خون مرا جون لالہ سیراب دیدہ ہی
ہمارا جوش گریہ بھی عجب یارو تماشا ہی
کہ ہر اک لخت دل سُرخاب ہی تالاب دیدہ ہی
ظفر اُسکی جدائی مین ہی یہ حال دل و دیدہ
کہ رہتا رات دن بیتاب دل بیخواب دیدہ ہی

دیگر

کہان ہی چشم مین دنبالہ اُس ترک پری رو کی
نکل آئی زبان ہی مُنھ سے باہر مست آہو کی
کرے صدقے ہلال و بدر کو ہو کر بلا گردان
فلک پر چھائین بھی دیکھے گر اُس رخسار و ابرو کی
پھپھولے اشک شوریدہ سے ہون کیونکر نہ کانٹون پر
نہین تیزاب سے کم کچھ ہماری بوند آنسو کی
خدا گویائی دے گر رات دن کو تو قسم کھائین
تمھارے عارض پر نور کی اور تاب گیسو کی

[illegible]

اُٹھاتے ہین وہ جھپیر تیغ جل کر دستِ نازک سے
کبھی مُنھ پر ہمارے ہو کے خم تم بھیجے نہین پڑتے

تمھارا سر ہما بس سودائی سے مین نالہ نہین کرتا
وگرنہ کب قمر در دو الم پیچھے نہین پڑتے

ترا وحشی ترے کوچے کے جو یون گرد رہتا ہی
سمجھ کر لوگ اُسے صیدِ حرم پیچھے نہین پڑتے

یہ دل شیشے سے بھی نازک ہی ناحق ٹوٹ جاویگا
بہتا ای عشق لیکر سنگ غم پیچھے نہین پڑتے

بٹے جاتے ہین نقد داغ جرخ ای عشق مین آہی
جگر کو دون کہان سے کچھ درم پیچھے نہین پڑتے

کہان طاقت پڑے رہتے تری دہلیز کے آگے
کبھی دیوار کے بھی ای صنم پیچھے نہین پڑتے

غزل یہ ایک کیا کتنی ہی ایسی ہی عنیک دین لکھکر
ظفر ہم لیکے قرطاس و قلم پیچھے نہین پڑتے

یہ عکسِ زلف جنبان کب خطِ دلبر کے اوپر ہی
چمن مین لوٹتا کالا گیاہ سبزے کے اوپر ہی

سیہ کب عکسِ خط گالون اُس رخِ دلبر کے اوپر ہی
یہ پر چھائین چکورون کی مہِ انور کے اوپر ہی

کسی سر باز تشنہ لب کی ہی آنکھ آبِ خنجر پر
نہین یہ حلقہ جوہر ترے خنجر کے اوپر ہی

جگر کے آبلون کے خیمہ گہ کوئی تماشا ہی
عجب رونق پیاری غم کی اس لشکر کے اوپر ہی

دلون مین بات یہ سنگین لوگون کے آہ رہتی ہی
کہ جیسی نقش آجاتا کوئی پتھر کے اوپر ہی

سرِ مستی ہی شہرت حسن کی وہ داغ چیچک کا
دہل الطبل سکندر رسد سکندر کے اوپر ہی

لبِ رنگین پہ یون ہی خال گویا چشمِ ساقی کا
یہ عکسِ جرعہ یک جام ہی احمر کے اوپر ہی

سرِ بینی کہان ہی ابروون مین لگا جل کا
ہلال آیا نگر مسجد مین یہ منبر کے اوپر ہی

[illegible]

پلا دے آب خنجر ہی مجھے جلدی سے اے قاتل
کہ مارے تشنگی کے تیغ کا گھائل بھڑکتا ہے

برنگ کعبہ یا قبلہ ابروئے جانا میں
برنگ طائر قبلہ نما کیا دل بھڑکتا ہے

ظفر ہے عاشقانہ طرز میں تیرا سخن ایسا
کہ شاعر لوٹتا ہے سنکے اور قاتل بھڑکتا ہے

شباہت اُس مژہ کی جب دل بسمل میں پھرتی ہے
سلائی زہر کی سی ایک زخم دل میں پھرتی ہے

پھری جو بزم میں تصویر بنکر وہ تو یہ کہتے
یہ پتلی چین کی دیکھو تو کیا محفل میں پھرتی ہے

جو عزم کعبۂ مقصد ہے دل سے راہ پیدا کر
کہ زیر راہ اُس منزل کی اس منزل میں پھرتی ہے

نظر سے دور ہے لیکن تصور کی عنایت سے
سدا تصویر تیری دیدۂ مائل میں پھرتی ہے

اگر ہے پاس ایمان ترک کر حرص و ہوا غافل
کہ نیت آخرش اس فکر لاطائل میں پھرتی ہے

ظفر اُسنے کہی تھی بات کچھ مجھ سے سو وہ ہرگز
نہیں آتی زبان پر اور ہمارے دل میں پھرتی ہے

عشق میں کیا ہم بھی اے تقدیر سیدھے ہو گئے
کتنے اس قالب میں پھر کر تیر سیدھے ہو گئے

آتش سودا نے میرے کر دیا آتش کو موم
کھل گئے سارے حلقۂ زنجیر سیدھے ہو گئے

تو ہوا ایسے نہ سیدھا اور بت شانہ سے
بال بل کھلنے ترے تصویر سیدھے ہو گئے

کج ادائی سے تری قاتل تعجب ہے مجھے
تن پہ میرے کیوں خط شمشیر سیدھے ہو گئے

چرخ ٹیڑھا ہی رہا اور سیکڑوں نا جوان
ٹیڑھے ہو کر زیر چرخ پیر سیدھے ہو گئے

بجز تکلیف حاصل ہو نہ سرمایہ تکلف کا
ثمر لاتی ہی پیچھے شاخ ہوتی ہی قلم پہلے

نہ کر ہر عہد و پیمان ہمان ممکن انصاف کر دل مین
کیے تھے تونے غیر کیساتھ کیا قول و قسم پہلے

الٰہی وعدہ دیدار کیا نزدیک آپہونچا
کہ استقبال کو انکھون مین آیا اپنا دم پہلے

ستم پر ہی ستم ہر دم جفا پر ہی جفا اب تو
خدا جانے ہوے کیا وہ ترے لطف و کرم پہلے

اگر غنچہ ہو دلگیر خندان گردش گل ہو
ظفر اس باغ مین پیچھے ہی شادی او غم پہلے

ہمکو یہ حاصل ہوا کافر تری یاری مین ہی
چھوڑ بیٹھے دل ہم سے جو کچھ کہ دینداری مین ہی

کیون خیال زلف ڈالا دل مین ای بخت سیاہ
ہین بلا مین ہم بھی اور دل بھی گرفتاری مین ہی

فتنہ سے شاگرد کتنے طرز خونریزی مین ہین
چشم تیری طاق عالم مردم آزاری مین ہی

جنس گم گشتہ ہی بازار محبت مین وفا
ایک عالم گرچہ سرگردان خریداری مین ہی

چار عنصر سے بنایا کسنے یہ آدم کا جسم
کوئی تو پردہ نشین اس چار دیواری مین ہی

تیری آنکھونکا تصور آہ جنکو بندھ گیا
عالم صحت مین بھی وہ عین بیماری مین ہی

دل اگر آگاہ اور ہشیار ہو تو ای ظفر
خواب مین بھی ہو وہی عالم جو بیداری مین ہی

دل پہ ڈر دست نوردی کے تو ہر چند رہے
پر تھکے ضعف سے ہم ایسے کہ پابند رہے

کھلے رہتے تجھے فلک جنکے بیان باب نشاط
قفل غم ایسا لگا انپہ کہ یہ بند رہے

جلد اول دیوان ظفر

تاب رخ تیری جو دیوانہ کرے کیوں نکرے	پنجۂ مہر گریبان سحر کے ٹکڑے
آج تو خط نے دیا اور نیا گل کترا	کیا قینچی سے قلم خط کو کتر کے ٹکڑے

دیتے ہیں توڑ کے ٹکڑا اسا مجھے صاف جواب
ای ظفر کھا کے پلے ہوے گو کے ٹکڑے

عقل پر ناز ہی قدرت پہ نظر کسکو ہی	سبکو فکر آج کی ہی کل کی خبر کسکو ہی
رات بھو نشۂ پندار میں ہیں سب بدمست	توبہ اب کون کرے خوف و خطر کسکو ہی
دیکھو ہر غنچہ لیے دوش پہ ہی رخت سفر	اس گلستان سے نہیں عزم سفر کسکو ہی
شعلہ ہو برق ہو مہتاب ہو یا ہو خورشید	لاتا خاطر میں مرا رشک قمر کسکو ہی
بحر الفت میں ہر اک موج ہی کوہ خطر	ہاتھ دھو بیٹھے ہیں ہم جان سے خطر کسکو ہی
اللہ اللہ ری درازی شب ہجران تیری	صبح محشر تلک امید سحر کسکو ہی

دیکھتا عیب و ہنر اور کا ہی سب کوئی
اپنا معلوم ظفر عیب و ہنر کسکو ہی

رونق گلشن بہار گل جو کم ہوتی چلی	اشک شبنم سے نسیم صبحدم روتی چلی
وہ ہوس کیا خاک پہونچے منزل مقصود کو	جو قدم رکھتے ہی کانٹے راہ میں بوتی چلی
تھی شمیم زلف جو اب اور جان ناتوان	اُس گلی کو دوش باد صبح پر سوتی چلی
خاک کوئے یار پر شاید کہ ہی قصد نثار	بھر کے دامن میں جو موج گریہ یہ ہوتی چلی

جلد اول دیوان ظفر

چھپائے لاکھ زلف یار رخ کے تل کو پردے مین
کہ مجھپر کھل چکا ہی میرا قاتل ہی تو بس یہ ہی

ملے دانے سرشک خون کے اور غنچے پھپھولون کے
ہمین کشت محبت سے جو حاصل ہی تو بس یہ ہی

سوادِ دل کے جگر کس کا چڑھے منہ اسکے مژگان پر
کہ اس فوج صف آرا سے مقابل ہی تو بس یہ ہی

اگر ہی دیکھنا اسکو اٹھا دے اپنی ہستی کو
اگر مجھمین اور اسمین پردہ حائل ہی تو بس یہ ہی

ہوے صید محبت سب تڑپ کر سرد لیکن دل
وہ ہی گرم طپش اک نیم بسمل ہی تو بس یہ ہی

کنارے گور کے جب عشق مین پہونچے تو یہ جانا
کہ اس دریاے بے پایان کا ساحل ہی تو بس یہ ہی

دل انسان نہ کیونکر مسند آرائے محبت ہو
کہ یہ منصب ہی اعلی اسکے قابل ہی تو بس یہ ہی

محبت مین کمال ایسا ظفر پہونچا گئے مجنون
کہ فن عشق مین استاد کامل ہی تو بس یہ ہی

دیگر

جلد اول دیوان ظفر

ہکو روز شب سیاہ ہجر مین لگے ترے	لب یہ چشم ترے سر کا گوشہ داماں ہی
ہی نگین دل نہایت اپنا دل پر قیمتی	نام کندہ ہی ترا اسپہ یہی پہچان ہی
کیون خضاب اس نے کیا ڈاڑھی پہ پیری سفید	تیرگی چہرے پہ نادان کیا تری شایان ہی
کیون نفاق اس سے رکھے ہی کیا بری ایک گرہ	اب تو قبضے مین ترے یہ تابع فرمان ہی
پہ یہ پی کان اپ لگے ہی باغ مین گل کے صبا	کیا ہوا کی دیدہ اسکا بلبل نالان ہی
چاہیے اکثر گزک کو گر تجھے مے کش کباب	ہای دل زلف سے کے قلاب بیناس آن ہی
ہی کب آہ محبت سے تجھے ناصح خبر	ذہن مین تو لیتے کچھو انسان نہین حیوان ہی
آشیان سینہ کو ای مرغ دل جانے چھوڑ آ	تجکو اب جانا و کیل اسا ادھو آسان ہی
بازگشتی دیکھ کر قاصد کی یعنی یک بیک	یہ سراسیمہ ہون قالب مین نہین اجان ہی
کب سے مین چلا رہا ہون گرگدا اپنا لٹا	شاخسانے مت نکال اب بیس سامان ہی
رکھ شرار آہ سے پرچم شرار آہ مین	سب سے پہلے مہرہ پر آ کیون تو بیسامان ہی
چھوڑ پر خانہ نشینی سعر گرا اہو تو	ہاتھو صبح و شام آنا عشق کا میدان ہی

تھا جو ہر سو فارسی گوئی کی مشہور اے ظفر
ہند اب وہ دیکھ کر ہندی ترا دیوان ہی

جلوہ یہ اُس نے دکھایا مرا جی جانتا ہی	گرچہ خدا ہی نظر آیا مرا جی جانتا ہی
اُٹھ گئی میری زبان پر سے جہان کی لذت	جو مزا عشق مین پایا مرا جی جانتا ہی

ہو گئے وہ مہرباں بھی کبھی میرے حال پر
یاروں نہ مجھ پہ غصہ ہی فرمائے جائینگے

بر ہو سکے تو تک اُن سر مژگان کو دیکھئے
برمیں دل و جگر میرے برمائے جائینگے

دل عاشقوں کے موم ہیں پر نقش مہر عشق
بیٹھے گا جبکہ آگ سے ہو گرمائے جائینگے

جب تک سر نہ ہوگا نشے کا نہ ای ظفر
ہم اُن سے اور ہم سے وہ شرمائے جائینگے

لگتا نہیں جی میرا ای صحبت میں کسی کی
غم نے مجھے گھیرا ای یہ فرقت میں کسی کی

دیکھوں جو مرقع کو تو جی کیوں کہ نہ اُمڈے
صورت کوئی ملجائے ہی صورت میں کسی کی

جی چاہتا ہی ڈوب مرین چاہ میں جاکر
تنگ آیا ہی جی اپنا یہ چاہت میں کسی کی

منہ کھو اُس سے کہ آ شکل دکھا جا
تا جان نکل جائے نہ حسرت میں کسی کی

ناصح نہ اُٹھا سر کو در یار سے میرے
کرتا ہی خلل کیوں تو عبادت میں کسی کی

رونے پہ ہنسے ہی جو مرای کاش کے تو بھی
ہو یہ نہیں گرفتار محبت میں کسی کی

یہ معتقد فخر ظفر ہو وے ہمیشہ
کب جا کے کھڑا ہو وہ جماعت میں کسی کی

رک گئے ہم بیٹھے بیٹھے ہمنے پائی بات ہی
میری جانب سے کسی نے وہاں لگائی بات ہی

تم جو یوں گھبرا کے اُٹھے میرے پہلو سے کہو
غیر نے کیا آنکر تم کو سُنائی بات ہی

اُکھڑے اُکھڑے بولنے کا کچھ بھی باعث کہو بلا
آج جانیگی کہیں تمنے جتائی بات ہی

شمشیر برہنہ مانگ غضب بالون کی مہک پھر ویسی ہی
جوڑے کی گندھاوٹ قہر خدا بالون کی مہک پھر ویسی ہی

آنکھیں ہین کٹوری ہی وہ ستم گردن ہی صراحی دار غضب
اور اُسمین شراب سرخی پان رکھتی ہی جھلک پھر ویسی ہی

ہر بات مین اُسکی گرمی ہی ہر ناز مین اُسکے شوخی ہی
قامت ہی قیامت چال پری چلنے مین پھڑک پھر ویسی ہی

گر رنگ بھبوکا آتش ہی اور بینی شعلۂ سرکش ہی
تو بجلی سی کوندے ہی پڑی عارض کی چمک پھر ویسی ہی

نو خیز کچین دو غنچہ ہین ہی نرم شکم اک خرمن گل
باریک کمر جون شاخ گل رکھتی ہی لچک پھر ویسی ہی

ہی ناف کوئی گرداب بلا اور گول سرین رانین ہین صفا
ہی ساق بلورین شمع ضیا پانون کی کفک پھر ویسی ہی

محرم ہی حباب آب روان سورج کی کرن ہی اُسپہ پٹ
جالی کی کرتی ہی وہ بلا گوٹے کی دھنک پھر ویسی ہی

وہ گالے تو آفت لائے ہی ہر تال مین لیوے جان نکال
ناچ اُسکا اُٹھائے سو فتنہ گھنگرو کی جھنک پھر ویسی ہی

بقیہ اول دیوان ظفر

شوق سے گالوں پہ تیرے سر کو رکھ کے سوئیے ‏— کس لیے گل تکیہ رکھتے آپ ہاں سر کے تلے
عشق سے اُس سنگدل کے ہاتھ کیونکر کھینچیے ‏— دب گیا ہی ہاتھ اپنا اب تو پتھر کے تلے
مُنھ سے افعی کے گرا ہی کوئی قطرہ زہر کا ‏— دُر نہیں نیلم کا اُس زلف معنبر کے تلے
سر برابر رکھ کے تکیہ پر سے کب بوسہ لیا ‏— تھرتھرے پہلو میں تکیہ سے پر کیونکر کے تلے
تمکو حاجت کیا فسون بازی کی خود جادو ہو تم ‏— کس لیے تعویذ گاڑا آپ نے در کے تلے
شوق بیتابی کوئی کافر بلا ہی دیکھنا ‏— لوٹتا بسمل ہی قاتل تیرا خنجر کے تلے

ای ظفر دود جگر تیرا اُٹھتا ہی اسقدر
چرخ اخضر دوسرا ہی چرخ اخضر کے تلے

اُٹھ کے شعلے دل کے جب افلاک میں ملجائینگے ‏— انجم افلاک جل کر خاک میں ملجائینگے
وہ جو پیکان ہو گئے گم تیرے ای ناوک فگن ‏— ڈھونڈھیے سینہ صد چاک میں ملجائینگے
ہیچ ہی نخل خیار الا انار آتشین ‏— کچھ ہماری آہ آتشناک میں ملجائینگے
آنسوؤنکو غیر کے میرے نہ اشکون میں ملا ‏— قطرہ ناپاک آب پاک میں ملجائینگے
دیکھنا وحشت گریبان کو کری گی اتنا چاک ‏— تا بدامن چاک جا کر چاک میں ملجائینگے
ایک سیل غم تو کیا الفت میں سو سیلاب غم ‏— آکے دریا دل غمناک میں ملجائینگے

اُن سے ملنا ای ظفر تجکو اگر منظور ہی
تو پھر اگر روز اُنکی تاک میں ملجائینگے

دیگر

جلد اول دیوان ظفر

طاق ابرو پہ رکھا شیشۂ دل کو تو نے
کہین ایسا نہو یہ ای ظفر اوپر سے گرے

پیام لیکے صبا وان اگر پہونچ جاتی	تو مثل بوے گل اُڑکر خبر پہونچ جاتی
شفق کی جا ابھی لگجاتی آگ گردونکو	جو ایک آہ مری پر شرر پہونچ جاتی
مری نظر کی نہین پر تو آگیا دیکھو	پری خیال سے پرے نظر پہونچ جاتی
نہ جلتی شمع جو شب بھر یل تو بجھ کیونکر	سحر کو منزل مقصود پر پہونچ جاتی
جلاتی ایک زمانے کو گرمی خورشید	جو میری گرمی داغ جگر پہونچ جاتی
نہ آتا لب پہ کبھی ایک حرف شکوہ کا	بلا سے لب پہ مری جان اگر پہونچ جاتی
بہاتی کتنے ہی دریا ہماری سیل سرشک	جو خون دل سے مدد چشم تر پہونچ جاتی
بہار جب تھی کہ پہلے بہار سے صیاد	چمن مین بلبل بے بال و پر پہونچ جاتی

دل اُنکو بھیج ہی دینا ظفر مناسب تھا
امانت اُنکی تھی یہ اُنکے گھر پہونچ جاتی

قلق ہجر مین آرام کہان ہوتا ہی	ہول دل رات کو دن کو خفقان ہوتا ہی
کون دل سوختہ سرگرم فغان ہوتا ہی	روز کیسا ترے کوچے مین دھوان ہوتا ہی
صدقے اس ہیکل تصویر کے نہون مین کیونکر	یہ وہین پہونچتا ہی یار جہان ہوتا ہی
مجھے ڈر ہی کہین ہمسایونکے گھر پہنچ جائے	ایک دریا مری آنکھون سے روان ہوتا ہی

ہنگامہ ساتھ کیا ہی کیا کس کو اُسنے قتل
ہو آج کوے یار مین خلقت بھری ہوئی

اشکون سے کب بجھے ہی مری سوزش جگر
اک آگ ہی جگر مین بشدت بھری ہوئی

ای آسمان ابھی نہو آخر شب وصال
ہی دل مین لاکھ طرح کی حسرت بھری ہوئی

تنہا نہ کیون نہ دل مین پڑی ہر نفس کے ساتھ
اُف دل مین ہی اک آتش فرقت بھری ہوئی

ہی یون تو چرخ شیشۂ ساعت کی طرح صاف
لیکن ہی اُسکے دل مین کدورت بھری ہوئی

ظاہر تو شرمگین ہی وہ ہر نگاہ مین
شوخی بھری ہوئی ہی شرارت بھری ہوئی

لاکھون صنم حسین ہین کس کس کو دیکھیے
اللہ کی جہان مین ہی قدرت بھری ہوئی

تیرے سوا نہ دیکھیں گے اب آنکھ بھر کے ہم
ہی اپنی سب طرح سے طبیعت بھری ہوئی

بھر آئے اشک چشم مین سنتی ہی انکا نام
دل مین کوئی بلا ہی محبت بھری ہوئی

پہونچے سخن کو تیرے سخن کس کا ای ظفر
تیرے کلام مین ہی بلاغت بھری ہوئی

کرون خط مین کیا حال تحریر پہلے
وہان چاک خط کی ہی تدبیر پہلے

جو مجنون کی تصویر کھینچے مصور
رکھے سامنے میری تصویر پہلے

کوئی اُسکا دل پہلے جا کر ٹٹولو
محبت کی چھیڑو نہ تقریر پہلے

سزا ہوگی گر مجکو جرم وفا پر
تو ای دل تجھے ہوگی تعزیر پہلے

مرے دل کے قاتل ہین وہ دونون ابرو
چلے دیکھیے کس کی شمشیر پہلے

دنیا دار و دنیا چھوڑو دنیا مین بدنامی ہی
اس دنیا کے ترک کیے سے ہوتی نیک انجامی ہی

رنج و قلق ہی درد و الم ہی حسرت ہی ناکامی ہی
دوری مین اُس راحت جان سکے کیا کیا بے آرامی ہی

روے آتشناک پر اُسکے زلفین جو لہراتی ہین
لوٹ رہا انگارون پر دل مثل کباب شامی ہی

غنچۂ گل ہی شکل زبان گلبرگ نہین گویا ہی زبان
ہوتی چمن مین کسکی بیان توصیف سمن اندامی ہی

میکدہ بھی ہی مدرسہ مجکو ساقی ہی تحصیل سے شوق
جام پیالہ ہی میرے حقمین درس شرح جامی ہی

مُنھ جو اپنا کھولے ہوئے سوفار ہین اُسکے تیرونکے
کون سے صید عشق کا یارب قصد خون آشامی ہی

ہمکو ہوا یہ نکتہ روشن صاف نگین کندہ ہی یہ
یعنے بغیر از کاوش دل کب ہوتا کوئی نامی ہی

آہ فغان کے ساتھ دھوان سا ہر دم مُنھ سے نکلے ہی
دل تو جل کر خاک ہوا پر اب بھی جگر مین خامی ہی

جبکہ بوندیں ہے عرق کے تیرے سیارے بنے
قطرۂ خون جگر سے تیر انگارے بنے

تار مژگان ہیں مرے جھولیں نہ کیونکر طفل اشک
ہیں یہاں لڑکوں کے بہلانے کو گہوارے بنے

داغ سینے میں ہے میرا کیا بنا اک آفتاب
دود دل سے آسمان اختر کے ہیں تارے بنے

تیر سر پر ان کے ہوویں ہے اک کشاکش ہی بہم
دشمن جاں اتنے تیر آپ ہی بارے بنے

غیر کی صحبت کا تمکو بھی ہوا آخر اثر
حاسد و قاتل مگر اب آپ ہی پیارے بنے

جوش پر ہے اس دم کہ خون آیا شہیدوں کا ترے
جتنے تھے زخم تن تیرے سب لہو کے فوارے بنے

وہی اچھے ہیں جو اچھا ہمکو کہتے ہیں ظفر
ورنہ ہیں ہم تو جہاں میں سب سے ناکارے بنے

کوئی لاتا نہیں یہاں تک اسے تدبیر سے ہی
کھینچ کر وہ آپ ہی آیا مری تقدیر سے ہی

دیکھو تصویر نہ مجنون کی اُدھر کو دیکھو
مری تصویر بھی ملتی اسی تصویر سے ہی

گر ملے آب بقا بھی تو کبھی منھ نہ لگائے
جو کہ سیراب اُس آب دم شمشیر سے ہی

حلقۂ زلف میں دل کیونکہ گرفتار نہ ہو
کہ یہ حلقہ نہیں کم حلقۂ زنجیر سے ہی

دم میں خورشید قیامت ہو جو قرص کافور
تو عجب کیا نفس سرد کی تاثیر سے ہی

کھولا منھ زخم جگر نے جو برنگ سوفار
کچھ کہا چاہتا شاید کہ ترے تیر سے ہی

آتش عشق سے جو خاک ہوئے ہیں جل کر
خاک بھی انکی ظفر کم نہیں اکسیر سے ہی

مخمس

تمام ہوا دیوان اول

اپنی ابرو کی مری تصویر رکھو دو سامنے
ورنہ کاٹوں گا گلا شمشیر رکھو دو سامنے

غنچۂ گل رشک گل کی بت رکھو پیش نظر
میرا دل پہلو کو چیر کے چیر رکھو دو سامنے

کون کہتا ہی کہ اس رخ کے مخطط کے سوا
دوستو قرآن مع تفسیر رکھو دو سامنے

گر اسی میں اُس ستمگر کی ہی جلاد و خوشی
کاٹ کر سر میرا بے تقصیر رکھو دو سامنے

کہتا ہی روز جنون مجکو کہ زندان سے چھاو
توڑ کر پانوؤں کی تم زنجیر رکھو دو سامنے

گر مصور پوچھے کھینچون کیونکہ مژگان کی شبیہ
تم برابر صف بصف سو تیر رکھو دو سامنے

آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھیں دل غنی ہی اسقدر
گر ظفر سو نسخۂ اکسیر رکھو دو سامنے

نہ ہنسو دیکھو کے تدبیر کو پلٹے کھاتے
دیر لگتی ہی نہیں تقدیر کو پلٹے کھاتے

دل کو دیکھو مرے بیتاب نہ دیکھا ہوگر
تہ خنجر کسی نخچیر کو پلٹے کھاتے

یون نظر یار کی پلٹی کہ نہ دیکھا ہمنے
اس طرح برق کی شمشیر کو پلٹے کھاتے

سانپ سا لوٹ گیا سینہ پہ جبدم دیکھا
باد سے زلف گرہ گیر کو پلٹے کھاتے

محو حیرت ترا کس طرح سے بدلے کروٹ
کہ نہ دیکھا کبھی تصویر کو پلٹے کھاتے

بخت برگشتۂ عاشق نے لکھا یا الٹا
عمر گذری فلک پیر کو پلٹے کھاتے

ای ظفر اُس سے نہ کر بات کہ دیکھا سو بار
ہمنے اُس یار کی تقریر کو پلٹے کھاتے

برنگ شام غربت کیا کہون کیا دشت غربت مین
گلیم تیرہ بختی سے گذاری شب غریبون نے

بسوے تختگاہ دل کہین سلطان عشق آیا
کیا ہی شور برپا آہ و نالہ کے نقیبون نے

گل و لالہ کو کیا کیا دیکھنا خون مین لٹا ئینگے
اُڑا ئے طرز نالہ کے مزے گر عندلیبون نے

تمھارا حال مین نے دیکھو محراب دو ابرو مین
نہ رکھا پھر قدم مسجد مین منبر پر خطیبون نے

مرا افسانۂ غم گوش دل سے وہ سنے کیونکر
بھرے ہین کان اُس کان ملاحت کے رقیبون نے

سر محفل ہر اک کو بے گنہ دشنام دیتے ہین
ادب اچھا سکھایا ای ظفر انکو ادیبون نے

دیگر

ہوا ہین چھوٹے ہو کیا حرص و ہوا کیلیے
غرور چھوڑ دو اے غافلو خدا کیلیے

گرا دیا ہی ہمین کتنے چاہ الفت مین
ہم آپ ڈوبے کسی اپنے آشنا کے لیے

حباب مین چاہیے ایوان قیصر شاہ ہو نکو
یہ ایک گنبد گردون ہی بس گدا کے لیے

نغمۂ مستی بھی ہی ہنگام ہی
غوغا بھی ہی عرض وصل بھی ہی بہار
ملاقات بھی ہی سر انداز کا انداز
الست
اور پیچ بھی ہی کا ذوق نظم
گلزار بھی ہی گرفت ہی اور ساقی
دست ہی آنکھون سے آشکار
پیر آنکھون نگاہان دونون بھی ہی
لطافت بھی ہی ساز و مطرب بھی ہی اور نغمہ بھی ہی
رقص بھی ہی ساغر آنکھون کا اشارات
بھی ہی وہ بھی الست ہی اور ہم بھی
نشے مین سرشار

شانہ مین حال پریشان ترے سودائی کا	کیا کہے دیکھکے زلفون کو تری شانہ ہلے

ای ظفر چاہیے انسان کو کہے ایسی بات
کہ برا بھی نہ کہے کوئی اگر اچھا نہ کہے

سجدہ وان کرتا ہر اک اہل صفا کا ہی پر	جس جگہ تیر انسان کف پا خاک پہ ہی
خاکسارون کو ہی معلوم پر کچھ لطف اُنکا	چین بستر پہ نہین جو یہ مزا خاک پہ ہی
خاک مین ملگئی یارو در شہوار کی قدر	اشک آنکھون کا مرے جبکہ گرا خاک پہ ہی
کون کہتا ہی کہ صحرا مین بگولا اُٹھا	روح مجنون ہی کہ یہ سر بہوا خاک پہ ہی
خاکساری کا اسی شخص نے پایا رتبہ	جم کے اُس کوچے مین جو بیٹھ گیا خاک پہ ہی

کشتۂ زلف کے مدفن کا پتا ہی وہ ظفر
جس جگہ مار سیہ بیٹھا ہوا خاک پہ ہی

جام ہی شیشہ ہی ساقی بھی ہی برسات بھی ہی
اندنون بادہ کشی دن بھی ہی اور رات بھی ہی
کچھ تو ہی اپنی طرف سے طلب ساغر مے
اور ساقی کی کچھ امداد و مدارات بھی ہی
شیشہ خالی ہو تو خم پاس دھرا ہی لبریز
خم جو خالی ہو تو نزدیک خرابات بھی ہی

ظفر اور اور لطف عنایات
ہمین گردون بھی ہی اور ظفر
سبھی بتیسے ہی سامنا
بات ہی یار دہ شعر وہ
عین مستی پیمبر بات
اور اگر بات بھی ہی
بات بھی ہی

[illegible]

[illegible]

قسم ظالم ترے ملنے کی گر ہم کھا گئے ہوتے
ہمیں کب چھوڑتے پھر حضرت دل کھا گئے ہوتے

ہوئے محجوب ہم تم دونوں ناحق ایک بوسہ پر
نہ اتنا غل مچایا تھا تمھیں دم کھا گئے ہوتے

امید وصل پر جیتے ہیں اتبک ورنہ ہم کب کے
گلا کاٹ اپنا مرتے اور یا سم کھا گئے ہوتے

اگر ہم تیرہ بختوں کی نہوتا پیچ قسمت کا
تو بال اُس زلف کے کافر نہ یون خم کھا گئے ہوتے

دیا رونے نہ پاس آبرو نے ورنہ یہ روتے
کہ غوطے تو فلک ای چشم پرنم کھا گئے ہوتے

ذرا معلوم ہوتا حضرت دل عشق کا ٹکو
جو زخم تیر غم دو چار پیہم کھا گئے ہوتے

دم سرد ایک بھی گر ہم ظفر بھرتے محبت میں
تو ہمدم پوچھتے ہی پوچھتے دم کھا گئے ہوتے

بھلی کہتے بُرائی ہوتی ہی
مُنھ سے نکلی پرائی ہوتی ہی

دست و پا میں حنا نہ باندھو تم
دیکھو اب ہاتھا پائی ہوتی ہی

اُنکے دل میں غبار ہی دیکھیں
کس طرح سے صفائی ہوتی ہی

اور کو دیکھو وہ نہیں سکتے
وہ جنھیں خودنمائی ہوتی ہی

عاشقو زیر تیغ سر دھر دو
ابھی مشکل کشائی ہوتی ہی

مرض عشق کی طبیبوں سے
دوستو کب دوائی ہوتی ہی

وقت بوس و کنار یار کے ساتھ
کیا مزے کی لڑائی ہوتی ہی

سوز غم سے نہ جل بجھوں کیونکر
وان لگائی بجھائی ہوتی ہی

کلیات دیوان ظفر

ظفر اتنا تو بیتاب دل کو تھام [illegible]
کوئی دن میں یہاں وہ یوسف [illegible]

ودیگر

عرق آلودہ گرد کا لب تر ایسا نظر آتا ہی
[illegible]

[illegible]

کس غضب کی نالۂ آتشین مین آگ ہی | جسنے پہونچی جون شفق چرخ برین مین آگ ہی

اشک خون کس لقمۂ جان تو نے پی پیچھے کہ آج | لعل سی تیری چمکتی آستین مین آگ ہی

خاک سے آخر نکلتے ہین گل لالہ کی جا | تیرے دل سوزون کے مدفن کی زمین مین آگ ہی

زلف مشکین پر پڑا کیا اُسکے ہوائی نے گلال | لگ گئی گویا سراسر ملک چین مین آگ ہی

ہر تبسم مین ہی اُسکے موج آب زندگی | پر غضب یہ ہی نگاہ خشمگین مین آگ ہی

جلسے بتخانہ ہی کب سے ہر نفس شعلہ بلند | کیا تپ غم سے دل اندوہگین مین آگ ہی

جنبش دامان مژگان سے کسی کے ای ظفر
عشق کی بھڑکی ہوئی جان حزین مین آگ ہی

آتش الفت دل بیتاب مین روشن ہوئی | آگ کیونکر معدن سیماب مین روشن ہوئی

چشم تر مین مردمان یہ لخت دل رکتے نہین | صف چراغون کی اگر تالاب مین روشن ہوئی

آئینہ مین اُسنے دیکھا اپنا رخسار آتشین | کیا تماشا ہی کہ آتش آب مین روشن ہوئی

ساقی مہوش کا عکس تاب دندان جو پڑا | طرفہ تجلی سی شراب ناب مین روشن ہوئی

غفلت دنیا مین کی جسنے کہ عقبیٰ پر نظر | اُسکی چشم کور گویا خواب مین روشن ہوئی

یاد کر کر مین دل سوزان کو رویا صبح تک | شمع شب جو محفل احباب مین روشن ہوئی

ماہ اُس مہوش کے آگے جب ہوا خجلت سے زرد
ماہتابی سی ظفر مہتاب مین روشن ہوئی

دیکھنا کیا ضرب نالہ میرا اپنی تاثیر ہی — ابتلک پھوٹی نہیں وہاں ایک بھی تکبیر ہی
اور چلی آندھی میں کس دیوانے کی تصویر ہی — بنگئی سوچ صبا جسکے لیے زنجیر ہی
کہتے ہین نافہم جسکو چرخ پر تیر شہاب — وہ کسی تفتہ جگر کا نالہ شبگیر ہی
عشق کے ہاتھوں سے وہان ہووے گی جاری نہر خون — بستیون مین کوہکن جسجا کہو جو شیر ہی
یار گو دل کو کریگا صید ای دریا حسن — طرۂ پر پیچ تیرا دام ماہی گیر ہی
ہی کہان سونیکی ٹیکی اُن بھوونکے درمیان — برج میزان مین مگر خورشید پر تنویر ہی
حضرت دل لیجیے ایسے سے لڑ رہے ہین — ناز کا برچھا ہی جسکی گفتگو شمشیر ہی

ای ظفر مجھسے وہ سرکش کیا کریگا سرکشی
میرا نالہ ناک مین دیتا فلک کے تیر ہی

دیکھنا خالی ذقن کو رخ جانان کے تلے — کوکب سوختہ ہی مہر درخشان کے تلے
کاجل آنکھونکا بہا یار کی مژگان کے تلے — پھول سوسن کا کھلا نرگس و ریحان کے تلے
کب مہاسے ہین خط عارض جانان کے تلے — ہین یہ بیضے پر طاؤس گلستان کے تلے
نیش سے چھیڑتا ہی مار سیہ کو کژدم — گونج بالے کی نہین زلف پریشان کے تلے
نیچے خورشید کے ہین تار خطوط خورشید — خط نعلون کی یہ چراغ دل سوزان کے تلے
وہ سہی قد جو دکھادے تو ذرا فندق پا — پھوٹے گلشن مین ابھی سرو گلستان کے تلے
دل سیپارہ کو رکھوے تو لٹون پر اپنی — دیکھو یہ رحل ہی زیبا اسی قرآن کے تلے

زبان تیغ قاتل بن موئی تھی کیون درازی
بہت اچھا کیا تو نے جو اوس کی تقریر کم کردی

حلقۂ در گر ہلایا بھی تو بولے کون ہی
اب بتا مین کیا کہ نام اپنا بتانا منع ہی

آنکھ اُٹھا کر بھی اگر دیکھا تو وہ کہنے لگے
سامنے بے پردہ ہو کر آنکھ آنا منع ہی

نام بتلایا جو مین نے تو وہ سنکر چپ رہے
پھر پکارین کس طرح سے غل مچانا منع ہی

غل مچا کر گر پکارا بھی تو جھنجھلا کے کہا
جاؤ کیون آئے تمھین گھر مین بلانا منع ہی

اور بلایا بھی تو پھر جائین وہان ہم کس طرح
وہ جہان ہین ہمکو وہان تک بار پانا منع ہی

بار پا کر کچھ اگرچہ ہم گئے بھی وان تلک
آنکھ اُٹھا کے کیونکہ دیکھین آنکھ اُٹھانا منع ہی

سامنے بھی وہ کسی صورت سے گر آئے تو کچھ
بولنا ہنسنا تو کیا وان مسکرانا منع ہی

مسکرائے بھی تو کچھ چپکے ہی چپکے غنچہ وار
دل مین کیا کیا مدعا اور لب ہلانا منع ہی

لب ہلائے بھی تو کی کچھ بات منہ سے اور ہی
پر بمضمون مطلب یہ شعر عاشقانہ منع ہی

عاشقانہ شعر بھی کوئی پڑھا تو پڑھ چکے پھر
آہ بھرنا منع ہی آنسو بہانا منع ہی

آہ بھر کر کچھ اگر آنسو بہائے بھی تو پھر
وہ جو دل کی بات ہی اُسکا جتانا منع ہی

بات گر دل کی جتائی بھی تو پھر ہوتا ہی کیا
ای ظفر ایسی جگہ دل بھی لگانا منع ہی

دیگر

خدا نے ایسی نالون کی ہی تاثیر کم کردی
خطون کی اُس نے تو خود بھی تحریر کم کردی

شب فرقت ذرا تو نے تو چرخ پیر کم کردی
ہمارے نالۂ شب کی فقط تاثیر کم کردی

نہ مارا پھر کسی کو تیر بعد از قتل قاتل نے
ورے لو ہو نے ایسی برش شمشیر کم کردی

دیگر

[illegible]

نہیں پاس رخ پہ زلف اور زیر زلف اُس الف کا نشانہ	چمن میں آگ سا لرزتا ہوا اگن سے نکلے ہے
نہ بھولا بعد مرن بھی تری شمشیر کا احسان	صدا شاباش کشتے کی تہ مدفن سے نکلے ہے
نگہی جو بچوٹا اہل بزم ہیں اُسکی الفت کی	کہ جیسے بو گل با ہر صبا گلشن سے نکلے ہے
مشبک ہو گیا ہے دل یہ ٹوٹے تیر قاتل کے	کہ اک پیکان زہر آلودہ ہر روزن سے نکلے ہے
ترا جو دانت ہے رنگ مسی میں اک تماشا ہے	کہ غنچہ سوتیا کا سا گل سوسن سے نکلے ہے
کٹے ہے سر جو مثل شمع تیرے تعتہ جانوں کا	تو جائے خون اک آتش رگ گردن سے نکلے ہے
ہم آغوشی پہ اُسکے اب ہماری زندگانی ہے	نکلتا ہے وہ جب آغوش سے جان تن سے نکلے ہے

دم بخیہ مرے چاک جگر کی دیکھ کر حالت
ظفر تار آنسوؤں کا دیدۂ سوزن سے نکلے ہے

جا سے تدبیر جہاں اپنا قضا کام کرے	عقل بیچاری زبان کیسے تو کیا کام کرے
مرض عشق اطبا ہے وہ مہلک آزار	کہ نہ تشخیص جہاں ہو نہ دوا کام کرے
سرمہ کسواسطے آنکھوں میں لگاؤں اپنے	جبکہ سرمہ کا وہ خاک کف پا کام کرے
تشنہ کام ہوں تیرے چاہیے آب خنجر	قاتل اس پیاس کو کیا آب بقا کام کرے
کوہکن کوہکنی کا نہیں کرتا کچھ کام	جانکنی کوئی کرے ہاں تو بڑا کام کرے
دمبدم عشق ہے ازخش عاشق ناکام کو آج	لائے اُس گل کی جو بو باد صبا کام کرے
تیر کا بھی ہو گذر واں تو گرے ٹوٹ کے پر	اے ظفر تیری جہاں آہ رسا کام کرے

[illegible]

درد مندون کی شستون کو شتابی تو دہی
الٰہی کی آہ اشکون کی ظفر لگجائیگی

دیگر

گو پہنچا آسمان سے آسمان ہی
لپٹا اتنا وہ دل کا دھوان ہی
کسی کی بیکسی کا مکان ہی

بیان رہنا ترا وہم و گمان ہی
وہ میرا نالۂ آتش فشان ہی
کہ جس سے برق کیتی الامان ہی
نظر آتا ہی دل پہلو مین خالی
نہ جانے کیا ہمکو جانے کمان ہی
اندھیرا گھر کا ہو کا کمان ہی
زمین اُس دشت کی پیتی ہی پانی

جلد اول دیوان ظفر

اشک ہمارا تجھین کیا ای دیدۂ تر کھائے ہی	رونے پہ روتے سر ہمارا آپ چکر کھائے ہی
پنجۂ مژگان مین دل اُس چشم نے گانٹھا ہو [illegible]	داب کر خنجر بغل مین جب شتابان ہین کبوتر کھائے ہی
پارۂ دل نوک مژگان پر کباب ہی جلوہ گر	مرغ آتش خوار یہ مستی مین انگر کھائے ہی
ہم لہو پیتے ہین اپنا اگر ہین پیچ رشک سے	ہان جب غیرون کے گھر کا وہ شکر کھائے ہی
کیا عجب اُس خال پیشانی سے ہو جو مہر خجل	رشک اُس رخسار سے جب مہر انور کھائے ہی
سوز غم خور اک جل کسطرح سے میری [illegible]	گو کہ آتش تیز ہی لیکن سمندر کھائے ہی
یون خط مین جبین پر زلف و مار [illegible] ہی	جسطرح سے سانپ بچے اپنے چن کر کھائے ہی
ایک دن وہ تھا کہ ہم کھاتے تھے غم ای شعلہ خو	ایک دن یہ ہی کہ غم ہمکو جلا کر کھائے ہی

جب کبھی کرتے ہین ہم منھ سے بیان احوال غم
ایک عالم ای ظفر افسوس سنکر کھائے ہی

ناز سے گر تانکنی تیری ادھر لگجائیگی	اور کہو کیا مین کہون میری نظر لگجائیگی
کھینچے جائینگے یونہین ہر دم جو آہ سرد ہم	کونپلین تھر تھرا ابھی باد سحر لگجائیگی
دیکھ خط جلدی پھر آنا ورنہ دیر لگجائیگی	دیر گر تجھکو ذرا ابھی نامہ بر لگجائیگی
میری آنکھون نے مجھے رو رو کے رسوا کر دیا	دیکھیے کس کس جگہہ اسکی خبر لگجائیگی
سینے سے لگجاو میرے اک پہر کو [illegible]	باتون ہی باتون مین دیکھو دوپہر لگجائیگی
سرخ جوڑے کو پہنکر گھر سے تم نکلے تو ہو	پھر جدھر جاوگے اک آتش اُدھر لگجائیگی

میان آنسو وہ تیرا اشک رشک رنگ جواہر
جسے ہین چشم ہین مہر رواں ہی
کیا کہون ان سے ہین برنگ [illegible]
ادا نالون سے اک گلشن [illegible]

فلک پیر پہ [illegible] ہی
زمانہ بیان [illegible] ہی
[illegible]

تمھارے عاشق کو کیا ہوا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے
وہ مست مجذوب بنگیا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

ہزار کوئی سیانے لائے کوئی بلائے کوئی کھلائے
ہے کہ آسیب زلف کا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

کیا جسے تونے محو حیرت دیکھا کے آئینہ وار صورت
وہ تیری صورت کو تک رہا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

تمھاری وہ بات ہی دہن مین ہزار انداز ہر سخن مین
چمن مین یہ غنچہ کیا بلا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

طمانچہ سو کوئی منھو پہ مارے چلین ہزار اسکے سر پہ آرے
جو اس لب لعل پر فدا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

کھلی ہی جسپر کہ کچھ حقیقت وہ کھول کر دیدۂ بصیرت
تماشے قدرت کے دیکھتا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

جو درد ہوتا تو غل مچاتا جو سایہ ہوتا تو سر ہلاتا
الٰہی دل کو مرض یہ کیا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

کرین نکیرین قبر مین گر سوال سو سو طرح سے آکر
جو کشتۂ چشم سرمہ سا ہی نہ منھو سے بولے نہ سر سے کھیلے

زباں آج بھی کھلی کی طرح جو وہ خود کلام
[illegible] اور حسرت دل میں جو تھی دونی
[illegible] تو سمجھا جو دل ہو گیا ہے بھی دونی
اٹھا رہی [illegible] عشق میں تیغ اور تیغ دونی
ظفر [illegible] تو محبت کا ہو اس میں کہ یوں
ہا ہم دونوں طرف سے محبتیں دونی

دیگر

عجب خواری یہاں زیر فلک بھی عاشق
[illegible] کہ دل میں غم چھایا ہے لوح
[illegible] وقت کھا رہی ہے دل نشتر کی صبر کی سو [illegible]
خیال یار کو دل سے کبھی نہ [illegible]

غوطہ دریائے محبت میں لگانے کو ظفر
آشنا ہمت تو کرتے ہیں مگر دم چاہیے

قاصد وہ نہ کیونکر خط و پیغام سے چونکے
جو خط کے لفافے پہ مرے نام سے چونکے

شب کو وہ پڑے رہتے تھے منہ اپنا لپیٹے
کیا وجہ کہ ہیں آج سر شام سے چونکے

اللہ ری غفلت کہ بستر پہ ذرا بھی
وہ نالۂ آہِ دلِ ناکام سے چونکے

اس تلخ کلامی پہ دل اپنا تجھے کیا دیں
ہم پہلے ہی ظالم تری دشنام سے چونکے

تھا شام سے تا صبح بغل میں جو دل آرام
آرام سے شب سوئے نہ ہم آرام سے چونکے

ساقی ترے میکش ہیں وہ مستی میں کہ اپنی
جو خندۂ مینا و لب جام سے چونکے

اس شور قیامت کا برا ہو کہ عدم میں
سوتے تھے پڑے ہم عجب آرام سے چونکے

سوتے میں سیاہی نے ڈرایا نہیں مجھ کو
ہم ڈر کے تری زلف سیہ فام سے چونکے

یوں مرغ دل اس زلف کے پھندے سے ڈرے ہے
جس طرح ظفر صید کوئی دام سے چونکے

لکھوں گا میں جو خطوں میں شکایتیں دونی
پڑھیں گی اور بھی قاصد عداوتیں دونی

نمک چھڑک کے جو مرہم لگائے وہ قاتل
اٹھاؤں زخم کے کھانے میں لذتیں دونی

تری نگاہ وہ ہے الحفیظ کی ہے جسکے
اگرچہ دل کی کرو ہیں حفاظتیں دونی

رقیب نے تجھے بھڑکا دیا ہے آتش خو
کہ بات بات میں ایسی شرارتیں دونی

[illegible]

اُس راہ پر جو ایک جگہ جمکے بیٹھ جاے
مانند نقش پا سر رہ جمکے بیٹھ جاے

دیتی نہیں صفائی تجھ سنے نگہ کا پانون
اُس رخ پہ ذرہ بسری نگہ جمکے بیٹھ جاے

نم گریہ کی ہماری جو پہونچے تو پھر ابھی
گر دور سے ورق کی بھی تہ جمکے بیٹھ جاے

فیا واللہ بہار کی صنعت ہو تو پھر
غنچہ کے سر پہ کیونکہ کلہ جمکے بیٹھ جاے

ٹانکے سے پھوڑے کے وہ بہتر ہی چارہ گر
گر زخم دل پہ اُسکی قرب جمکے بیٹھ جاے

اُس رخ پہ حلقہ زن خط مشکین ہی یون ظفر
دولت پہ جیسے مار سیہ جمکے بیٹھ جاے

جو تماشا دیکھنے دنیا کے تھے آئے ہوے
کچھ نہ دیکھا پھر چلے آخر وہ پچھتائے ہوے

فرش مخمل پر بھی مشکل سے جنھیں آتا تھا خواب
خاک پر سوتے ہین اب وہ پانون پھیلائے ہوے

جو مہیاے فنا ہستی ہین ہین مثل حباب
ہو تے ہین اول ہی سے پیدا وہ کفنائے ہوے

غنچے کہتے ہین کہ ہوگا دیکھیے کیا اپنا رنگ
جب چمن مین دیکھتے ہین پھول کمھلائے ہوے

غافلو اس اپنی ہستی پر کہ ہی نقش بر آب
موج کے مانند کیون پھرتے ہو بل کھائے ہوے

بے قدم نقش قدم کب بیٹھ سکتا ہی کہ ہم
آپ سے بیٹھے نہین بیٹھے ہین بٹھلائے ہوے

اے ظفر بے آب رحمت اُسکے کیونکر بجھ سکے
نفس سرکش کے جو یہ شعلہ ہین بھڑکائے ہوے

ہر کہین مجکو تماشاے جہان ایک سا ہی
کہ تصور ترا اے راحت جان ایک سا ہی

ردکشی کرتا ہی تو ماہ جبین سے لیکن	اسمین نقصان ہے کامل تجھے کچھ ہوتا ہی
خواب غفلت مین پڑا سو بیگانہ کہ ...	ہو تو ہشیار جو غافل تجھے کچھ ہوتا ہی
خاک ہو تجھ سے دلا پہلے ہو تو خاک کہ پھر	نہ ہوا ہی نہ تہ گل تجھے کچھ ہوتا ہی

ای ظفر پیش نظر یار کی تصویر کو رکھو
اُسکے ہونے سے مقابل تجھے کچھ ہوتا ہی

یہ جہان کا آئینہ خانہ پری خانہ سا ہی	جو یہان ہوشیار آتا ہی وہ دیوانہ سا ہی
کوئی اس سے بادہ کش ہی کوئی ہی خونابہ کش	یہ جو گردون رات دن گردش مین پیمانہ سا ہی
آشنائی گر نہ ہو تجھ سے تو ہی کون آشنا	آشنا نا آشنا ہی اپنا بیگانہ سا ہی
جسکو تو نے اپنا جلوہ شمع رو دکھلا دیا	گرد پھرتا تجھ پہ جی سے گرد پروانہ سا ہی
تو کہے تو زلف اُلجھون سے تری سلجھائین ہم	یہ ہمارا پنجۂ مژگان بھی اک شانہ سا ہی
علم سینہ ہو تو رشک بوعلی سینہ ہی تو	یہ جو سینہ مین ترے دل ہی کتبخانہ سا ہی

ای ظفر رونا پڑے دولت سے اُسکے عشق مین
جو ہی قطرہ اشک کا موتی کا اک دانہ سا ہی

راہ صحرائے جنون کی جب کہ ہم لینے لگے	ہر قدم ہر خار صحرائے جنون لینے لگے
ذائقے سب ہوگئے معلوم دل کی لاگ سے	جب غزالے ہم نہ کہہ کے چشم نم لینے لگے
اور بھڑکی آتش غم اور دل جلنے لگا	سانس جو ہم ٹھنڈی ٹھنڈی دمبدم لینے لگے

جلد اول دیوان ظفر

مین وہ سیاہ کار و سیہ رو ہون بتو مین

شغل مین دل کے جو مشغول ہی اپنے ہردم	اس سے بہتر ہی کہ جو شاغل آئینہ ہی

اُس کا رخ آئینہ مین دیکھ کے حیران ہون مین
کیونکہ آئینہ ظفر داخل آئینہ ہی

ملک فنا اور ہی ملک بقا اور ہی	یہان کی ہوا اور ہی وہان کی ہوا اور ہی
زندگی و مرگ کا ذائقہ مین کیا کہون	اُس کا مزا اور ہی اسکا مزا اور ہی
قالب بے صفا سے کیا آئینہ رو کش ہو خاک	اُسمین صفا اور ہی اسمین صفا اور ہی
ہو ترے بیمار کا چارہ طبیبون سے کیا	اُسکو مرض اور ہی اُسکی دوا اور ہی
میر الموپانوٴن سے مل کے چھپتا ہے ہو کیا	سرخی خون اور ہی رنگ حنا اور ہی
نالۂ ذی مین کہان دل کی فغان کا اثر	اُسکی صدا اور ہی اُسکی صدا اور ہی

اُسکے ستم کو ظفر کیون کہ ادا چاہیے
طرز ستم اور ہی طرز ادا اور ہی

لیٹی ہی یہ جو آتش عصیان وجود سے	ٹھنڈی نہ ہوویگی مگر آب سجود سے
مٹ جائیگی نمود تری دم مین ای حباب	کیون باندھتا ہی اپنی ہوا تو نمود سے
ظالم نہ کھول تو رخ روشن پہ اپنے زلف	تاریک کر جہان نہ مرے دل کو دود سے
سودائے عشق مین وہی ہوتا ہی کامیاب	بہتر زیان کو اپنے جو سمجھے ہی سود سے
دیکھی ہی جس نے گردش چشم سیہ تری	ڈرتا نہین وہ گردش چرخ کبود سے

ہو پیار ہی سے سمجھ کر جان جانا چاہیے
کار دنیا بھی ظفر ...

کشتہ ناز دعا دے سارے مجھے
اثر سا ماکو رہین سے سوال کی

رہی اتنی بھی طاقت و تاب نہین کہ زمین سے اب اٹھے یہ خاک نشین
ترے کوچے کی سمت بلا سے کہین جو اگر یہ شوق بہا دے مجھے
کئی زخم تو کھائے پہ آج تلک ملی لذت عشق نہ زیر فلک
مرے زخم جگر پہ چھڑک کے نمک مزہ عشق و وفا کا چکھا دے مجھے
لگے بات کا میری ٹھکانا کہان کہ جب ایک سخن ہی وہ سحر بیان
کبھی عرش برین پہ چڑھا دے مجھے کبھی فرش زمین پہ گرا دے مجھے
ہو دام علائق جسم اگر کرون گلشن قدس کی سیر ظفر
کوئی ایسا ہو کامل پاک نظر کہ جو قید ہی اس سے چھڑا دے مجھے

دیگر

شوق خار دشت دامنگیر ہی ۔ اور جنون پاے در زنجیر ہی
جذبۂ دل مین جہان تاثیر ہی ۔ بس وہین جب ہی وہین تسخیر ہی
فرق مجھ مین اور مجنون مین نہین ۔ ایک صورت ایک سی تصویر ہی
کیا شگفتہ کر سکے بادِ بہار ۔ دل نہین یہ غنچۂ دلگیر ہی
غفلت دنیا ہی خواب اے غافلو ۔ عاقبت اس خواب کی تعبیر ہی
مصحفِ رخ پر ترے خط ہی کہان ۔ وہ کلام اللہ یہ تفسیر ہی
دل سمجھ جائے ہمارا ناصحا ۔ دیکھین کیسی آپ کی تقریر ہی

مرگ ہی صحت ہی اُسکی مرگ ہی اسکا علاج
عشق کا بیمار کیا جانے دوا کیا چیز ہی

دل مرا بیٹھا ہی لیکر پھر مجھی سے وہ نگار
پوچھتا ہی ہاتھوں مین میرے بتا کیا چیز ہی

خاک سے پیدا ہوئے ہین دیکھو رنگا رنگ گل
ہی تو یہ ناچیز لیکن اسمین کیا کیا چیز ہی

جسکی تجھکو جستجو ہی وہ تجھی مین ہی ظفر
ڈھونڈھتا پھر پھر کے تو پھر جا بجا کیا چیز ہی

دوستی مین جسکی اپنی جان پر ای دل بنی
وہ بھی دشمن بنگیا افسوس کیا مشکل بنی

ہوگئے اس آرزو مین سیکڑون شمشیر زن
تیرے ابرو سی نہ کوئی تیغ ای قاتل بنی

کوہکن کا کام کیا پھوڑنا کاٹے ہی وہ
ہان مگر چھاتی پہ رکھنے کو کوئی ہی سل بنی

ملک ہستی سے ہوئے جو راہ پیمائے عدم
کچھ نہین معلوم اُنپر کیا سر منزل بنی

آدمی ہونے سے ہوتے کاش ہم وہی سنگ ہم
جس سے اُسکی تختی تعویذ ہمائل بنی

اس عداوت گاہ مین ہی ہر درستی پر شکست
جو بنی یہان ہے بگڑنے ہی کے وہ قابل بنی

محو حیرت ای ظفر ہو وین نہ کس صورت سے ہم
آرسی اب اُس پری رخسار کی مائل بنی

جب وہ غسل اُسکے گیسو آب مین لہرائینگے
موج بنکر سانپ سے تالاب مین لہرائینگے

اُسکے خط سبز سے سر سبز ہونے کے نہین
لاکھ سبزے گلشن شاداب مین لہرائینگے

اُس رخ روشن پہ گر زلفین ہوا سے ہل گئین
خوب کالے جلوۂ مہتاب مین لہرائینگے

[illegible]

بزرنگ غنچہ و گل اس چمن مین آسکے جو دیکھا
دل شگفتہ پہلے خاطر مسرور پیچھے ہی
ظفر کیونکر مبدل ہو سکے تقدیر کا لکھا
کہ جو منصور پہلے تھا وہی منصور پیچھے ہی

دیگر

ترا خیال نہ بھولے خیال ہی تو یہ ہی
زہے خیال کو راہ وصال ہی تو یہ ہی
مثال آئینہ ہم سے کبھی ہوا نہ جدا
ہمارے دل مین جو گرد ملال ہی تو یہ ہی
دکھا دے تو رخ تابندہ و خم ابرو
کہ ماہ ہی تو یہ ہی اور ہلال ہی تو یہ ہی
اُتارین دختر رز کو نہ کیونکہ شیشہ مین
خرابی ڈالنے والی چھنال ہی تو یہ ہی
گرے ہی قتل مین سر کی تری شمشیر
جھکائے کیونکہ نہ سر انفعال ہی تو یہ ہی
دکھائے گر نہ کنعان کو جلوہ تو اپنا
تو وہ کہے کہ جو حسن و جمال ہی تو یہ ہی
ظفر دم آنکھون مین ہی اور نگاہ جانب در
اب انتظار مین اُسکے جو حال ہی تو یہ ہی

جسکی تصویر ہی یہ سامنے ہم جان گئے
خواب مین دیکھ چکے تھے ابھی پہچان گئے
ہی غضب جوہر شمشیر قضا پر قاتل
چین ابرو کی تری دیکھ کے چین مان گئے
اس گلستان مین ہزارون روش غنچہ و گل
آئے باخاطر دلگیر و پریشان گئے

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

[illegible]

کہاں تھا جورِ ناحق قہر جو کید ار پر ٹوٹا
ظفر ٹوٹی ہوئی ہی وہ تو زنجیر اپنے ہاتھوں کی

نکل کے آنکھوں سے آنسو کچھ آستین پہ ٹکے
اور آستین سے گرے وہ تو پھر زمین پہ ٹکے

پھنسے حلاوتِ دنیا میں کس طرح نہ حریص
مگس کب اُٹھے ہی جب پانوں انگبین پہ ٹکے

اُچھل کے آتشِ سوزان سے بھاگتا ہی سپند
عجب ہی خال ترے رُخ کے آتشین پہ ٹکے

زمین پہ ہاتھ سے دنیا کے ٹِک سکے نہ مسیح
اور اتنے دن جو سکے چرخِ چارمین پہ ٹکے

یہ خانہ باغ ہی موجود سینہ پر داغ
جو سیر دیکھیے تو وہ دل کی شہ نشین پہ ٹکے

مجال اتنی مرے مرغِ نامہ بر کو کہاں
کہ اُسکا پنجہ ذرا بام مہ جبین پہ ٹکے

وہ مضطرب ہوں کہ مانند موج بر سرِ آب
کوئی نہ حرف مرے نام کا نگین پہ ٹکے

جو تجھ سے ہوں وہ مقابل صبا کے کہدے ہاں
کہ وہ نہ پھول اک سر نسرین و یاسمین پہ ٹکے

کبھی نہ لغزشِ پا ہووے استقامت کو
اگر عصائے توکل رہ یقین پہ ٹکے

نہ کھینچے سر بفلک کیونکہ وہ ظفر جسکا
سرِ نیاز قدم گاہ فخرِ دین پہ ٹکے

پاس جانان کے کہا کسنے کہ جانا منع ہی
دل کو پر اُس دشمنِ جان سے لگانا منع ہی

ہو کے سرکش گر پڑا فوارہ آخر سر کے بل
جھک کے چلنا چاہیے یہاں سر اُٹھانا منع ہی

گل کھلایا تازہ یہ خونِ شہیدِ ناز نے
ہوں نہ جبتک پھول اُن آنکھوں یہاں کھانا منع ہی

[illegible]

[illegible]

ایک دو دو ہین دو چار ہین ایسے ہوتے

دیگر

جب سوچتا ہون کہ وہ تند خو ہی
تو گلستان مین گل کو یون [illegible]

[illegible]

چہرۂ ساقی جو ہوگا عکس افگن ای ظفر
صاف ساغر سے پری بنکر شراب اڑ جائیگی

دیگر

ان سے اگر کسی دن ہو گفتگو ہماری
تقریر سے پھر تو کیا کیا ہو دو بدو ہماری

اس شوخ نازنین کے مقتول ناز ہین جو
تربت پہ جائے سبزہ ہو ناز بو ہماری

شب تجھ بن اشک خون سے روئے ہین بسکہ ہم
ٹپکے ہی آستین سے اب تک لہو ہماری

عشق و جنون کی ہمکو منظور ہو رفاقت
ای عقل اب نہ ہم ہین تیرے نہ تو ہماری

ہم خاک ہنسکو ملتے ہین خاکسار اپنے
جون آئینہ اسی مین ہی آبرو ہماری

تم ہو گئے لاکھو برہم چھیڑین جو زلف کو ہم
گر وہ ہی خو تمھاری تو یہ ہی خو ہماری

پایا تو اسکو ہمنے دل کے مکان مین پایا
دیر و حرم مین بیجا تھی جستجو ہماری

نازان ہی غیر ناحق اپنی مصاحبت پر
رہتی تھی یون ہی صحبت اُنسے کبھو ہماری

اُس گل کے تا بدامن پہونچے نہ ای صبا ہم
برباد خاک تونے کی کو بکو ہماری

سر جا ہی پہونچا اپنا قدمون پہ فخر دین کے
بر آئی ای ظفر تھی جو آرزو ہماری

جیسے ہم یار وفادار ہین ایسے ہوتے
جیسے تم شوخ جفاکار ہین ایسے ہوتے

رفتہ رفتہ تری رفتار سے ہو خنجر پیا
ہمکو معلوم کچھ آثار ہین ایسے ہوتے

[illegible]

[illegible]

خوشبو ترے پسینے کی مین کیا کہون کہ ہر
ہر قطرہ ایک شیشہ لبالب گلاب سے

بیتاب ہجر کا ہی کہ یون لوٹتی تھی برق
سیکھی ہی یہ ہمارے دل پر اضطراب سے

تم جھاڑو دو نہا کے ذرا اپنے سر کے بال
پھر دیکھو کیا برستے ہین موتی سحاب سے

کرتا ہی قتل وقت جواب سخن مجھے
ہنس دینا اُنکا اور نہ کہنا حجاب سے

مارسیہ سے ڈر نہین اتنا کہ جس قدر
ڈرتا ہون اُسکے طرہ پر پیچ و تاب سے

گر ساتھ سوز عشق رہے بعد مرگ بھی
کوئی نہین عذاب سوا اس عذاب سے

ابتک خمار آنکھون سے جاتا نہین ظفر
لپٹے تھے رات خواب مین کس مست خواب سے

یہ دیوانہ ہی دل جو اُنکے ملنے کو ترستا ہی
کہ ظاہر کی ہی دوری ورنہ وہ پاس بستا ہی

مجھے رونا تو یہ ہی مثل شبنم ای گل خندان
کہ جب روتا ہون تیرے روبرو تو تو ہنستا ہی

اوڑا لائی ہوا ابر دیہ وہ زلف عنبر افشان
طرف قبلہ کے دیکھو ابر رحمت کیا برستا ہی

جو دیکھا ہی مزار کشتہ چشم مفتن کو
کہ جب دیکھو سر بالین عجب نرگس کا دستا ہی

اگر ہوش و خرد دیگر وہ تار زلف ہاتھ آوے
پھنسو ڑا ہی دل کہ یہ سودا تجھے سستا ہی

لکھا خط مین نے قاصد اس لیے خط شکستہ مین
کہ تا معلوم ہووے اُسکو حال دل شکستہ ہی

ظفر کیا پوچھتا ہی راہ مجھسے اُسکے ملنے کی
ارادہ ہو اگر تیرا تو ہر جانب سے رستا ہی

[illegible]

زلف ای کافر تری ہی کیا کمند فتنہ بند ۔ ہر گرہ مین ہی دل شوریدہ سر باندھے ہوے

معنی تازہ کی رہتی ہی ہمین ہر دم تلاش
باندھتے ہین ہم کوئی مضمون ظفر باندھے ہوے

کافر تجھے اللہ نے صورت تو پری دی ۔ پر حیف ترے دل مین محبت نہ ذری دی
دی تو نے مجھے سلطنت بحر و بری عشق ۔ ہونٹون کو جو خشکی تری آنکھون کو تری دی
خال لب شیرین کا دیا بوسہ کب اُسنے ۔ اک چاٹ لگانے کو مرے نیشکری دی
کافر ترے سودا سر زلف نے مجھکو ۔ کیا کیا نہ پریشانی و آشفتہ سری دی
محنت سے ہی عظمت کہ زمانے مین نگین کو ۔ بے کاوش سینہ نہ کبھی ناموری دی
صیاد نے دی رخصت پرواز پر افسوس ۔ تو نے نہ اجازت مجھے بے بال و پری دی
کہنا ترا کچھ سوختہ جان پہ یک اجل نے ۔ فرصت نہ اُسے مثل چراغ سحری دی
قسام ازل نے نہ رکھا ہمکو بھی محروم ۔ گرچہ نہ دیا کوئی ہنر بے ہنری دی
اس چشم مین ہی سرمہ کا دنبالہ آشوب ۔ کیون ہاتھ مین بدمست کے بندوق بھری دی
دل دیکے کیا ہمنے تری زلف کا سودا ۔ اک آپ بلا اپنے لیے مول خریدی

ساقی نے دیا کیا مجھے اک ساغر سرشار
گویا کہ دو عالم سے ظفر بے خبری دی

ہی دوپٹہ سرخ جو وہ رشک گل اوڑھے ہوے ۔ باغ مین گل برقع خجلت مین گل اوڑھے ہوے

ظفر لب خشک ہین تو دیدہ ہی نم دیدہ عاشق کا
زمین ہی اس خرابی کی کہین سوکھی کہین گیلی

دل اتنا طیش مین کیون لا کے تو بگڑتا ہی
کہ جوش کھا کے جگر مین لہو بگڑتا ہی

چمن مین کہدو نہ چلا کے عندلیب اتنا
کہ خوش گلو ہی وہ اُسکا گلو بگڑتا ہی

جو ہاتھ بھی کر آتا ہی نسخہ اکسیر
نصیب سے کبھو ہنستا کبھو بگڑتا ہی

سوال بوسہ کرون کیا بگاڑ مین اس سے
کہ اور سنکے وہ یہ گفتگو بگڑتا ہی

جو رو بروے کے بولے تو مُنھ بگڑ جاے
تمھارے سامنے کیا کیا عدو بگڑتا ہی

گیا نہ بعد فنا بھی بگاڑ قسمت کا
کہ میری خاک سے بنکر سبو بگڑتا ہی

خدا نہ دے تجھے ناخن جنون ترے ہاتھون
ہمیشہ چاک جگر کا رفو بگڑتا ہی

سنوار بیٹھا ہوا زلف تو تجھے کیا کام
کسو کا کام گر ای حیلہ جو بگڑتا ہی

خدا ہی ہو کہ بنے اُس سے ای ظفر اپنی
کہ بات بات پہ وہ تند خو بگڑتا ہی

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہی تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
بیقراری تجھے ای دل کبھی ایسی تو نہ تھی

اُسکی آنکھون نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

عکس رخسار نے کس کے ہی تجھے چمکایا
تاب تجھ مین مہ کامل کبھی ایسی تو نہ تھی

راہ ہستی و عدم اک دم مین طی ہو شین قدم	ذرہ چمکانے جو سیر کا گرم جولانی مجھے

ایک جہان زیر نگین ہی میرے داغ عشق سے
ای ظفر کیا چاہیے مہر سلیمانی مجھے

تیرے حق مین اُسکی یہ تدبیر کیا خالی پڑی	تیر کیا خالی پڑا شمشیر بھی خالی پڑی
کیا نکل بھاگا ترے دیوانے زندان سے کہ ہی	طوق بھی خالی پڑا زنجیر بھی خالی پڑی
فائدہ ہوویگا کیا تو دوا مین ای طبیب	اُسکی گر لی خاک پا اکسیر بھی خالی پڑی
تیشۂ آہ سحر سے کیا نہ ٹوٹا کوہ غم	بلکہ ضرب دستگیر بھی خالی پڑی
مدرسے مین عشق کے ہی اور ہی کتاب	شرح بھی بیکار ہی تفسیر بھی خالی پڑی
نے جواب خط ملا قاصد کو نے منہ سے جواب	ساتھ دہان تقریر کے تحریر بھی خالی پڑی
گاہ دیکھا منعم نے مال و زر سے گور بھی	اور کبھی دیکھا کہ ہی تعمیر بھی خالی پڑی
کر گیا جسدم سے وہ ناوک فگن پہلو تہی	ہی مرے پہلو مین جانے تیر بھی خالی پڑی

شاہد مقصود ہی کس کی بغل مین ای ظفر
دیکھ ہی آغوش چرخ پیر بھی خالی پڑی

دیگر

وان ارادہ آج اُس قاتل کے دل مین اور ہی
اور یہان کچھ آرزو بسمل کے دل مین اور ہی

دیگر

وہ مانگ جبکہ نکالے ہے سر کے بالوں کی
کمان ابر میں کیا خوشنما نکلتی ہے

کہاں ہے تاب و تواں یہ کہ دل سے نکلے ہے
نکلتی بھی ہے تو لیکر عصا نکلتی ہے

نسیم خلد یہ کرتی ہے کس طرح کا ناز
تری گلی سے جو ہو کر صبا نکلتی ہے

کہوں میں کیا ترے احسان تیغ اے قاتل
کہ زخم زخم کے منھ سے دعا نکلتی ہے

بھری ہے دل میں کسی کے جو اسکی حسرت وصل
نہ جیتے جی نہ وہ بعد فنا نکلتی ہے

ظفر چھپانے سے کیونکر چھپے یہ سوز دروں
کہ زخم سینہ سے آتش سدا نکلتی ہے

چل گیا کوئی ترا تیر نظر اور بھی ہے
آج اک زخم سر زخم جگر اور بھی ہے

مجھ سے کیا پوچھتے ہو غم سے ہی پوچھو میرے
جیسا میں غمزدہ ہوں کوئی بشر اور بھی ہے

قید ہو جائیگا قاصد ہی کہ ڈر کیا ہے مجھے
خط بھی پکڑا گیا ہو یہ خطر اور بھی ہے

جی میں ہے ابر کو میں اپنا دکھاؤں رونا
کہ وہ جانے کوئی با دیدۂ تر اور بھی ہے

چہ شدا صد سے نزاکت کہ اگر زلف کا عکس
بوجھ ڈالے تو لچکتی وہ کمر اور بھی ہے

گذرے دنیا سے تو کیا گر نہ خودی سے گذرے
ابھی در پیش ہمیں ایک سفر اور بھی ہے

کہا مجنوں نے بگولے سے اڑا خاک نہ تو
آج اس دشت میں اک خاک بسر اور بھی ہے

اسنے کس لطف سے پوچھا دم بسمل مجھ سے
کہہ دو کچھ دل میں تمنا ترے گر اور بھی ہے

ہم انھیں لینے کو جائینگے وہ آئیں کہ نہ آئیں
ابکی بار ہی تو ارادہ یہ ظفر اور بھی ہے

تصور سے سوا دیکھا نہ کوئی راہبر کامل
جہان در پردہ تھا یار وہان بے پردہ ہم پہونچے

کہا نامے مین رکھ کر مین نے لعل لخت دل اپنا
کہ ای قاصد مری جانب سے اسکو یہ رقم پہونچے

دم گم گشتگی پہونچے نہ میری گرد کو عنقا
وہ گو معمورہ ہستی سے تا ملک عدم پہونچے

بلا زلفین فسون آنکھین نگہ فتنہ ادا آفت
پری مکھڑا قیامت قد غضب بازو ستم پہونچے

ظفر کیا پوچھتا ہی اُس سراپا ناز کا عالم
یہ زیبائی وہ رعنائی بھلا کس کس کو ہم پہونچے

دیگر

ہر سر مژگان نظر لخت جگر آنے لگے
ان درختون مین ثمر کیا طرفہ تر آنے لگے

پیکر رونے سے ہنسی اُنکو اگر آنے لگے
ایک عالم برق و باران کا نظر آنے لگے

اشک آوے یاد مژ پر شور ہے کوئی اُٹھے
پر کچھ ایسا ہو کہ دل کی خبر آنے لگے

تجھ پہ عاشق ہو کے ہم سے ایسی ہوئی بیٹھا تھی
نقش یہ غش ہر دم ہین ای عشوہ گر آنے لگے

ایک پرچہ بھی نہ آتا تھا پر اب ہی کچھ خبر
خط جو نے لے کر تو اتر نامہ بر آنے لگے

جلد اول دیوان ظفر

کیا بدست ہمکو جب سے چشم مست ساقی نے	نظر یہان خواب مین بھی شیشہ و پیمانہ آتا ہی

جو تجھے کفش پا سے فخر دین کو تاج سر اپنا
پسند اسکو ظفر کب افسر شاہانہ آتا ہی

دیگر

ہاے ان آنکھون کی بیری کیا وہ بینائی ہوئی
چھپ گئی آنکھون سے اک صورت نظر آئی ہوئی

ہی جہان تیرے لب لعلین کا ای قاتل شہید
جامہ پرخون سے نعش اسکی ہی کفنائی ہوئی

تیری صورت جام کی ہی جام می کا دور ہی
تجکو گردش اس لیے ای چرخ مینائی ہوئی

عارض روشن دکھایا کسنے جلکے رشک سے
روشنی ہی شمع محفل تیری کجلائی ہوئی

رقص بسمل ہووے اور نغمہ بھی ہو فریاد دل
جاسنے جب قاتل کہ ہان کچھ محفل آرائی ہوئی

آئینہ جب دیکھتا ہی یار زلفین کھول کر
دیکھتا ہون صاف دریا پر گھٹا چھائی ہوئی

[illegible]

مجکو نہ گریبان سے نہ دامان سے گلہ ہی	پر دست جنون کو تن عریان سے گلہ ہی
دیکھی نہ کبھی خواب مین بھی زلف پریشان	آنکھون کو مرے خواب پریشان سے گلہ ہی
دو پھول بھی لایا نہ سر گور شہیدان	تا حشر یہ اس نشک گلستان سے گلہ ہی
شکوہ نہین بسمل کو ترے تیغ قضا سے	البتہ تری خنجر مژگان سے گلہ ہی
مین زلف و رخ یار سے رکھتا ہون شکایت	ہندو سے نہ شکوہ نہ مسلمان سے گلہ ہی
شکوہ ہی اگر مجکو تو وحشت سے ہی اپنی	نہ دشت سے نے خانۂ زندان سے گلہ ہی

رو رو کے کیا راز دل اُسنے ہی افشا
مجکو ظفر اس دیدۂ گریان سے گلہ ہی

تو نے سب کے دل و دین ای بت بے دین لیے	آپ سے کس نے دیے جس سے لیے چھین لیے
چشم مین اُسکے کہان سرمہ کا دنبالہ ہی	دل حذر کر کہ یہ ہی مست قرابین لیے
گالیان دین ہمین ہر بوسہ پہ اُسنے دو چار	بوسہ اُسکے دہن و لب کے جو دو تین لیے
کون دل شاد گیا غمکدۂ دنیا سے	جو گیا یہانسے گیا خاطر غمگین لیے
لسنے دامن مین بجائے گل تر پارۂ دل	ہین ہمیشہ چمن عشق مین گل چین لیے
دل لیا پنجۂ مژگان مین تری چشم نے یون	جسطرح صید کو جنگل مین ہو شاہین لیے

ای ظفر بحر تفکر مین لگا کر غوطہ
ہم نکلتے نہین بے در مضامین لیے

جلوہ ہو ... ای ظفر گر صاف دل کا آئینہ
اُسکی صورت صاف اُسمین بے تکلف نظر آئے گا

جلد اول دیوان ظفر

ردیف ی

[illegible]

انصاف

انصاف کی آنکھوں سے دیکھا جو ظفر نے
دو چار سے بہتر ہے دو چار سے بدتر ہے

آشنا ہو تو آشنا سمجھے
ہو جو نا آشنا تو کیا سمجھے

ہم اسی کو بھلا سمجھتے ہیں
آپ کو جو کوئی برا سمجھے

وصل ہی تو جو سمجھے اس سے وصل
تو جدا ہی اگر جدا سمجھے

زہر دیوے جو اپنے ہاتھ سے تو
تیرا بیمار غم دوا سمجھے

تو ہی کعبہ میں تو ہی بتکدہ میں
ہے وہ مشرک جو دوسرا سمجھے

ہو وہ بیگانہ ایک عالم سے
جسکو اپنا وہ دلربا سمجھے

اے ظفر وہ کبھی نہ گمراہ ہو
جو محبت کو رہنما سمجھے

تو جو کانٹا چمن میں گل کتر کر پھینک دے
اپنے پر منقار سے بلبل کتر کر پھینک دے

باغ میں آوے جو تو اپنی کتر کر بیڑیاں
موے زلف اپنے ابھی سنبل کتر کر پھینک دے

یوں اڑا دیتے ہیں سر عاشق کا وہ بیداد گر
شمع کا گلگیر جیسے گل کتر کر پھینک دے

گر ہمیں سوز اپنی برق و نالہ ہوگی عندلیب
جل کے خاکستر ہزارون آشیانے ہوئینگے

سبحہ گردانی کرینگے عشق مین آنکھون سے ہم
تار مژگان مین جو کچھ پھولون کے دانے ہوئینگے

شام ہی سے رہ جو کھٹکے دیکھو میرا حال نزع
گھر مین یان گھی کے چراغ انکے جلانے ہوئینگے

سنکے ای قاصد جو وہ چپکے ہے پیغام وصل
ڈھونڈتے دل مین نہ آئینگے بہانے ہوئینگے

اپنے انجم مجھکو دکھلا کر فلک کہتا ہے دیکھ
عشق مین اتنے ہی تجھکو داغ کھانے ہوئینگے

آدم خاکی مین ہے جو یہ زر حسن ای ظفر
کر دیے اس خاک مین پنہان خزانے ہوئینگے

برآر روشنی دل ہے جو دل مین داغ اوسکے
درون خانہ تاریک ہے چراغ اوسکے

بہار دیکھ لگا اپنے دست و پا مین حنا
نہین ہے اس سے تماشائے چار باغ اوسکے

مجھے دکھا کے فدا اپنی چشم میگون تو
کہ میرے حق مین ہے ساقی یہی ایاغ اوسکے

زیادہ رتبہ بد کو ہو خوش کلام سے کیا
کہ ہو سکے کبھو طوطی سے کیونکہ زاغ اوسکے

نہ وہ ملا نہ ملے گا سوا کوچہ زلف
جو ہے نہان دل گم گشتہ کا سراغ اوسکے

سمجھ نہ سلطنت جم سے کم قناعت کو
ہزار ملک سے یک گوشہ فراغ اوسکے

ظفر ہو کیون کہ نہ عالم پسند تیرا سخن
کہ تیرا فکر رسا دل صفا دماغ اوسکے

خط سبز اسکا گیا زیب ذقن ہے
برنگ کعبہ جنت کا چمن ہے

داغ حسرت جو دل فرمانبر جانان پہ ہی
عشق کی مہر تزک فرمان والاشان پہ ہی

ہینسے جانا آج پھر آیا ہی عقرب مین قمر
اس طریقے سے کہ زلف اسکی رخ تابان پہ ہی

دیکھ پیشانی پہ جنبان تیر اُسکا یہ چین
مہر سہر گردان سدا گردون گردان پہ ہی

ابر تو بھی مانگ دھوتی کہ سقراض صبا
دیکھو تو کیا کیا کترتی ابر گیستان پہ ہی

یار کی اعل حیات افزا پہ دیکھو خط سبز
خضر آپہونچا یہ گویا چشمۂ حیوان پہ ہی

ناتوانی سے گران ہی وہ بھی مجنون کو ترے
تار آنسو کا اگر کوئی تن عریان پہ ہی

اک تبسم سے کریگا تیرا سو ٹکڑے جگر
غنچہ تو کس منہو سے ہنستا ابن خندان پہ ہی

جسکی گردن پر پھرا مانگا نہ پانی اس نے پھر
آبداری ختم تیرے خنجر بران پہ ہی

ہی تو مشت خاک یہ ناچیز پر کچھ چیز ہی
ای ظفر جس سے فرشتون کو بھی رشک انسان پہ ہی

زندہ یون عشق مین ہین مائل گیسو جلتے
جسطرح سے کہ پس از مرگ ہین ہندو جلتے

گرمی دل سے ہین یہ سینہ و پہلو جلتے
کہ نکلتے مری آنکھون سے ہین آنسو جلتے

آدمی میرا ترے گھر مین کہان جاکے کرو ان
پر فرشتون کے ہین وان شوخ پری رو جلتے

پارۂ دل کو ہوا گریہ سے مژگان پہ فروغ
دیکھو پانی سے چراغان ہین لب جو جلتے

شعلے سے برق تلک شمع سے خورشید تلک
دیکھو کر سب ہین یہ تیرا رخ نیکو جلتے

سرد ہو گرمی بازار تری ای خورشید
داغ سینہ مین مرے دیکھے اگر تو جلتے

ڈر ہی خوبان کمان ابرو سے یہ ناوک فگن
تیر مژگان دل پہ ہین سو سو برابر مارتے

پاس خاطر تھا اسیری میں ہمین صیاد کا
ورنہ ہوتا دام سو ٹکڑے اگر پر مارتے

سرکشی کرتے تھے تیر رو برو ای شمع جو
شمع کو محفل میں یان گردن پہ کیونکر مارتے

فتنۂ محشر ہزارون ہیں پا افتادہ ترے
پر نہیں ہند ارسے وہ ایک ٹھوکر مارتے

دم بدم کرتا ہی ہمیں تیز تو تیغ ستم
اور پھر گز ہم نہیں دم ای ستمگر مارتے

کچھ تو منھ کھولا ترے آگے کہ جھوکے بادِ صبا
ہن طپانچے دمبدم منھ کے برابر مارتے

خیر گذری تو نے دکھلائی نہ اپنی چشم مست
ورنہ میکش شیشہ اب ساقی کے ساغر مارتے

لکھے تو ایسی غزل کوئی قلم برداشتہ
ای ظفر لاف سخن ہیں کیا سخنور مارتے

دیگر

یہان تدبیر گشت و خون و قصد ظلم رانی ہی
یہان ہی صبر و شکر اور آرزوے جانفشانی ہی

نہیں ہم ڈرتے گر قاتل کو قصد تیغ رانی ہی
ہمین پاس وفا ہی جان دینی شادمانی ہی

تری آب دم شمشیر آب زندگانی ہی
شہیدون کے لیے تیرے حیات جاودانی ہی

بجا ہر کہتے ہیں دیکھ اُسکی چین ابرو پر خم — کہ یہ جوہر بھلا کاہیکو تیغ اصفہان پر ہی

نظر سے جھڑکی کب دیکھتے ہیں خاکساروں کو — دماغ ان مہ جبینوں کا ہمیشہ آسمان پر ہی

پھنسایا تونے دل کیا طرۂ شمشاد میں قمری — ہماری جان ہی جاتی کسی سرو روان پر ہی

یہی ہی عین ایمان طاق سمجھو عشق میں اُسکو — رکھا ایمان جسنے طاق ابروے بتان پر ہی

قفس سے چھوڑتا ہی جبکہ اُڑنیکی نہیں طاقت — ستم صیاد کیا کرتا اسیر ناتوان پر ہی

پہونچتا ہی جہان پیک تصور اپنا در پردہ — پرندہ مار سکتا ہی پر پروکی وہان پر ہی

کرے ہی ناز کیا کیا سرفرازی پر محبت کی — شہید ناز کا تیرے جو سر نوک سنان پر ہی

نہ کعبہ سے غرض نے بتکدہ سے کام ہی اُسکو
جھکایا ای ظفر سر جسنے دل کی آستان پر ہی

حضرت دل عشق کے رنج و تعب میں پڑ گئے — ہی غضب بیٹھے بٹھائے کس غضب میں پڑ گئے

اوس نے کیسی قہر کی آنکھوں سے دیکھا آئینہ — تہلکے یکبارگی شہر حلب میں پڑ گئے

کار دنیا ہووے یا ہو کار دین محنت ہی شرط — اُنسے کیا ہوگا کہ جو عیش و طرب میں پڑ گئے

جلے سوز دل کہ میں سرو چراغان بنگیا — داغ اتنے میرے تن پر ایک شب میں پڑ گئے

کیوں اُدھر چشم عنایت سے نہیں پڑتی نظر — پڑ گئے کیا آنکھوں پہ رنج نے سبب میں پڑ گئے

ای محبت دور ہی مطلب کی منزل اور یہان — چلتے چلتے آبلے پائے طلب میں پڑ گئے

عقدۂ دشوار ہی ای دل یہ کھلنے کا نہیں — آپ کیوں فکر دہان غنچہ لب میں پڑ گئے

[illegible] جان ناتوان لب [illegible]

بجھاؤن تیری آنکھون سے دل اپنا کیونکر او	نہین چلتی کوئی تدبیر ان آنکھون کے آگے ہی

نہین ہی اعتبار گلشن ہستی کہ رنگ اسکا
ہوا کیا کیا ظفر تغیر ان آنکھون کے آگے ہی

اُن سے شب جو ابہین ہوتی جو ملاقاتی ہی	صبح بھی چشم تصور مین مگر رات سی ہی
سوزش عشق مین آنکھون سے روان ہین آنسو	عین گرمی بھی مرے واسطے برساتی ہی
زندہ کر دینا دل مردہ کا اے عیسی دم	آگے تیرے لب جان بخش کے اک بات سی ہی
روک سکتا نہین ہین اپنی درفشانی تنک	کہ بدولت ترے اے عشق یہ خیرات سی ہی
صید کرنیکو مرے دل کے وہ چشم قاتل	دیکھیے کیا ہو لگائے ہوئے پھر گھات سی ہی
کوئی ہشیار نہین جو ہی سرمست و خراب	بزم دنیا عجب اک بزم خرابات سی ہی

جنکو ہر لحظہ و ہر دم ہی الے اللہ رجوع
بات بھی اُنکی ظفر ایک مناجات سی ہی

دیگر

خط و پیغام اُنکو نامہ بر پہونچا ہی جائین گے
پہونچکر لاکو ڈھب سے وہان خبر پہونچا ہی جائین گے
نچھوڑا ہی نچھوڑینگے ہم اُنکی زلف کا سودا
بلا سے وہ اگر ہمکو ضرر پہونچا ہی جائین گے

[illegible]

جائینگے محکمہ میں اگر تیرے دادخواہ
مایوس لیکے ہاتھوں میں محضر پھر آئینگے

جسکو وہ منھ لگائینگے ہنگام میکشی
کیا کیا اُسے وہ صورتِ ساغر پھرائینگے

ہرجائی پن ہے اپنی یہ خورشید رو ہمیں
مانند ماہ شہر میں گھر گھر پھرائینگے

گویا خدا انکے گھر سے پھرینگے وہ ای صنم
جتنے کہ تیرے کوے سے جاکر پھر آئینگے

چھوٹینگے ہار سے سر نالہ کے دیکھنا
پھرکی کی طرح کو بکو پھر کر پھر آئینگے

وصل اُسکا آبِ خضر ظفر ہو کہان نصیب
پیاسے بہت مثالِ سکندر پھر آئینگے

ضبط نالہ ہی ادھو گرمی اُدھر پہنچیہی گی
دل کو ایسی راہ ہی اُن کی خبر پہونچیہی گی

مثل شمع صبحدم ہو ویگا ٹھنڈا آفتاب
ٹھنڈی ٹھنڈی گر ہوائی آہ سحر پہونچیہی گی

دور ہی گرچہ نگاہِ چشم ظاہر بین سے یار
دور بین دل ہے مگر میری نظر پہونچیہی گی

کچھ اگر تاثیر رکھتا ہی ترا مضمون شوق
تجھسے وان پہلے خبر ای نامہ بر پہونچیہی گی

برق تو ہنستی ہی کیا دیکھ اپنے دامن کو بچا
آسمان پر اپنی آہِ پر شرر پہونچیہی گی

بال بھی رکھتا نہیں پر اس گلی میں میری خاک
دیکھنا چڑھ کر ہوا کے دوش پر پہونچیہی گی

فخر دین فخر جہان کی دولتِ الطاف سے
دولت ہر دو جہان تمکو ظفر پہونچیہی گی

دیگر

دیگر
دل یہ آزردہ خاطر [illegible] جیسا تھا
ویسا ہی ہے
[illegible] ظفر [illegible] جیسا تھا
ویسا ہی ہے
[illegible] جیسا تھا
ویسا ہی ہے
[illegible] جیسا تھا
ویسا ہی ہے
[illegible] جیسا تھا

دیگر

دھرے ہی دست شانہ چین زلف یار مین اُنگلی
وگرنہ کون دیتا ہی دہان مار مین اُنگلی

کہا مین نے کہ گل سے بھی زیادہ کوئی نازک ہے
اُٹھائی شاخ نے تیری طرف گلزار مین اُنگلی

جنون کو شوق چاک جیب اور یہان ناتوانی ہے
کہ ہل سکتی نہین الجھی جہان یکتار مین اُنگلی

سلائی گر نہین پیکان تو ہی اُس ناوک افگن کا
نہ پھیر اے چارہ گر زخم دل افگار مین اُنگلی

دکھائین جائین گے اپنے جو زیر بار حسرت ہم
دبائے کوہکن دانتون تلے کہسار مین اُنگلی

بتایا تھا کہین اونگلی سے اس نے شاہ خوبان کو
کٹے ہی شمع کی جو حسن کے بازار مین اُنگلی

مجھے کس آنکھ سے دیکھا کہ جو تار شعاعی سے
فلک نے کی ہی چشم مہر پر انوار مین اُنگلی

بلا سے ٹوٹے جو پاؤں دشت وحشت میں ٹوٹے یہ خار جگر کیوں نہ قدم ٹوٹے

پھنسیں ہو رشتے ہیں زلف پرشکن کی عجب کہ شاخ سنبل تر کھا کے پیچ و خم ٹوٹے

دل شکستہ کا احوال اگر کروں تحریر لکھوں نہ حرف بھی تا بہ کہ جیب قلم ٹوٹے

بندھا ہی گریہ عاشق نے ابر تر سے شرط نہ تار آنسوؤں کا دیکھو چشم نم ٹوٹے

الجھ کے زلف سے یوں ٹوٹے موتی مالا کے کہ تارے رات کو اس طرح ہونگے کم ٹوٹے

ترے ہی جام میں ساقی طلسم کیفیت اگر یہ ٹوٹے تو گویا کہ جام جم ٹوٹے

جو شوق بت شکنی ہے تو اپنے نفس کو توڑ کہ ٹوٹے تجھ سے اگر یہ بڑا صنم ٹوٹے

یہاں کے آنے کی اس یار نے قسم کھائی کچھ ایسی بات ظفر ہو کہ یہ قسم ٹوٹے

کیتے تھے جو نازنیں بار ہی گل چھاتی پہ ہے سنگ خارا کا اب انکے فرش گل چھاتی پہ ہے

یاد آتا ہی جہاں چھاتی پہ اسکا لوٹنا طفل اشک آنکھوں سے آتا وہیں ڈھل چھاتی پہ ہے

واسطے اس کے کرتا ہیں پہ چاک جیب داغ جو چھاتی کا ہی جاتا وہ کھل چھاتی پہ ہے

کیا لگا دوں جام مینا منھ میں کب جاتی ہے بوند کرتی بیہوشی روان ہونٹوں سے چل چھاتی پہ ہے

بھول دل کی کچھ نہ پوچھو گرمی دل سے مری شب کی تختی گلی جوں موم گھل چھاتی پہ ہے

سب کا دل ہل جائے ہر جسدم کوئی ماتم زدہ ہاتھ اپنا مارتا با شور وغل چھاتی پہ ہے

وہ عنایت ہو ظفر پر جس سے مست جام بار غم جو اسکی اے شاہ رسل چھاتی پہ ہے

[illegible]

پہنچ دیتا ہے ظفر آرام عقبیٰ کا سبب
آخر بہشت مری راحت مجھے پہنچائیگی

ترا بیمار دل کی ہوس بھی ہوس پر کچھ نہیں چلتی
اگر آگ آہ غم ہوتا اُٹھے اگر ہم جاتے
ہمیں بس بیچ سمجھا اُٹھو اِدھر یا تم جاؤ
پھر آنا جانا ادھر کا ہی قصد انکی عنایت ہے
دل و جان سوزش غم سے پھنکے جاتے ہیں کیا
لگائیگا کوئی کیا آگ انکو ہیری عنا بے

کہ جیسے جانور تڑپے قفس میں کچھ نہیں چلتی
گری ایسی ہی بے بسیوں کیا کہ دم میں کچھ نہیں چلتی
پڑے ہیں ہم کسی ایسے کے بس میں کچھ نہیں چلتی
کسی کی آمد و رفت نفس میں کچھ نہیں چلتی
لگی ہے آگ وہ جس خار و خس میں کچھ نہیں چلتی
کہے گر سو برس تو سو برس میں کچھ نہیں چلتی

ابھی چل جائے سب تدبیر اپنی گر وہ تنہا ہو
ظفر اندیشہ ہائے چند کس میں کچھ نہیں چلتی

تری شمشیر سے گردن یہاں پھیری نہیں جاتی
اگر چہ کھینچی ہے پھر کر نظر وہ پھیر لیں اپنی
نصیحت ہو چکی بس ناصحو کیوں پھیر کچھ آنا ہو
کہے گر اور کوئی تو جواب چکا دیا جائے
ترے بیمار کا یہ حال ہے ناتوانی سے
بلا سے خاک ہو برباد ساری کساروں کی

کہ ہے اقرار سر بازی زبان پھیری نہیں جاتی
وہ ہے چشم مروت جس سے ہاں پھیری نہیں جاتی
جہاں آئی طبیعت مہربان پھیری نہیں جاتی
تمہاری بات اے آرام جان پھیری نہیں جاتی
کہ کروٹ اے مسیحا زبان پھیری نہیں جاتی
سمند ناز کی اُسکے عنان پھیری نہیں جاتی

[illegible]

کاروان حیات سے تن زار
ہی مگر گرد کاروان باقی

سینہ کاوی نکر نگین کہ رہا
کس کا یان نام اور نشان باقی

دم محبت کا زندگی ہی مری
ورنہ ہی مجھ مین دم کہان باقی

کچھ کھٹکتا ہی دل مین ای جراح
کوئی پیکان ہی یا سنان باقی

خال خال اس زمانے مین ہوگا
ای ظفر کوئی نکتہ دان باقی

نہ دل خوشی ہی نہ رنجیدہ سیح تو بس یون ہی
جو یک نفس کبھی وون ہی تو یک نفس یون ہی

فغان سے اپنی دل اہل قافلہ ہی دو نیم
جگر خراش کہان نالۂ جرس یون ہی

قفس کے ٹکڑے اڑادون پھڑک پھڑک کر آج
ارادہ میرا اسیران ہمنفس یون ہی

خدر نکر جو لگے ہاتھون سے اشک قطرہ
نکالا تیرے لیے ہمنے عطر خس یون ہی

کسی کے خال لب شکرین پہ ہی اسے رشک
یہ دونون ہاتھون سے سر پیٹتی مگس یون ہی

یہ سر ہو اور ظفر آستان فخر الدین
اگر ہوس ہی تو کیسی مجھے ہوس یون ہی

جو زخم دل کو مرے صاف کرکے دو ٹانکے
تو اس مین کچھ نمک سودہ بھر کے دو ٹانکے

ہزار تار شعاعی کو تاب دے خورشید
لگین نہ چاک مین جیب سحر کے دو ٹانکے

تمھاری سوزن مژگان سے فائدہ کیا کچھ
جو زخم دل مین نہ تار نظر کے دو ٹانکے

جو یاں کا ذکر وہ دو چار یاروں میں نکالیں گے
تو ہم دل کا بخار اپنے ہزاروں میں نکالیں گے

سراپا شمع ساں جل جائینگے لیکن زباں سے ہم
نہ حرف سوز دل آتش زبانوں میں نکالیں گے

نہیں نکلی یہ حسرت گر ترے آزردہ ہونے کی
تو خاک رہ ساں اسکے وہ ہزاروں میں نکالیں گے

خدا نا خواستہ گر ہوگئے برہم تو پھر گو سے
وہ بیجا ہوں کو بھی تقصیر واروں میں نکالیں گے

محبت کا نہ اس کی اصلا نہ پایا پارساؤں میں
وہ اخلاص اب ہم پارساؤں میں نکالیں گے

نکالیں گے جو دل سے آہ آتشبار ہم اپنے
ہزار شعلے ہیں اور شعلہ شرر ان میں نکالیں گے

ستمگر جان دینگے پر وہی ہم کر دکھائینگے
جو منہ سے بات تیرے جاں نثاروں میں نکالیں گے

جبیں سا پر جسکے افشاں مہ جبیں گر تو دکھائیگا
تو پھر ہم عیب چن چن کر ستاروں میں نکالیں گے

ظفر ہم چشم پوشی دیدہ و دانستہ کرتے ہیں
وگرنہ کام سب اپنے اشاروں میں نکالیں گے

سیفی اے قاتل تری تصویر منہ میں بن گئی
قتل کو میری زباں شمشیر منہ میں بن گئی

آہ دل میں پر اثر تھی پر مری تقدیر سے
کیا کروں میں آکے بے تاثیر منہ میں بن گئی

کہتا اُنکے روبرو کیا میں کہ حیرت سے زباں
شکل برگ غنچہ تصویر منہ میں بن گئی

بات اب وہ منہ سے جو کرتا ہی تو آگے ہو رہا
پان کی مسی کی کیا تحریر منہ میں بن گئی

شمع میں گرمی نہ تھی جو کھا گیا شعلہ کہ تو
گل کی گویا سہی نہ اے گلگیر منہ میں بن گئی

پرورش کو طفل غنچہ کی ہی دایہ بہار
بوند شبنم کی ہر رنگ شیر منہ میں بن گئی

گر پڑے پانؤن پہ مثل سایہ اس خوش قد کے سرو
کیا مجال اُٹھ کے کھڑے ہوئے قدم گاڑے ہوئے

حسرت و درد و الم رنج و تعب اندوہ و یاس
ساتھ دل کے دیکھا مین نے جمع کیا دھاڑے ہوئے

تھے عدم مین جب تلک واقف نہ تھے جھگڑون سے ہم
آکے ہستی مین یہ سب معلوم نبجھاڑے ہوئے

اوڑ گئی صیاد اب دل سے ہوس پرواز کی
بیٹھا رہنے دے قفس مین ہمکو پر جھاڑے ہوئے

گرم نالون سے ہوئی ہین یون تو کیا کیا گرمیان
سرد آہون سے ظفر لیکن بڑے جاڑے ہوئے

دیگر

جب دل سوزان کی مژگان سے کبھی انگارے چھوٹے
کیا کہون کیا آگ برسی کیسے انگارے چھوٹے

قطرے پانی کے جھڑے گیسو سے کے بعد غسل
کیا تماشا ہی شب تاریک مین تارے چھوٹے

خوب ہنس ہنسکر سنائین تونے ہمکو گالیان
پھول کیا کیا داہ وا منھ سے ترے سمپارے چھوٹے

جھڑ پڑے مژگان سے میرے اشک کے قطرے اگر
ساری شیخی ایکدم مین تیری فوارے چھوٹے

کفش پا سے اس کے جھوش کے ہنگام خرام
سب ستارے کیا جھڑے گویا کہ سیارے چھوٹے

[illegible]

آہ سوزاں کا مری چرخ پہ انجم ہی حریف | آبلے سینے پہ جل جلکے نہ کیونکر پڑتے
تشنۂ خون وہ نہوتا جو مرا ای سفاک | کاٹنے جوہر سے نہ خنجر کی زبان پر پڑتے
خاک اُڑ جاتی نہ کیوں مزرع دل کی میری | غم و حسرت کے بیابان و زمین لشکر پڑتے

ای ظفر کس کے یہ عارض سے ہوا تھا روکش
کہ طمانچے ہیں ہوا سے رخ گل پر پڑتے

ہوگئے تیر و شکر وہ یار بھی ایسے ہوئے | تلخ کڑوی زندگی بیمار بھی ایسے ہوئے
قد قیامت کیا بنا فتنے بنے وہ ناز بھی | اس قیامت کی نمود آثار بھی ایسے ہوئے
جو ہوئے مضمون تمھاری نرگس بیمار کے | پھر وہ جانبر ہجر سے بیمار بھی ایسے ہوئے
برق تھرائی کہ دامن کے کہیں ٹکڑے نہو | تیز وادی کے ہمارے خار بھی ایسے ہوئے
میرا کہنا تو نمانا حضرت دل نے ہوئے | خوب پچھتائے ذلیل و خوار بھی ایسے ہوئے
ہم پہ جو صدمے ہوئے لاکھوں محبت میں تری | غیر پر اب تک نہیں دو چار بھی ایسے ہوئے
کنج تنہائی میں مونس ہی ہوئے تو رنج و غم | میری قسمت سے مرے غمخوار بھی ایسے ہوئے
برسے بادل لاکھ بار اس چشم تر کے سامنے | پر کبھو یار و کبھی خونبار بھی ایسے ہوئے

شکوۂ رنجش نکر ہیں ان تو لطف انکی ظفر
گر عتاب ایسے ہوئے تو پیار بھی ایسے ہوئے

دل ہی میرا داغ دل کی یوں سپاہی کے تلے | بادشہ ہو جیسے چتر بادشاہی کے تلے

[illegible]

کھلتے کھلتے رک گئی وہ آنکھ تو نے ای ظفر
سچ بتا کس آنکھ سے دیکھا کہ چاہت کھل گئی

پھر بہار آئی ہی لو اور ہوا پھرتی ہی	جھاڑتی صحن چمن باد صبا پھرتی ہی
نہ چھری پھیر کہ ہم ذبح یونہیں ہوتے ہین	ابھی ظالم جو تری آنکھ ذرا پھرتی ہی
مین شبیہ مہ کنعان کو بھلا کیا دیکھون	صورت آنکھون مین تری مہر لقا پھرتی ہی
لاکھ تدبیر سے پھیرین مجھے میرے احباب	کوچۂ یار سے پر میری بلا پھرتی ہی
کوچہ گردی کی جو کچھ دل مین ہوس تھی تا ہنوز	خاک بھی اُڑتی مری بعد فنا پھرتی ہی
دے کے دل قاتل بے رحم کو پھیرون کیونکر	کہ نہ تقدیر پھرے ہی نہ قضا پھرتی ہی

ای ظفر گردش چشم اُسکی ہی کچھ اور بلا
آسیا چرخ کی پھرتی ہی تو کیا پھرتی ہی

قدسی صفات ہو کے بشر کیونکہ ہو گئے	ہم تھے اُدھو اُدھو سے ادھر کیونکہ ہو گئے
کیا عاشقون سے پوچھے ہی مژگان سے اپنی پوچھ	یک لخت ٹکڑے اُنکے جگر کیونکہ ہو گئے
دیکھا اُنھیں جو ہنستے تھے ہستی مین اگر	کم ہنستے ہنستے مثل شرر کیونکہ ہو گئے
ڈر موت سے کسی کا نہین ہی زیادہ تر	پوچھو تو غافلون سے نڈر کیونکہ ہو گئے
پرتو پڑا ہوا ہی ترے نور حسن کا	روشن وگرنہ شمس و قمر کیونکہ ہو گئے
کی گرمی نہین ہی تری آب تیغ نے	تو خشک میرے زخم جگر کیونکہ ہو گئے

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

مصحف رخ پر ترے خط ہی کہاں	وہ کلام اللہ کی تفسیر ہی
دل سمجھو جائے ہمارا ناصحا	دیکھیں کیسی آپ کی تقریر ہی
خانۂ زندان ہی مجھ بن چمن باغ	موج رنگ گل نہیں زنجیر ہی

کوچۂ محبوب جہان کی ای ظفر
خاک کی چٹکی بھی بس اکسیر ہی

جب قفس کی سمت گلشن سے ہوا آئی ہی	ہم صفیران چمن کی اک صدا سی آگئی
کھول کر زلف سیہ اسنے جو دیکھا آئنہ	صاف دریا پر نظر کالی گھٹا سی آگئی
کیا ہوا ہنستی نہیں کہنا کہے دیتی ہی آنکھ	لے کے دل کو کچھ ترے دل میں دغا سی آگئی
تھے برنگ گل شگفتہ غیر کی محفل میں وہ	دیکھتے ہی مجھکو چہرے پر اداسی آگئی
ای قناعت کردیا ہی تونے مستغنی مجھے	تیری دولت ہاتھ میرے کیمیا سی آگئی
آنکھ نیچی باغ مین نرگس کی کیجو ای صبا	روبرو شاید کسی گل کے حیا سی آگئی
اس شب ہجران کا منھ کالا کہ ای بخت سیاہ	سر پہ میرے یہ کہاں سے اک بلا سی آگئی
آگے تو شیدے ہوں گے ایسے چرخ پیر کے	شاید اب پیری کے باعث بیوفائی آگئی

دل ہی وہ آئینہ پھر بھر کر نہیں ہوتا ہی صاف
ای ظفر اسمین کدورت جب ذرا سی آگئی

ہم ابھی جیتے اگر اس صنم کے در سے پھرے	کھینچیں گے لوگ ہمیں یہ ضد لکے گھر سے پھرے

[illegible]

مزا تبدیل کرنے سے ہی کیا ہوتا مزا حاصل
مزا اسمین ہی کھائے بامزہ اور بیمزہ سمجھے

جو اپنی جان دینے کو حیات جاودان جانے
وہ اس آب دم شمشیر کو آب بقا سمجھے

بچھائین زیر پا آنکھین ہین وہ تو خاکسارون نے
کہ جنکو خاک رہ پر اپنے ہو تم نقش پا سمجھے

اونھون نے خط جو میرا کھولتے ہی پھاڑ کر پھینکا
کوئی پوچھے پڑھا کیا آپ نے کیا مدعا سمجھے

ترے بیمار غم کا حال یہ ہی ناتوانی سے
اگر ہاتھ آئے پائے مور تو اُسکو عصا سمجھے

امید زندگانی اپنی آخر قطع کر بیٹھے
ظفر عشق و محبت کا یہی ہم انتہا سمجھے

دیگر

ہو دل کو جو یاد آئی فلک پیر کسی کی	آنکھون کے تلے پھرتی ہی تصویر کسی کی
گریہ بھی ہی نالہ بھی ہی اور آہ فغان بھی	پر دل مین ہوئی اُسکے نہ تاثیر کسی کی
ہاتھ آئے ہی کیا خاک ترے خاک کف پا	جب تک کہ نہ قسمت مین ہو اکسیر کسی کی

سرکشی سے آج تک مجھ سے کشیدہ ہے وہ یار
کچھ تو اے دل کی کشش تاثیر کرنی چاہیے

مجھ تک پہنچے میری جانب سے لکھا ہے کچھ اسنے
ایکی بھی کوئی خبر تحریر کرنی چاہیے

عشق کہتا ہے کہ جاری پائے مجنون کی بھی
جب ہے ان فرہاد جو کشمیر کرنی چاہیے

گر غم یار آئے دل مین کیونکر مین سوا کرون
ایسے مہمان کی تو ہان توقیر کرنی چاہیے

شمع کا سر کیون قلم کرتا ہے سینے کیا کیا
زیادتی اتنی نہ اے گلگیر کرنی چاہیے

آگیا آنکھون مین دم بیان کرتے کرتے انتظار
جلد آؤ اتنی کیا تاخیر کرنی چاہیے

ڈھا دیے گردون نے گنبد سیکڑون جو گرد باد
بس بلند اتنی نہ یہان تعمیر کرنی چاہیے

خاک پائے مخروین ہے اپنے حق مین کیمیا
اے ظفر کیون خواہش اکسیر کرنی چاہیے

جب ہمارے انکے سب شکوون کے دفتر پھٹ گئے
پھر کلیجے اپنے بدخواہون کے سارے پھٹ گئے

بیلیے سوز عشق سے ہر کی ہے بس مردن بھی آ گے
گور پر تفتہ دلون کے سارے پتھر پھٹ گئے

ہاتھ سے جوش جنون کے اور خار دشت کے
جیب و دامن آخرش دونون سراسر پھٹ گئے

نالہ کش اتنی ہوئی گلشن مین تو اے عندلیب
پردے گوش گل کے تیرا شور سنکر پھٹ گئے

خوب رویون نے جو دیکھا جلوہ تیرے حسن کا
سب کے سینے جون کتان اے ماہ پیکر پھٹ گئے

اے ستمگر یہ مبارک ہو کہ تیرے روبرو
سب ترے فریادیون کے آج محضر پھٹ گئے

ہوگئے پیدا ہری قسمت سے دریا مین پہاڑ
تختے کشتی کے مرے کھاتے ہی ٹکر پھٹ گئے

یہ تو نہیں معلوم ہمیں کون آسنے گا مہمان آج نیا
لیکہ حویلی اُنکی ظفر یہان سنتے ہیں ہم جھڑتی ہے

دیگر

وہان سر عارض جو ہو زلف خم کھا جائینگے — تو بنا کر سانپ یہان اے پری ہم کھا جائینگے
بوسہ لب کے سوا تیرے نہو گا فائدہ — گر یہ یاقوتی ترے بیا غم کھا جائینگے
زبان بھرنے کے نہ دیوانے ترے جون گرد باد — سیکڑون چکر سر دشتِ عدم کھا جائینگے
ہاتھ مین رنج و الم کے وہ غضب جا کھو ہین تیر — استخوان کو بھی یہ مانند قلم کھا جائینگے
دعویٰ ان رانق پر نہیں کچھ یہ کہتے ہیں تیس — کھائینگے پھر کیا جو یہ دام و درم کھا جائینگے
گر یہی ہے اضطراب دل تو یہ بسمل ترے — کتنے ہین ہم تیر شمشیر ستم کھا جائینگے
سینہ واکر نکالین اُن سینہ مجنون کی جان — جو تمہاری زلف کی جھوٹی قسم کھا جائینگے

روز جو کھائیں گے رنج و غم محبت میں ظفر
دیکھ لینا اُنکو اک دن رنج و غم کھا جائینگے

نگاہ یار یون داغ جگر پر جھکے بیٹھے ہے — کہ جیسے ضرب تیغ اچھی سپر پر جھکے بیٹھے ہے
ارادہ خاک مین کرتا ہے جو اپنے مانے کا — وہ مثل نقش پا اُس رہگذر پر جھکے بیٹھے ہے
لب شیرین پہ ہے اُسکے خال کو یہ تشنگی یون ہے — مگس جسطرح سے شہد و شکر پر جھکے بیٹھے ہے
لگا رہتا ہے تیرا باغ مین اے باغبان کھٹکا — کہان مرغ چمن شاخ شجر پر جھکے بیٹھے ہے

خدانخواستہ بجھ جائے گر یہ شعلۂ آہ	تو دل کی مشعل راہ سراغ گل ہو جائے
چمن میں کون سنے عندلیب کی فریاد	جو تیری طرح سے نازک دماغ گل ہو جائے

ظفر بعید نہیں اشک خون سے مجنون کے
نمود گر سر ہر خار راغ گل ہو جائے

بتوں نے حسن پر نخوت اگر سیکھی تو کیا سیکھی
نکو رو ہو کے بدخصلت اگر سیکھی تو کیا سیکھی
نہیں میری طرح برق جہان کو یاد بیتابی
وہ میری دیکھ کر حالت اگر سیکھی تو کیا سیکھی
جو کھینچے یار کو اپنی طرف ہم اسکے قائل ہیں
کسی نے کھینچنی صورت اگر سیکھی تو کیا سیکھی
ترے کام آئے عقبیٰ میں جو سیکھے کام سیکھ ایسا
پئے دنیا کوئی صنعت اگر سیکھی تو کیا سیکھی
کتابیں دیکھ دیکھ آنکھوں کو پھوڑا اپنی واعظ نے
یہ کج بحثی بایں محنت اگر سیکھی تو کیا سیکھی
تری طینت میں بے مہری ہی اب تو نے سکھائی ہے
کوئی رسم رہ الفت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

[illegible]

نپایا اُنسے جو ہمنے کلام کا یارا
ہمارے رہ گئے لب ای ظفر کھلے کے کھلے

سو جس رات کہ ہم ہجر مین روتے روتے
خواب مین وصل ہوا صبح کے ہوتے ہوتے

شمع کی طرح سے ہم رات کو روتے روتے
بہہ گئے آنسوؤن مین صبح کے ہوتے ہوتے

جسکے ملنے کی تمنا تھی نپایا اُسکو
ہو گئی عمر بسر جان کو کھوتے کھوتے

نہ ملی عشق مین فرہاد کو مزد محنت
مر گیا مفت وہ پتھر ہو مین ڈھوتے ڈھوتے

تیرے دامن سے مرا خون نہ چھٹے گا قاتل
گرچہ دامن ترا مٹ جائیگا دھوتے دھوتے

موت یار آئی تو غفلت سے ہون ہم ہشیار
ڈر کے جون خواب مین چونکے کوئی سوتے سوتے

ای ظفر گریۂ بارش سے مرے کیا ہی عجب
سبز ہو دانہ اگر خاک مین بوتے بوتے

اشک کے شور آبہ سے کیا آستین گلجاتے ہی
بلکہ چھکے ہی زمین پر تو زمین گلجاتے ہی

دل نرا ہی سخت پر یہ آہ وہ ہی جانگداز
اس سے تو فولاد بھی ای نازنین گلجاتے ہی

رہتا کیون غیرون سے سرگرم ہم آغوشی ہی تو
جو پسینے سے ترے جامے کے چین گلجاتے ہی

عشق ٹپکاتا ہی جسدم قطرۂ زہراب غم
گوشت کیا تا استخوان تن وہین گلجاتے ہی

[illegible] گریہ سے بدتر یہ تن لاغر کا حال
جیسے لکڑی رہ کے پانی مین کہین گلجاتے ہی

اور بھی دلتا زیادہ ہی مری چھاتی پہ مونگ
دال جب یہان غیر کی ای ہمنشین گلجاتے ہی

[illegible]

ذکر نہ لا تو ہمسے ناصح ہر دم ترک محبت کا
کون سنے ان باتوں سے جی تیری قسم گھبراتا ہی

پوچھتے کیا ہو مجھسے باعث دل کی میری گھبراہٹ کا
دیکھتا ہی جس وقت ہجوم رنج و الم گھبراتا ہی

راہ نورد دشت جنوں ہو کس میں ہی ہمت میرے سوا
قیس بھی گر اُس وادی میں رکھتا ہی قدم گھبراتا ہی

آگے ظفر یہ حال تھا اپنا ہم غم سے گھبراتے تھے
ہو گئے غم کش ایسے اب ہمسے غم گھبراتا ہی

دیگر

دشت گردی تیرے دیوانوں نے مچھو کیا خاک کی
خاک اُڑا دی گر نہ سارے دشت وحشت ناک کی

باگ لی جسوقت اپنے توسن چالاک کی
کیا کہوں برباد کیا کیا اُسنے میری خاک کی

جب گل صد برگ کو وہ لیکے گلبازی کرے
دیکھیے پھر حالت کوئی تیرے دل صد چاک کی

کون کہتا ہی کہ یہ نکلی ہی جنگو کہکشان
ہی مگر کوئی طناب اس خیمۂ افلاک کی

جامۂ آب رواں ہو جب ہجوم تار اشک
چشم عریان کو مری حاجت ہو کیا پوشاک کی

کہدو حاضر ہی ابھی سر عاشق جانباز کا
ہی اگر یہ ہی خوشی اس قاتل سفاک کی

خاک میں مل جائیگی ای ابر تیری آبرو
دیکھو بھیجتی ہی گر اس دیدۂ نمناک کی

سموم آہ سے میرے چمن مین	ہوے گل سوکھ کر سنبل کے کانٹے
رہے ہو پر خلش دشمن وم خنک	نہین یہ مرغ کرتا کھل کے کانٹے
جو بیٹھین دشت مین ہم اور مجنون	نکالین پانوٗن سے مل جل کے کانٹے
بجز مژگان چشم یار ہمنے	نہ دیکھے گرد جام مل کے کانٹے
خلش سے عشق کے نالان ہین عشاق	کہ بوئے اُسنے حق مین گل کے کانٹے

ظفر پڑتے ہین گرمی سے فغان کے
زبان پر وقت شور و غل کے کانٹے

دیگر

تار اشک خون مین جو دیکھی مژہ اولجھی ہوئی
تھی رگ برق ورگ ابر مژہ اولجھی ہوئی
تیری مژگان کو کہان تسخیر دل سے ہی فراغ
کام مین اس ملک کے ہی یہ سپہ اولجھی ہوئی
تار دامن میرے کب کانٹون سے اولجھی دشت مین
ہی جنون دستار تیری ہر جگہ اولجھی ہوئی
کیونکہ چھوٹے دیکھیے اُس زلف کے پھندے مین ہی
جان میری باعث تار نگہ اولجھی ہوئی

ولہ

جب چمن میں اسکے آنے کی خبر اڑ جائیگی
گل کی رونق دم میں ای باد سحر اڑ جائیگی

آپکا کیا جائیگا گر خواب میں آؤگے تم
نیند آنکھوں سے ہمارے رات بھر اڑ جائیگی

کھولدے صیاد تو کھڑکی قفس کی شوق سے
بلبل بے بال و پر ظالم کدھر اڑ جائیگی

خون کو مل لیگا ہے تو کف پا سے ترے
سرخی رنگ حنا ای فتنہ گر اڑ جائیگی

آئیگا وہ مہروش ای دل تو شبنم کی طرح
تاب طاقت تیری اسکو دیکھ کر اڑ جائیگی

یہ صبا سے کوئی پوچھے تیرے کیا آئیگا ہاتھ
خاک میری اسکے کوچے سے اگر اڑ جائیگی

شعلۂ رخسار ساقی گر ہوا پر تو فگن
مے جو ہے ساغر میں تیرے ای ظفر اڑ جائیگی

کیا جانے کیا وہاں دل نالاں پہ بنی
جسکے قلق سے یہاں ہی مری جان پر بنی

پہلے تو عشق میں دل و ایمان پر بنی
پھر ایسی بن گئی کہ مری جان پر بنی

ناصح نہ پوچھ مجھ سے کہ فصل بہار میں
ہاتھوں سے کیا جنوں کے گریبان پر بنی

منظور ایسا پردہ ہے کس سے کہ جسمیں
دیوار اور کوٹھے کے دالان پر بنی

دیتا ہے اک نگاہ بہ میں دل کے ساتھ جان
قیمت نہ اسنے اپنی کبھی نقصان پر بنی

وحشت میں جتنی خاک پڑی اڑکے جسم پر
پوشاک وہ سحر تن عریان پر بنی

جون آئینہ نہ کہہ سکے دل کی نہ چھپ سکے
مشکل ہے ابتو عاشق حیران پر بنی

خط کا جواب لائیگا قاصد یقین تھا
اس سے نہ بات پھر کسی عنوان پر بنی

ولہ

آئے نہ ناقۂ لیلی ہوا اگر اے مجنوں | دل ترا کیونکہ نہ اک عمر جرس میں بھرے گا
خوبرو جتنے ہوں اک یک کا دم جا بجا بھرے گا | شور شہرت کہ تہا ترا اسمیں بھرے گا
دل بسمل کا ہے یہ حال تری مژگان میں | مرغ نو بچہ کوئی جیسے کہ خس میں بھرے گا
وصل اسکا نہ میسر ہوا گر لاکھ برس | آنکھ میری اسی امید و ہوس میں بھرے گا

ہل نہیں سکتا ہے گو طائر تصویر ظفر
پر مرے نالے سے وہ ایک نفس میں بھرے گا

اے بجا گر کہیے دنیا سے محبت اٹھ گئی | پاس تھا جنکو محبت کا وہ خلقت اٹھ گئی
جلوہ تیرا ہی نظر آیا تصور میں ترے | آنکھ اپنی جس طرف اے ماہ طلعت اٹھ گئی
غیر جو کچھ ہمکو کہتے ہیں ظفر سے سنتے ہیں ہم | جب سے وے بیٹھے تمھیں دل اپنی عزت اٹھ گئی
فتنہ ہی سے چمن میں اور اک فتنہ اٹھا | جب تری شرم و حیا اے سرو قامت اٹھ گئی
کون روکے سے رکے ہے توسن دیوانگی | ہاتھ اسکی باگ سے جو دشت وحشت اٹھ گئی
کر چکے سو بار تیرا امتحان اب تو ہمیں | تجھ سے امید وفا اے بے مروت اٹھ گئی

کس توقع پر کسی کی ہم لگائیں اپنا دل
اے ظفر بالکل جہان سے رسم الفت اٹھ گئی

جب اسکا تیر نگہ ناوک قضا ہنجا سے | تو کیسے صید محبت کے جی پہ کیا بنجائے
ہزار عقدۂ مشکل ہوں وا ابھی دل سے | جو تیرا ناخن ابرو گرہ کشا کھل جائے

جو ہوتا ظرف ساقی ہمکو معلوم
تو منت کش نہ جام مل کے ہوتے

ہمارے وقت مین فرہاد و مجنون
جو ہوتے دن بسر ہل جل کے ہوتے

خلاف شرع سے نادان ہوتا
غریق بحر عصیان پل کے ہوتے

جتاتے مست گر نازک دماغی
تو برہم شور سے قلقل کے ہوتے

لگاتے شمع سان گر لو نہ تجھ سے
تو یون آخر نہ ہم گھل گھل کے ہوتے

نہوتے حضرت دل پابہ زنجیر
جو سودائی نہ اس کاکل کے ہوتے

ظفر سنتے جو تیرے شعر بیدرد وہ
نہ قائل طالب آملی کے ہوتے

ہان عقل تو کہتی ہی تدبیر چلی جاے
پر تیری کمک بھی کچھ تقدیر چلی جاے

گو ہمکو جواب خط بھیجین نہ وہ ای قاصد
پر اپنی طرف سے کچھ تحریر چلی جاے

ہم ساکن وہ ہم مسکن فانی ہی او بھی
دل چاہتا ہی ہو تعمیر چلی جاے

منظور پھر صورت ہی کلک تصویر سے
تصویر پہ یہان کھینچے تصویر چلی جاے

مین زخم کے قابل ہون اتنا کہ چل پر
کھینچی ہوئی گر آئے شمشیر چلی جاے

جان آگئی ہونٹون پر تو اتنا تک آتا ہی
افسوس تری اب بھی تاخیر چلی جاے

وہ خانۂ دل میرا ہی کعبہ کہ گر اسمین
آجاے خوشی ہو کر دلگیر چلی جاے

گر تیر چلے تیرا جان صید محبت کی
ہونے کو ہدف آئے سو تیر چلی جاے

سنے خبر تو اُسکی اے بیٹھے نفس جب لاری گلاج
ہی ترے بیمار کی حالت سوا بگڑی ہوئی

آدمی کہتے ہین جسکو ایک پتلا گل کا ہی
پھر کہان کل اُسکو گر کل ہو ذرا بگڑی ہوئی

کھل گئی ہمپر کہ رندون سے کہین بگڑی ہی آج
سر پہ ہی پگڑی جو تیرے زاہدا بگڑی ہوئی

دیکھیے کیسی بنے ہر بات پر بگڑے ہی تو
ہی تری خو بے طرح ای دلربا بگڑی ہوئی

ہین سبھی باتین بتاتے پر ہین قائل اُسکے ہم
ای ظفر جو بات دے کوئی بنا بگڑی ہوئی

گر دل وابستہ زندان ہوس مین بند ہی
آئے دنیا کے فریبون مین کوئی کیا تیز ہوش
ایک پل مین جسکو توڑا اسیر جوش گریہ نے
ہی گرفتاری مین دنیا کے علاوہ بس جو لیس
ساتھ دل کے دمبدم ہی انبساط و انقباض
گر مقید شرع کا ہی کوئی بد مذہب ہر روز

مرغ وحشی ہی کہ وہ گویا قفس مین بند ہی
شعلہ ہو سکتا کہین بھی خار و خس مین بند ہی
ٹوٹتا دریا سے کب وہ سو برس مین بند ہی
یعنے ذوق انگبین پائے مگس مین بند ہی
کھلتا ہی یکدم مین ہوتا اک نفس مین بند ہی
یہ سمجھیے درد زنجیر عسس مین بند ہی

مضطرب ہو کر جو مارا اپنے سر دیوار سے
ای ظفر بنیاد تک بھی اُنکے گھر کی ہل گئی

ہی یہ ڈر دل کو نہ چشم مست ہوش کھینچلے
اپنے مذہب مین نہیں صوفی کو مے کش کھینچلے

شمع کی جذب محبت مین نہووے گر اثر
کون پروانے کو پھر یون سوی آتش کھینچلے

پھینک دے وہ کھینچکر جانے کہ شاید مر گیا
دم کو عاشق اپنے گر کھا کر ذرا غش کھینچلے

وہ کماندار اپنے عاشق پر ہو گر ناوک فگن
خالی ترکش چھوڑ دے سب تیر ترکش کھینچلے

کھینچکر قشقہ جبین کا نقشہ کھینچا ہی جو یار
تو مصور صورت لوح منقش کھینچلے

زلف ہی ای شوخ کافر کیش تیری یا کمند
صد دل پر غم صد رجان مشوش کھینچلے

دم محبت کا ظفر دیکھیں نہ پھر بھر ہی کہان
گر ذرا تیغ ستم وہ شوخ سرکش کھینچلے

دیگر

اشک خون سے ہین گے مژگان پر چمن پھولے ہوئے
ہین شگوفے عشق کے ای گلبدن پھولے ہوئے

گر نہین منہ مین بھرا ان کے صبا خون جگر
ہین یہ کیون گلشن مین غنچون کے دہن پھولے ہوئے

قشقہ سرخ اس جبین پر دیکھ دیکھے ہی زوال
کیا شفق کو تو سر چرخ کہن پھولے ہوئے

دوہا

نہ تو روتے ہیں نہ ہنستے ہیں نہ بکتے منھ سے
دل پہ جو گذرے ہے ہم کہہ نہیں سکتے منھ سے

بیٹھے ہیں بار سیہ حسن کے گنجینے پر
نہیں وہ گیسوے مشکیں جو سرکتے منھ سے

ہلو نہ تو تر کرنیکو بھی لب ہیں ترستے ساقی
یا لگاتے تھے کبھی جام چھلکتے منھ سے

ٹوٹتے رات کو تارے ہیں کہ مہوش سر زلف
قطرے ہیں تیرے پسینے کے ڈھلکتے منھ سے

سوز دل خاک چھپاؤں کہ نکلتے ہیں سدا
ساتھ ہر آہ کے شعلے ہیں بھڑکتے منھ سے

دیکھو زلف عرق افشاں کو نہ دیکھا ہو اگر
تمنے زہراب کو افعی کے ٹپکتے منھ سے

منھ لگانے کوئی کیا ایسے اُچکوں کو ظفر
ہیں جو کمبخت تو اسلے کو اچکتے منھ سے

میں ہوں نحیف و ناتواں دور ہی یار کی گلی
اسکی ہوائے وصل پر مجکو اڑا کے لے چلی

حال عدم نہ کچھ کھلا گذرے ہے رفتگاں پہ کیا
کوئی حقیقت آنکر کہتا نہیں بری بھلی

جب کف پا میں یار کے غیر نے دی وہاں ملی حنا
سینہ دل پائمال بس کرنے لگا تلملی

خاک پہ میر کیا قدم رکھے وہ شوخ نازنین
چبھتا ہے خار زیر پا گرچہ ہو فرش مخملی

میرا علاج دردسر ہے یہی جو تجھ سے ہو سکے
سر سے تو میرے باندھ دو اپنا دوپٹہ صندلی

گل سے وہ غنچہ لب مرا مجھسے جدا جو ہو گیا
جان کو اضطراب ہے دل کو ہے بیکلی

رہوے ظفر یہ تا کجا رنج و الم میں مبتلا
اسکی مدد شتاب ہو وقت مدد ہے یا علی

[illegible] یعنی بیان اسکا ہرگز نہیں ہو سکتا [illegible]
[illegible] یعنی جو ان پر گذرا ہے وہ بیان نہیں کر سکتے [illegible]
[illegible] یعنی حسن [illegible]
[illegible] یعنی [illegible] زیادہ دولت
[illegible] یعنی [illegible] حسن [illegible] مطلعت
[illegible] یعنی [illegible]

دیوان ظفر

[illegible] یعنی دل میں اور ہماری حسرت
[illegible] یعنی جاتی ہے عاشق [illegible]
[illegible] دولت کا [illegible] اور زیادہ عزت
[illegible] یعنی جاتی ہے [illegible] ظفر [illegible]

[illegible] یعنی جاتی ہے

دیکھا

[illegible] بجا [illegible]

[illegible]

روشن اشک آنکھ سے ... [illegible]

جلوہ جو ہم نے ترا اے ماہ جبین دیکھا ہی
خواب مین بھی وہ زلیخا نے نہین دیکھا ہی
سینہ صافون کی نہین ہوتی کدورت [illegible]
[illegible] آئینہ کو بھی چین بہ جبین دیکھا ہی
دل مین چھپتی کہین پردۂ فانوس مین شمع [illegible]
ہم نے خط باندھتی ہی دل کو تری زلف سیاہ
اس قدر ظلم پہ اندھیر نہین دیکھا ہی
خود فراموش ہین اتنا کہ اگر آپ کو ہین
دیکھو یا تو نہ بہ جانون کہ کہین دیکھا ہی

تو جو کہے کچھ ہمسے بجا تو ہم بھی لائین حکم بجا
تالی دو ہتی بجتی ہی اک ہاتھ سے کب ای یار بجے

عشق تو ساز عشق ہی بلبل تو نہ اگر ہو نغمہ سرا
چٹکے غنچہ گل کے پھر بے لطف بجے بیکار بجے

دل جو ہمارا گھر ہی بتون کا کیون نہ جگر فریاد کرے
ہو وسے جہان بتخانہ وہان ناقوس بھی وان سو بار بجے

ہو رگ جان لبریز فغان انگشت سے تو گر فرگان کے
چھیڑدے اسکو ایک ذرا طنبورہ کا جیسے تار بجے

پہونچے جبس دم نوبت راز عشق کے افشا ہونیکی
کیا کہون کیا رسوائی کے نقارے سر بازار بجے

زلف سیہ کو دیکھ کے سرکش آج ظفر اُس کافر کی
دل ہی میرا یون نالان جیسے تو بنی بیش مار بجے

ہم اسطرح ہین ہجر کی راتون کو کاٹتے
سینہ ہین اپنا کوٹتے ہاتھون کو کاٹتے

کرتے نہ قطع آپ اگر مجھ سے دوستی
بزم عدو مین کیون مری باتون کو کاٹتے

چڑھتی جو لہر زلف کی اسکی تو خط موج
دریا مین سانپ بنکے نہاتون کو کاٹتے

کوچے مین اونکے پھرتے نہ خنجر رفیق
ورنہ وہ کوچے دیکھ کے ہاتھون کو کاٹتے

[illegible]

وہ لب وہ چشم وہ ابرو وہ عارض اور وہ زلف	یہ کیون ہین قاتل سفاک ہی ہمارے لیے

ظفر بنایا انھی واسطے بشر ہمکو
کہ ہو بنا سے ہو اور ہوس ہمارے لیے

ناخن غم ہمکو ایذا بیشتر پہونچائینگے
دل نہ دیتے انکو ہم اپنا اگر یہ جانتے
یہ تو ممکن ہی نہین پہونچین نہ تا تاثیر تک
دل نہ جلنے دینگے سوز غم سے ہم لینگے بچا
زلف کے کوچے مین ای دل تجکو جانا ہی پڑا
قاصد اشک اُسکے کوچہ تک نجا ئینگے اگر

دیکھ لینا زخم دل کو تا جگر پہونچائینگے
وہ ہمین صدمون پہ صدمے بیقدر پہونچائینگے
نالۂ دل آپ کو گر عرش پر پہونچائینگے
دیدۂ تر آپ کچھ پانی اگر پہونچائینگے
یون نجائیگا اگر تو باندھ کر پہونچائینگے
خیر دل کی تو بھلا تجکو خبر پہونچائینگے

بیچکر دل اُنکے ہاتھون رکھو نہ تو امید سود
دیکھنا وہ ای ظفر تمکو ضرر پہونچائینگے

دیگر

لگا تے مفسد ہین روز اگر ہماری تمسے تمھاری ہمسے
یقین ہی بگڑے گی اب مقرر ہماری تمسے تمھاری ہمسے
سدا جو باہم ہو شور افزا تمھارے حسن اور عشق اپنا
تو ہو نہ شہرت جہان مین کیونکر ہماری تمسے تمھاری ہمسے

مطلع اول دیوان ظفر

دیگر

اہل ریا کے منہ پہ ہیں ٹیکے کلنگ کے — سمجھو نشان نہ اسکی جبین پر سجود کے

باندھے ہی اپنی ہستی اکدم پہ تو ہوا — قائل نہیں حیات تری ہم نمود کے

پڑھتا ہوں ایک مطلع و مقطع میں جب جال — دیکھے تماشے میں نے جو مالک وجود کے

اکدن وہ تھا کہ ٹوٹے نہ تھے انت دود کے — پھر یہ ہوا اگذرنے لگے کھیل کود کے

اب ہی یہ حال عالم پیری میں ای ظفر
باقی نہیں حواس بھی گفت و شنود کے

ہم قریب مرگ جنکے عشق میں غم سے ہوئے — دیکھ کر ہمکو وہ اور الٹے خفا ہم سے ہوئے

شانہ ساں گستاخ کب ہم زلف پر خم سے ہوئے — ہوکے برہم اسقدر خم در خم ہم سے ہوئے

دیکھ کر گلشن میں اُس رو کے عرق آلودہ کو — لالہ و گل غرق آب شرم شبنم سے ہوئے

فتنہ ای دمساز تیرے آگے کیا ماریگا دم — سیکڑوں فتنے نہاں پیدا ترے دم سے ہوئے

عشق میں مرہم گئے لیکن کبھی ای چارہ گر — زخم دل اپنے ذرا واقف نہ مرہم سے ہوئے

باغ بھی اُس سرو قد بن کیا ہوا ماتم کدہ — نخل بھی معلوم مجکو نخل ماتم سے ہوئے

کیا ہوا اگرچہ فرشتوں سے ہوئی اک بندگی — کام پر سارے خدائی کے تو آدم سے ہوئے

یہ غضب دیکھو نہیں وہ بھی ہمیں گنتے بھلا — واسطے جنکے برے ہم ایک عالم سے ہوئے

آتش غم دل میں بھڑکی ہی وہی ابتک ظفر
کتنے ہیں دریا رواں گو چشم پر نم سے ہوئے

خون کی بوندین ہین جو ٹپکتی چشم حلقۂ جوہر سے
دیکھ کے اپنے بسمل کو کیا خنجر قاتل روتا ہی

ہوتے ہین اشک گرم سے پیدا آبلے جا بجا گالون کے
بیٹھ کے تیرا سوختہ جان یہ جب لب ساحل روتا ہی

دیر نہ کر بھر دی سے پیالہ دیکھ تو ابر بہاری کو
جان کو تیری کب سے یہ ای ساقی محفل روتا ہی

اشک کے دریا جن نے بہائے اور نہ بجھائی سوزش دل
رونے سے کیا حاصل اُسکے وہ لاحاصل روتا ہی

ہاتھ مین جسکے تیرا دامن آ کر قاتل چھوٹ گیا
ہائے پھر اپنے نصیبون کو وہ کیا کیا بسمل روتا ہی

پونچھو کبھی تو اشک ظفر کے قاتل اپنے دامن سے
آٹھو پہر وہ غم مین تیرے ای حور شمائل روتا ہی

یہ جو تیزی تیری ای بیدادگر خنجر مین ہی
کام کیا قاتل ہین جب مر گئے ہم تشنہ کام
کون ہمسر ہو سکے اُس ابروے خمدار سے
جام تجھ بن تشنۂ خون ہو ہمارا ساقیا

کچھ تری تھوڑی سی تاثیر نظر خنجر مین ہی
آب آب زندگی تیرے اگر خنجر مین ہی
دم نہ اتنا تیغ مین ہی اُسقدر خنجر مین ہی
شکل کج بارہ طلق جسیر خنجر مین ہی

خدا بچائے نظر سے گرسنہ چشمون کے	کہ تاکتے ہین گدا بھی فقیر کی جھولی
ہجوم پارۂ دل نے بھری ہی زندان مین	گلون سے اس تر سے غم کے اسیر کی جھولی
چلے ہو کھیلنے ہولی تم آج کس کے ساتھ	بھری جو تمنے گلال اور عبیر سے جھولی
کھنچے پلنگ سے بہتر ہی تیرے ای منعم	وہ چارپائی کسی گوشہ گیر کی جھولی

ظفر گدائی مین کیا کام ہی تکلف کا
نہین فقیر کو زیبا حریر کی جھولی

تھی جہان عشر و رغا و ان ہیو فنا ئی رہ گئی
آشنائی ہو چکی نا آشنائی رہ گئی

صاف ہین منھ پر مثال آئینہ دل مین غبار
ہی یہ ہر بیرون کی دیکھو کیا صفائی رہ گئی

جب دم اظہار مطلب تم ہوے چین بر جبین
بات تھی جو دل کی وہ لب پر نہ آئی رہ گئی

لاش پر بھی میرے قاتل نے کیے ہاتھ لئے صاف
تھی مگر کچھ خواہش تیغ آزمائی رہ گئی

دین و ایمان دے چکے جب اُس بت بدمست کو
حضرت دل پھر کہان کی پارسائی رہ گئی

منہ وہ چلا لیکے طعن بڑا جب دل پہ ہوئی صدمہ درد نہان

ہم بھی سہنے والے ہین کیا ظاہر و باطن سختی کے

زلف تری وہ سخت بلا ہی سلسلہ ہین یہ اُسکے ہوا

لائق کافر راحت کے ہون قابل مومن سختی کے

کیا ہی تعجب سخت کمان سے تیر اگرچہ کاری ہو

جو ہین سرکش اُن سے نکلتے کام نہین ہین سختی کے

شیشۂ سنگ سے دوری بہتر ٹھیس لگی اور ٹوٹ گیا

یعنے نازک دل متحمل ہو نہ کیا ممکن سختی کے

بگڑے ہی دل کو سخت جو اتنا کافر نیچہ مژگان مین

سیکھے ڈھب یہ کس سے ظفر وہ چشم منفعتن سختی کے

ہم تصور مین یہان اس گلبدن کو دیکھتے

وہ لگا کر تیر جب چلتا رہا ہم رہ گئے

پھر چمن مین سینۂ مجروح کے آئی بہار

موج زن آتا نظر جو ہر سر پلہ ہستن

اندنون جو ہین جوہری اُنپر تو کس کس ناز سے

لالہ و گل خاک مین کیا کیا نہ ملتے رشک سے

یارب جو گر ہین گلہائے چمن کو دیکھتے

دیدۂ حسرت سے اُن ناوک فگن کو دیکھتے

تازہ ہم ہین ہر گل زخم کہن کو دیکھتے

ہین جو ہم اُس موج پہ زلف پر شکن کو دیکھتے

راہ مین چلتے ہین وہ اپنی پھبن کو دیکھتے

گر شہیدون کو ترے پر خون کفن کو دیکھتے

تو کیا ہی اگر دانہ اسیری کے نہ ڈرسے	سب دانہ ہین ای مرغ قفس چاٹ سے پیٹے

الفت کی ظفر چاٹ پر اُس نے جو لگایا
ہم بھی رہے دو چار برس چاٹ سے لیٹے

دل ہی جو درد آشنا یہ بھی کیا اُسی نے ہی	جان جو مین غم مین مبتلا یہ بھی کیا اُسی نے ہی
ہیسکے دلبر جو عدو کرتا ہی مجھ سے گفتگو	مین بھی ہون خوب جانتا یہ بھی کیا اُسی نے ہی
پہلے کرم تھا اب ستم پر نہین کرتے شکوہ ہم	وہ بھی کیا اُسی نے تھا یہ بھی کیا اُسی نے ہی
کس کو ہی تاب اسقدر دل مین کرے تیرا گذر	نالۂ دل کو مرحبا یہ بھی کیا اُسی نے ہی
دل جو مرا رفیق تھا ہوتا نہ تھا کبھی جدا	اب جو الگ وہ ہو گیا یہ بھی کیا اُسی نے ہی
کوئی کرے تصور یہان وہ ہی مجھے بہ گمان لقا	کہتا ہی سب کے برملا یہ بھی کیا اُسی نے ہی

کرتا تھا شاد وصل سے اپنے جو ای ظفر مجھے
ہجر مین حال اب مرا یہ بھی کیا اُسی نے ہی

ترے سیہ جو رخ پہ خط مشک فام اوپر ہی	تو دیکھتا ہون سحر کے نیچے شام اوپر ہی
بدل کے دیکھو مر نامہ خط اُسے قاصد	خفا ہو کہ لکھا میرا نام اوپر ہی
جو نکلے زلف سے تو ڈر ہی دل کو کاکل کا	وہان تو دام کے اک اور دام اوپر ہی
بھری ہوئی ہی جو عشق شیشۂ دل مین	جو بھر و لغر سے اُسکے مدام اوپر ہی
چڑھائے کیون نہ ادہر سنان یہ قاتل یہ	کہ میرا سب شہدا سے مقام اوپر ہی

جو مرد جانتے ہین کہ دنیا ہی فاحشہ — کہتے ہین وہ نہ آئے یہ مردار سامنے
حیران اسیہ ہین ہون وہ جوہری کونسا — جلائے ہی جس سے یار کے سو بار سامنے

یہ چشم اشکبار وہ طوفان ہین ظفر
آسکے نہ جس کے ابر گہربار سامنے

صاف مین ہون پاک ہو نا صاف تمکو چاہیے — اپنے دل مین آپ یہ انصاف تمکو چاہیے
داغ ہین سینہ مین میرے غم کے سکے بے درم — ہر نظر یک ذرہ ہی صراف تمکو چاہیے
جانتا ہون مین کیے مجنون سے جو تمنے سلوک — عشق میرے روبرو کیا لاف تمکو چاہیے
زاہد و ہم اور وہ کوچہ سلامت تمکو ہو — یہ بہشت و دوزخ و اعراف تمکو چاہیے
کیونکہ ہمسے سیدھے سادھون سے نہ کب آپ کی — جیسے تم تراف ہو تراف تمکو چاہیے
آسمان حاضر کرے لاکر غطوط مہر کو — گر زر یکا مہر وش سو باف تمکو چاہیے

اس پری کے عشق مین ہم ہون اگر دیوانہ وار
اے ظفر تو سیر کوہ قاف تمکو چاہیے

خاکساری کر کہ روشن اس سے دل ہو جائے ہی — خاک وہ شے ہی کہ دیکھو آئینہ کو چمکائے ہی
اے صبا ہون بلبل تصویر مجکو کیا خبر — کب بہار آئے ہی گلشن مین خزان کب جائے ہی
تم وہان چلا چڑھاتے ہو کمان پر اور یہان — کوئی صید عشق ہو کر مضطرب چلائے ہی
کاہیکو میری سمجھ مین آئیگی ناصح کی بات — ہی وہ دیوانہ کہ جو دیوار کو سمجھائے ہی

[illegible]

ترے دیوانے کو تجھ بن جو گھر ہو خانۂ زندان
تو ہر موج سرشک چشم تر زنجیر پا ہووے

اُگے کیا خاک اُسکی خاک سے جز نرگس شہلا
کہ جو اُس شوخ کا مفتون چشم سرمہ سا ہووے

ترا ہو تشنۂ آب دم خنجر ہو اے قاتل
الگ کاسے وہ نہ منھ کو گر ساغر آب بقا ہووے

مثال موج دریا مجھ میں اُس میں آشنائی ہے
زمیں اُس سے جدا ہوں اور نہ وہ مجھسے جدا ہووے

ظفر جسکو تمنا ہو حیات جاودانی کی
فنا ہونے سے اُسکو چاہیے پہلے فنا ہووے

کیا ہے بیخبر دل کو خبرداری بہت سی کی
ہوئے ہیں ہوش گم ہر چند ہشیاری بہت سی کی

اگرچہ لیکے دل تو نے دل آزاری بہت سی کی
تری اسپر بھی ہمنے ناز برداری بہت سی کی

غلط سمجھے تجھے عیار اپنا یار ہم سمجھے
کہ یاری تونے کی تھوڑی سی عیاری بہت سی کی

ہماری چشم گریاں کی نہ پہونچا در فشانی کو
اگرچہ ابر نیساں نے گہرباری بہت سی کی

فروغ اصلا نہ پایا روبرو اُس ماہ طلعت کے
مہ کنعاں نے اپنی گرم بازاری بہت سی کی

نہ دیکھی جام مے میں تیری آنکھوں کی سی کیفیت
اگرچہ میکدوں میں ہمنے میخواری بہت سی کی

سزا ہے گر رہی بیمار تیری نرگس فتاں
کہ ہے اس فتنہ گر نے مردم آزاری بہت سی کی

نہ آیا حرف شکوہ جب زباں پر سادہ لوحوں کے
تو اُس نے اور بھی مشق ستمگاری بہت سی کی

بہ نزد ا دیکھیں ہوگی کیا ظفر روز قیامت کو
کہ ہمنے آکے دنیا میں گنہگاری بہت سی کی

[illegible]

رچھبری آنکھوں کی ای ابر مژہ لگجائیگی — ایک جھڑی سی موتیون کی ہر جگہ لگجائیگی

یار لیگی چشم مین قدر جواہر سرمہ خاک — ہاتھ لینے جب تمھاری خاک رہ لگجائیگی

ماہتابی پر جو تو دیکھے گا سیر ماہتاب — ماہ کی تجھکو نظر ای رشک مہ لگجائیگی

ظلم ہو مژگان کو فتح قلعۂ دل کے لیے — اک اشارہ مین ادھر ساری سپہ لگجائیگی

دل لگاتا مین نہ اُس کافر سے گر مین جانتا — جان کے پیچھے بلا زلف سیہ لگجائیگی

جسکے زخم دل پہ کیا مرہم لگائیگا کوئی — جسکے دل پر یار کی تیغ نگہ لگجائیگی

کیون نہو پڑھا ظفر سے تو کہ ہوگا یہی حال

گر کسی کی آنکھ تجھسے کج کلہ لگ جائیگی

دیگر

ہو سکتے بیان ظلم و ستم بسمل سے قاتل کے — اٹھے جو ہر زبان خنجر قاتل سے قاتل کے

مایا ہینے گو دریا خون ہر زخم سے اپنے — کدورت ہو سکے لیکن نہ ہرگز دل سے قاتل کے

وئی ہی چھوٹنا آسان قیامت تک پہنچونگا — کہ پہونچا خون مرا اس تک مشکل سے قاتل کے

ہ بعد از قتل میرے کسلیے رنجیدہ ہوتا ہی — کہ اب کیا فائدہ اس رنج لاحاصل سے قاتل کے

ہن مین ہر جراحت کے نہ جبتک ہو زبان پیدا — ادا ہو شکر احسان کیونکہ اس گھائل سے قاتل کے

لین عشاق نام عشق اُس قتال عالم کا — اگرچہ ہو وین عاشق کیسے ہی قاتل سے قاتل کے

نہین شمشیر قاتل سے تمناے شہادت ہی

ظفر مشتاق ہو کر آئین سو منزل سے قاتل کے

کیون کیا آزردہ ہاتھ اُن کے لگا کر پانو ن کو
ہمنے تقصیر اپنی کی اثبات اپنے ہاتھ سے

سونپ اورون کے نہ ہاتھون پر کہ وہ کھاوینگے خاک
ہو سکے تو کرلے کچھ خیرات اپنے ہاتھ سے

مہرۂ شطرنج سان اپنی ظفر ہی کیا بساط
کرتا ہی وہ آپ بُرد و مات اپنے ہاتھ سے

نہ کیونکر بات اُسکے روبرو ایچین کی ہو گی
کبھی تو لب پہ حرف خواہش وصل آوے ہی آوے
جفا کو چھوڑ کر گرم وفا ہو تو یہ کیا امکان
خودی کو کھو خدا کو پا کہ اُسکو تو وہی پاوے
ادھر کی ہو اگر دنیا اُدھر لیکن نہو ہرگز
کبھی تو اُسکے دامن تک ہی پہنچا خاک کو ہی
اگر تم قیمت یک بوسہ پر اُسکی گران سمجھے
دل صد چاک کا سینہ ہی چاک جیب سے بہتر

جسے منظور ہو یہ گفتگو اپنے ن کی یون ہووے
نہان کب تک یہ دل مین آرزو اپنی کی یون ہووے
مبدل ہو گئے ظالم تیری خواب بونکی یون ہووے
جسے معلوم راہ جستجو ابونکی یون ہووے
اگر تقدیر اپنی اُلٹی تو ابونکی یون ہووے
صبا برباد کب تک کو بکو ابونکی یون ہووے
تو واپس ہمنشین دل ہی ماہرو سب ابونکی یون ہووے
مناسب ہی کہ تدبیر رفو ابونکی ہووے

گرے گر دیکھ کر وہ چشم صوفی وجد ستانہ
تماشا ہو ظفر جب ہاو ہو ابونکی یون ہووے

[illegible]

ترے زخمی سے کہتا چارہ گر یون تھا سنا یون ہی
کہ پہلے تو نہ شق تیرا جگر یون تھا سنا یون ہی

مری قسمت سے باز آیا مرے تو قتل سے ورنہ
ارادہ آج تیرا فتنہ گر یون تھا سنا یون ہی

پریشان حال دیکھا ہمکو تیرے عشق مین سب نے
بھلا مجنون کہان آشفتہ سر یون تھا سنا یون ہی

لگے کیون رکنے آنسو سے بہلتے کیون نہین دریا
تجھے منظور تو ای چشم تر یون تھا سنا یون ہی

نہ یون باور نہ یون باور خدا جانے کہ ہی کیونکر
کہون مین کیا کہ حال ای نامہ بر یون تھا سنا یون ہی

نہوتا اس سے گر جرم وفا تو قتل کیون ہوتا
وہ کہتا میرا لاشہ دیکھ کر یون تھا سنا یون ہی

خدا جانے ہوا اب کیا جو اُس نے پھیر لین آنکھین
کہ پہلے تو نہین مد نظر یون تھا سنا یون ہی

وہ آوے یا نہ آوے پر کہا تھا رات آنے کو
گیا اقرار تو اُسنے سحر یون تھا سنا یون ہی

نہیں احوال میرا کس کو معلوم — اگر تجھ سے کوئی کہتا نہیں ہے

رقیبوں کی شرارت ہے وگرنہ
ظفر وہ شعلہ خو ایسا نہیں ہے

کیا وہ آپ نے ہنس کے بیان کیا تھا ہوا کیا ہے — گرو تم یاد اقرار زبان کیا تھا ہوا کیا ہے
بہا دریا خون جاتا تھا قطرہ کو ترسیگا — قصور ہوگا چشم خون فشان کیا تھا ہوا کیا ہے
یہ جانا تھا کریگا تو وفا پر کی جفا تو نے — ارے ظالم ہمیں تجھ سے گمان کیا تھا ہوا کیا ہے
تجھے تھا ساتھ جانا رہ گیا تو رہ گیا تنہا — ارادہ تیرا جان ناتوان کیا تھا ہوا کیا ہے
تمنا تھی جواب خط کی قاصد کہے پر کہ — ستم ہے مطلب دل میری جان کیا تھا ہوا کیا ہے
جلا کرتا تھا دل یا جان بھی جلنے لگی دیکھو — کہ میرے سینہ میں سوز نہان کیا تھا ہوا کیا ہے
گیا وہ ہو کر فکر کہیں گم ہے تو اے دل — کہاں تھا کون تھا کیا تھا میاں کیا تھا ہوا کیا ہے
ملا تھا خاک میں کون آگے اب ہے کس کی باری — نہیں معلوم زیر آسمان کیا تھا ہوا کیا ہے

اگر ہم جانتے ایسا نہ دیتے دل ظفر اسکو
کہیں کیا ہمنے سوچا مہربان کیا تھا ہوا کیا ہے

اشک خون بہر کر جو شب مژگان تر سے چلے — سیکڑوں نالے مرے خود جگر سے تجھ پہ چلے
خط مرا یہ جو تجا رسید آئی مگر یہ نظر — ذکر کچھ بد عجب تر کر وہان نامہ بر سے تجھ پہ چلے
اگر کسکے قتل پر تم نے کمر باندھی ہے تھی — باندھ کر تلوار کیوں اپنی کمر سے تجھ پہ چلے

ابھی ہین وہ مرے ہمدم ابھی ہو جاینگے دشمن
نہین اک وضع پر صحبت کبھی یون ہی کبھی وون ہی

جو شکل شیشہ گریان ہون تو مثل جام خندان ہون
یہی ہی یان کی کیفیت کبھی یون ہی کبھی وون ہی

کسی وقت اشک ہین جاری کسی وقت آہ اور زاری
غرض حال غم فرقت کبھی یون ہی کبھی وون ہی

کوئی دن ہی بہار گل پھر آخر ہی خزان بالکل
چمن ہی منزل عبرت کبھی یون ہی کبھی وون ہی

ظفر اک بات پر دائم وہ ہووے کسطرح قائم
جو اپنی پھیر تا نیت کبھی یون ہی کبھی وون ہی

جب تلک دنیا نے ہمسے کچھ برائی کی نہ تھی
یہ توقع ہمکو تمسے بیوفائی کی نہ تھی
تجھے مکدر تم ہی ورنہ میرے دل کا آئینہ
لگ گیا تھا جن دنون کنج قفس مین اپنا دل
تونے کس کے دیدہ پر آب پوچھے تھے پلک
دل فریبون مین جو اس ناآشنا کے آگیا

ہمکو آگاہی برائی اور بھلائی کی نہ تھی
آشنائی کی تھی ہمنے کچھ برائی کی نہ تھی
بیکدورت تھا اسے حاجت صفائی کی نہ تھی
ہمکو اے صیاد کچھ پروا رہائی کی نہ تھی
آج وہ سرخی ترے دست حنائی کی نہ تھی
ایسی کیا لے گئے کسی سے آشنائی کی نہ تھی

اگر ہو عشق کا دعویٰ تو سامنے آئے
وفا بھی ہو
ہے دل کا کام آخر امتحان پر وہی
ہوتی ہے
ظفر میں جانتا ہوں رنجش اپنی جس
الفت ہے
کرون کیا بیان ساتھ کے در میان
وہی ہوتی ہے

موم میں کیونکر کروں اے کوترا دل سنگدل	آہ و نالہ میں تو ہو تاثیر ایک ہی سی ہے
قتل گر منظور ہے میرا تو میرے واسطے	ابرو قاتل ہے یا شمشیر ایک ہی سی ہے
مرگ ہے درد کا چارہ بتاتی ہیں طبیب	سب کے نزدیک اسکی جو تدبیر ایک ہی سی ہے
دل اسیر غم ہے میرا میں دل غم کا اسیر	پاؤں میں دونوں کے زنجیر ایک ہی سی ہے

ہو گئے جو خاک راہ عشق اُن کے سامنے
اے ظفر ہے خاک پا اکسیر ایک ہی سی ہے

جو دل میں بات ہوتی ہے زبان پر وہی ہوتی ہے
اُسے ہیں پھیرتے پھر پھر کے ہاں پر وہی ہوتی ہے
کل اس غمزے سے دل تو بچ گیا پر دیکھیے کیا ہو
کہ آفت آج جان ناتوان پر وہی ہوتی ہے
فلک کے آئینہ میں عکس افگن مانگ ہے اسکی
نظر سب کہکشان پہ آسمان پر وہی ہوتی ہے
کہاں ہے جو کہ ساقی سیر دریا کی ہو کیفیت
مجھے تو یاد اس آب روان پر وہی ہوتی ہے
کہاں ہیں اشک کوئی بوند ہے دل میں جو ہو ہو گی
مری مژگان چشم خونفشان پر وہی ہوتی ہے

ظفر اوّل ہوا دیوانہ

جو دست شوق یار چمن پہ یار میں جو ہے
وہ کیون ہے ست ہو کے خاطر میں جو ہے
جنون کا وہ تماشا ہے
برنگ سیر مجنون
دیکھو وہ علم ہو
دل ہے وہ سب وفا
یہ کسی کا جلوہ
گلشن باغ

سرد مہری پر ظفر تم عشق کی مت جائیو
رکھتا اس سردی مین آتش کا شرار عشق ہی

وہان کمان ابرو ہی اور ہر سر مژگان تیر ہی
یان ہی لب شکل کمان اور آہ سوزان تیر ہی

موج رنگ گل مجھے تجھ بن ہی موج خونچکان
شاخ گل سرتاسر ای رشک گلستان تیر ہی

کیا کہا ای صید افگن صید ناوک خوردہ نے
جو لب سوفار سے اسطرح خندان تیر ہی

سرکشون کو چھانٹتی ہی آہن لون سے احتیاج
دیکھو گر باور نہین محتاج پیکان تیر ہی

جانتا ہی جو حلاوت زخم تیر عشق کی
نیشکر کی طرح سے کھاتا وہ انسان تیر ہی

سرو گلشن رشک سے ہی قد رعنا کے ترے
سینۂ گلشن مین ای سرو خرامان تیر ہی

رات بھر مجکو تصور مین ترے ناوک فگن
شعلہ گر پیکان ہی تو شمع شبستان تیر ہی

نوبت بھرتا تھا ترکش کہکشان نے اسلیے
تاک مین تیرے دیا ای چرخ گردان تیر ہی

سہتا ہی جی نشانہ دل ہو جاوے کہین
ای ظفر اسکی نگاہ چشم فتان تیر ہی

دل مین اک آواز فی از خود نہین بہولگا گی
ہمدمو ان گرمی دم نالی کی زمین آگئی

تیری چشم مست کی گردش وہ ہی ای مست ناز
عقل ہشیارون کی جسکو دیکھکر چکرا گئی

دل ہوا سوز محبت سے جو سرگرم تپش
شعلہ کانپ اٹھا فقط کیا برق بھی تھرا گئی

خانۂ تن سے کرے کیا جان نکلجانیکا قصد
کیا کرے انبوہ غم وہ دیکھکر گھبرا گئی

گردش چشم سیہ مستون کی ظفر ہے وہ بلا
دیکھ کر جس کو فلک کی عقل بھی چکرائے ہے

جلا دل گرمی سوز جگر پہونچی تو یہ پہونچی
جگر اور دل کی ہمکو کچھ خبر پہونچی تو یہ پہونچی

نہ بیدردون سے دل بتنا نہ مجکو درد اتنا ہو
اذیت دل کے ہاتھون سے اگر پہونچی تو یہ پہونچی

گیا ہے چارہ گر سر درد اپنا کر چکا ہے
دوا ہمکو ہمیں جو کارگر پہونچی تو یہ پہونچی

جو وہ پردہ نشین پہونچا دکھاتا جا لگا ہو
کہ حالت اپنی اسکی دیکھ کر پہونچی تو یہ پہونچی

گیا دل بھی گیا جب دم نظر اس شوخ کی جانب
پہونچ دونون گئے پر شمشیر پہونچی تو یہ پہونچی

نہ پہونچا کوئی اپنے پاس پہونچا جب کہ وہ اپنا
اجل کو آفرین ہے وقت پر پہونچی تو یہ پہونچی

سراہون اب جگر کیونکر نہ اس آہ جگر کا مین
مدد کو نالۂ دل کی ظفر پہونچی تو یہ پہونچی

شب ہاتھ ہمارے جو مہ تاب نہ آئی
کیفیت سیر شب مہتاب نہ آئی

برقع کو اٹھایا رخ تابان سے جو اس نے
خورشید جہانتاب کو بھی تاب نہ آئی

صحرا مین گھٹا گو یہ ہم بادہ کشون کی
کب آئی کہ باوید کہ پر آب نہ آئی

جا کر جو عدم سے نہ پھر آیا کوئی ہمدم
کیا یاد اسے صحبت احباب نہ آئی

منہ پھیر گئی قتل سے ظالم تری مژگان
کام اپنے کوئی تیغ سیہ تاب نہ آئی

کھاتا ہی رہا حلقہ مین دل زلف کے چکر
کس روز یہ کشتی سر گرداب نہ آئی

[illegible]

کسی کے جب تصور کی نظر بندی لگی ہونے / تو ہو کر چشم بندی گھر کی در بندی لگی ہونے

الٰہی خیر ہو پھر چشم میں تحریر سرمے کی / سپاہ ناز و غمزی کی کمر بندی لگی ہونے

یہاں مشتاق نے آنکھوں سے باندھا تار اشکوں کا / وہاں کانوں کے بالوں پر گہر بندی لگی ہونے

جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے طفل اشک نکلے ہی / ہمیں معلوم اب اسکی جگر بندی لگی ہونے

لکھنے بھی لگے اب شعر کہنے کیا تماشا ہی / کہ مضمون بندی ان میں چھپر بندی لگی ہونے

کہاں مرغ نظر اس گلشن رخسار تک پہونچے / کہ تار اشک سے پہلے ہی پر بندی لگی ہونے

کسی نے کچھو نہ کچھو بہتان باندھا کھل گیا یہ بھی
جو اپنی انکے کوچے میں ظفر بندی لگی ہونے

ترے جوڑے کا او کافر جو کوئی نام لیتا ہی / تو عاشق کھول کے ٹکڑا سا کلیجا تھام لیتا ہی

کھلا رنگ شفق سے یہ کہ ہر روز اپنی گردن پر / ہزاروں خون ناحق چرخ نیلی فام لیتا ہی

شب فرقت میں نیند آتی نہیں اور بیقراری سے / سحر تک کروٹیں بستر پہ یہ ناکام لیتا ہی

وہ مرغ ناتواں صیاد کیا نالہ کرے جس کا / ہوا ہو تا ہی دم گردم بھی زیر دام لیتا ہی

نماز فجر و مغرب ہی یہ عاشق کی کہ اٹھ اٹھ کے / بلائیں اس رخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہی

کروں ہوں ساتھ چاک جیب کے میں چاک سینہ بھی / جنوں کے کام دیکھو کام میں یہ کام لیتا ہی

پیوں کیونکر نہ خون اپنا ظفر میں وقت بیہوشی
کہ اس لعل لب میگوں کے بوسے جام لیتا ہی

اگر روتی ہی تو شبنم سی چمن میں جا کے باہر رو
ترے اشکوں سے پانی گل کا زخم دل چھوڑتا ہی

چھپا کر غم کے ہم پیچا نینگے کیوں ساغر پر رو
عبث تو ہم سے آنکھ ای ساقی محفل چھوڑتا ہی

اٹھا لیتا ہی یا ہاتھوں ہاتھ وہ نزد خدا لکو
چھوڑتا بھی ہی گر کوئی بصد مشکل چھوڑتا ہی

چھڑاتے کوئی کالا چور دل کو ہر چو تو پوچھے
کہوں منھ پر کہ تیرے رخ کا کافر دل چھوڑتا ہی

نہیں ہونے کا موزوں اس سے اس انداز کا مصرع
تری قامت کا مضمون سرو لا حاصل چھوڑتا ہی

ظفر اک عاشق جانباز ہی مرنے پہ دم دیتا
وگرنہ جان یہاں ناداں سے نا عاقل چھوڑتا ہی

یاس جاناں کے کہا کس نے کہ جانا منع ہی
دل کو پر اس دشمن جاں سے لگانا منع ہی

ہو کے سرکش گر پڑا فوارہ آخر کر کے بل
جھک کے چلنا چاہیے یہاں سر اٹھانا منع ہی

گل کھلایا تازہ یہ غنچوں نے شمشاد نے
ہوں جو جب تک پھول انکو یاں کھلانا منع ہی

کر کے منھ اس در کی جانب آ کھینچوں کس طرح
تیر قبلے کی طرف ای دل لگانا منع ہی

اپنے زخموں سے کہا ہنس ہنس کے ہنسنے تیرا
آج ہی شادی کا دن آنسو بہانا منع ہی

عشق کے مذہب میں اب ہی بہانا ہاں خون
خون بہا کا ذکر بر قاتل سے لانا منع ہی

عشق نے دل کو ظفر اتنے دیے کیوں آبلے
یہ وہ ہی بیمار جسکو آب و دانا منع ہی

خاک میں تو تیر بخش دلستاں جا کر ملی
دل لگانے کی ہمیں بیداد و اندا جا کر ملی

ہے وہ دریا بوند دریا میں جہاں جا کر ملی
دید وادید ای ظفر ...
دیکھو ہوا پیا نظر اس سے کہاں جا کر ملی

مجذوب ہون یا سالک عاشق ہون کہ دیوانہ
کیا جانیے مین کیا ہون اور کیا مری حالت ہی

جلوہ تجھے وہ اپنا ہر شی مین دکھاتا ہی
پردہ تری آنکھون کا پر تیری ہی غفلت ہی

کہتا ہی ظفر جو کچھ اب جوشش محبت مین
ای فخر جہان سب وہ تیری ہی عنایت ہی

میری او مجنون کی ہان تصویر دونون کی کھینچیے
ساتھ دونون کے مگر زنجیر دونون کی کھینچیے

بوالہوس جھوٹا ہی گر عاشق یہ ہی جرم وفا
لکھا واجب ہی پہ تعزیر دونون کی کھینچیے

دل جگر دونون ہین فریادی مگر کیا فائدہ
آہ جب سینے سے بے تاثیر دونون کی کھینچیے

کھینچیے چین دل مصحف رخ پر اگر زلفین تری
ایک ہی دونون طرف تحریر دونون کی کھینچیے

ٹھہرے ہم اور غیر گر یکسان تو ظالم چاہیے
جان شکنجے مین بھی بے تقصیر دونون کی کھینچیے

ان سے جو ویسے دیکھین ایسے ہم کو ان سے جو دیکھا
جب برابر ایکدم شمشیر دونون کی کھینچیے

اُن کے کھینچنے پر جو سمجھاتے گئے یار و رفیق
اور وہ سنکر ظفر تقریر دونون کی کھینچیے

تو نظر آیا نظر اپنی جدھر کو پڑ گئی
تیرے نظارہ کی یہ عادت نظر کو پڑ گئی

سب یہ ہین لطف و عنایت ایک تجھ پر ہی عتاب
مجھ سے ضد کیا جانیے اُس عشوہ گر کو پڑ گئی

ہوش آرائش تن خاک ہو اُس مجنون کو
جسنے جز خاک کبھی سر پہ نہ ڈالا پانی

دیکھے گر وہ گل رخسار عرق ناک ظفر
تو بھرے باغ مین سیرابی لالا پانی

پھینکتی آپ ہی شبنم جو رخ گل دھوکے
تولتی ہی اُسے منقار کو بلبل دھوکے

زاہد خشک کو ہی شربت کوثر کی طلب
ہان پلاو اسے پانی قدح مل دھوکے

خاک عاشق کی لگی ہی تو جھٹک دے ظالم
تو خراب اپنا نہ کر دامن فرغل دھوکے

شانہ و آئینہ خورشید ہو لیکر حاضر
بیٹھے جب مُنھ کو وہ باشان تجمل دھوکے

رحمت ای اشک ندامت کہ کیا تونے سفید
رو سیاہی کی سیہ نامہ کو بالکل دھوکے

کرتی ہی پاک جگر زخم کو مانند شراب
آب تیغ نگہ مست تغافل دھوکے

حرص دنیا کی نمایش ہے نہ جانا یہ سراب
دے ہی ای تشنہ صحراے توکل دھوکے

اُسکے بھیگے ہوے بالون سے حذر کر اے دل
کہ ترے پیچھے پڑی ہاتھ وہ کاکل دھوکے

یا علی ہی وہ ظفر خاک سر راہ ترا
آب حیوان بھی پیے تو سم دلدل دھوکے

جاے کیون دیر مین اور کیون وہ حرم مین آوے
جسکو اللہ نظر اپنے صنم مین آوے

درد و داغ جگر کام نہ غم مین آوے
دل یہ کہتا رہا لے لینا وہ ہم مین آوے

اس دم سرد سے تو یار نہ دم مین آوے
ہان جو کچھ نالہ مین دم ہو تو وہ دم مین آوے

وفور اشک کے آگے سمندر کیا ہی یون ہین ہی
اور اُسکے بلبلے سے چرخ ہمسر کیا ہی یون ہین ہی

نہ کر اتنا ستم تو نیم جان پر اپنے جانے دے
کہ اُسمین جان باقی ای ستمگر کیا ہی یون ہین ہی

خدا جانے پریرویون نے کیون اُسکو لگایا منھ
وگرنہ آئینہ مین ایسا جوہر کیا ہی یون ہین ہی

نہ یہ آنکھین نہ یہ مژگان نہ یہ گوش اور نہ یہ ابرو
ترے مکھڑے کے آگے ماہ انور کیا ہی یون ہین ہی

جو پی جاتے ہین آنسو بھر کے اپنی چشم ساقی مین
وہ کیا جانے کہ می کیا اور ساغر کیا ہی یون ہین ہی

جو تجھ سے ہو سکے تو خانۂ عقبیٰ کو دے تزئین
نہ کر آرائش دنیا کہ یہ گھر کیا ہی یون ہین ہی

بجھا تجھسے نہ سوز دل ذرا بھی بس تجھے دیکھا
یہ جوشش گریہ تیرا دیدۂ تر کیا ہی یون ہین ہی

کمون مین حسن مین گر تجھسکو رشک ماہ کنعانی
تو جھوٹ اسمین بتا ای ماہ پیکر کیا ہی یون ہین ہی

اگر یہ عقل تو رکھتا ہے اور کچھ ہوش
رکھتا ہے تو آپ ہی سمجھ یہ ہمدم بھلی کیا ہے
بُری کیا ہے بھلائی اور برائی یاں ہیں دونوں
اگر سمجھو اتنا زیادہ کیا ہے کیا ہے کم بھلی کیا ہے
بُری کیا ہے بہت انسان و حیوان میں جدا ہم
فرق کیا باقی اگر جانے نہ یہ انسان بھلی کیا ہے
بُری کیا ہے مثال آئینہ ہی گو کہ صورت آشنا
لیکن نہیں ہیں سیرت سے تو محرم بھلی کیا ہے
بُری کیا ہے جو نیکی و بدی کا فرق ہے سو ہے
وہ ہستی میں

چھپتی ہے کوئی چاہ کی چتون بھی ہمنشین	جس دم ملی نگہ ہو نگہ صاف کھل گئی
غافل کبھی ہوئے کبھی ہشیار ہم یہان	گہ آنکھ بند ہو گئی گہ صاف کھل گئی
چھپ چھپ کے گرچہ آپ گئے گھر میں غیر کے	لیکن خبر ہزار جگہ صاف کھل گئی

نشتر سے کھل گئی نہ رگ جان مری ظفر
چھپتے ہی پردہ نوک مژہ صاف کھل گئی

بدن پہ بال ہیں یوں اس ملول کے کانٹے	کہ ہوں درخت میں جیسے ببول کے کانٹے
زیادہ گوئی سے کیونکر نہ ہو خلش پیدا	کہ حق میں بوئے ہے وہ بوالفضول کے کانٹے
تری درازی مژگان کا ہے بڑا کھٹکا	کہ ہمنے دیکھے نہیں اتنے طول کے کانٹے
رقیب نیش زن اس گل کے ہمنشین ہیں مدام	یہ کیا ستم ہے کہ ہیں پاس پھول کے کانٹے
جو دیکھے اس گل عارض کو باغ میں گلچین	چنے گلوں کی جگہ ہوش پھول کے کانٹے
کلام کیوں نہ ہو سنجیدہ نکتہ سنجوں کے	کہ تولتے ہیں وہ لیکر اصول کے کانٹے

غم و الم کی شتابی دل ظفر سے نکال
الٰہی صدقے سے اپنے رسول کے کانٹے

دیگر

نہ ہمسے پوچھو ای ہمدم بھلی کیا ہے بری کیا ہے
بتائیں اب تجھے کیا ہم بھلی کیا ہے بری کیا ہے

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

مری ہر بات پر وہ آج ہی ہوتا ہی گیا برہم
ظفر اس بے مروت کی ہمیشہ سے ہی خو ایسی

جب اُس عالم سے اِس عالم مین ہم گریہ کنان آئے
کہا دل نے کہان تھے ہم کہان سے ہین کہان آئے

مری بالین پہ وہ آرام جان اک دم نہ آوے گا
اگر سو بار دم آنکھون مین آئے لب پہ جان آئے

دل اپنا لگ گیا کنج قفس مین اب کسے پروا
بہار آئے چمن مین ہمصفیرو یا خزان آئے

پھرین خانہ بخانہ مہر و مہ پر حیف ای گردون
کہ میرے گھر نہ یک شب وہ مہ نا مہربان آئے

جواب صاف ہی تو کاش دے تسکین کے بدلے
بلا سے صبر تو دل کو مرے ای دلستان آئے

ترے ہاتھون سے گرچہ ناک مین دم اپنا آتا ہی
مگر کیا تاب جو لب پر کبھی آہ و فغان آئے

لگائین منزل ہستی مین دل کیا خاک ہم اپنا
کہ ہین وہ روز اس مہمان سرا مین میہمان آئے

شروع مخمسات

لا اف نہ رہا ہی اور بھی ہی بحوغ
فاری ہی ہنگامہ عشرت سے فضا ہی نہ رہا
پنکھا ہی زمانے میں یہ ہی فرخ رفتار بنکھا
دیکھو کی آئینہ بنا کے ہی میں یہ سوجھی ہی نشان
یہ وہ فرزانہ بنا ہی ہنگام ہی ہنگام وصال
بلا صنعت کی ہی اور یہ صنعت کمال
اسمین جون ابروسے ہر دو بنا یا ہی ہلال
یہ ہر ایک صفت موجب شہرت پنکھا
خوشنمائی مین تماشا یہ کوئی پنکھا ہی
طرفہ و نادرہ و زینت دہ و بزم افزا ہی
زیور حسن پری چہرہ و مہ سیما ہی
شاہد عیش سے ماتھے پہ بھلا لگتا ہی
اک طلا کا ریہ سینے کی جو صورت پنکھا
جو کہ خوبان جہان عیش مین ان سے کہدو
ہو منظور اگر یہ ہی کیفیت ہو

غنچہ پوچھے ہی صبا سے کہ بتا دکیا ہی
کیا تماشا ہی کیسے دیکھے ہو دیکھا کیا ہی
چشم کیون شوق مین نرگس کی ہمیشہ وا ہی
سایہ برگ سے گل باغ مین یہ کہتا ہی

وقت نظارہ در سے منھ پہ لگا مت پنکھا

ہر سحر شوق مین کیا وجد کرے ہی اپنے
ہاتھ پر گل دشبنم جو دھرا ہی اپنے
دیکھنا برگ جو شاداب تری ہی اپنے
جوش فوارہ سے دامن جو بھرا ہی اپنے

گوہر قطرۂ نیسان لطافت پنکھا

آگے بھی ہمدم و دمساز سنتے ہی سدا
وہ بجا کہتے ہین یہ بات کہ ہمنے دیکھا
بعضی آواز سے ملجا ہی دل انسان کا
ہر تکور سے یہ ہی پنکھے کی طرح دل ہلتا

آج نوبت سی لگا گر سے یہ نوبت پنکھا

ہر کہتے ہین دیکھ کے پنکھے کی کہین اہل خرد
لیکہ ہین نے اس اشارے سے یہ پایا مقصد
کہ وہ ہی غم کی طرف مار رہا دستہ رد
ہی تماشائیون کو اپنے بلا تا شاید

دست جنبان کی جو رکھتا ہی شباہت پنکھا

چشم نم کو جو وہان پھر تماشا جائے
کیونکہ جون شیشہ سے ہی نہ دم اٹھا جائے
جام صہبا کی طرح سخت ہنسی آجائے
عیش و عشرت کا ہی یہ جوش کہ گھبرا جائے

گر جھلے دل پہ نہ شش و قت حرارت پنکھا

مرد و زن شاہ و گدا کو دکھ پیر و برنا
جو ہوا خواہ ہین پنکھے کے وہ سب ہین یکجا

ہر طرف عیش کا ساماں ہے عشرت کا رواج	ای ظفر خاطر یاراں کا ہوا خواہ کو آج

فرحت افزا ہے دم گرمی صحبت پنکھا

مخمس ثانی

کوئی جاوے جو اُدھر شام پگاہے گاہے	تو کہے اوس سے یہ بانالہ و آہے گاہے
چاہیے زخم سر حال بنا ہے گاہے	اس طرف بھی تمھیں لازم ہے نگاہے گاہے

دمبدم لحظہ بہ لحظہ نہیں گاہے گاہے

دل پہ سوزش ہے سدا لب پہ ہے آہ دم دم	اشک سرخ آنکھوں میں ہیں رنگ ہے رخسار کا زرد
ہمدم و پوچھو نہ تم حال دل غم پر درد	ہے بلا کثرت انبوہ ہجوم غم و درد

دل کو فرصت نہیں اتنی کہ کراہے گاہے

کیا کہوں کیونکہ غم ہجر میں گھڑیاں گن گن	دن ہے ہم رات کیا کرتے ہیں او رات ہے دن
مر بھی جاویں اسی حالت میں اگر ہم اس بن	بزم جاناں میں ہمیں بار کہاں ہے لیکن

دیکھ لیتے ہیں اُسے ہم سر راہے گاہے

فرصت اک دم کی نہ دی دل کو ہجوم غم نے	خون کے دریا کیے جاری ہیں چشم نم نے
جو نہ کرنا تھا کیا تیرے لیے عالم نے	اب تو یہ عہد کیا چاہ کے تجھ کو ہم نے

دوسرا ہو جو کوئی اور کو چاہے گاہے

جب سے ہیں عشق میں اس شوخ کے ہوں بیخود خواب	کہ فغاں لب پہ ہے اور چشم سے جاری خونناب

مخمس ثالث

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

عازم کعبہ ہو تو خواہ ہو تو ساکن دیر تو کرے لطف تو کوئی نہ کرے تجھ سے بیر	لطف کن لطف کہ ہو لطف سے انجام بخیر لطف سے ہوتے ہیں اپنے سے سوا اپنا غیر
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش	
لطف سے وحشی صحرا ہی نہیں تنہا رام لطف سے بنتے ہیں انسان ہی فقط کیا خدام	لطف سے ماہی و مرغ آ کے تہ حلقۂ دام لطف سے ہوتے ہیں پرستار پری دیو غلام
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش	
لطف سے آدمی ہے فیل کی گردن پہ سوار لطف سے پکڑے گئے شیر و پلنگ اژدرِ مار	لطف سے ڈالتے ہیں ناک میں اشتر کے مہار لطف وہ شی ہے کہ بنجاتے ہیں اغیار بھی یار
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش	
لطف سے کن کے ہوئے کہتے ہیں دونوں عالم لطف سے گر یہ ہو معشوق بھی ہو عشق کا دم	لطف سے روح ہوئی داخل جسم آدم لطف سے غیر بنے بندہ بے دام و درم
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش	
لطف ہی مطلب اظہار وفا کی تمہید صاحب لطف کی بر آئے ہے آخر امید	لطف ہے قفل در خانۂ الفت کی کلید کر لیا لطف سے یوسف کو زلیخا نے خرید
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش	
قیس لیلیٰ پہ بنا لطف کے باعث مجنون	کوہکن لطف سے شیریں کا ہوا تھا مفتون

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش
لطف سے اکبر ہو گیا حرز طلسم اکبر
روبرو لطف کے سب ہیچ ہیں جب اور تسخیر
حق تعالیٰ نے غزالی لطف میں دی ہے تاثیر
لطف میں عنبر ہو کے دام محبت میں اسیر
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش
تو کرے لطف تو بیگانہ ہو ہر اک لطف عیان
ہو سکے خوش تجھ سے وہ خوشنود ہو شاداں جان

جلد اول دیوان [illegible]

لطف وہ شی ہے کہ اغیار کو کرتا ہے یار
انہیں لطف نے اپنا بھی بنا کے بیگانہ
لطف سے شمع بھی ہو جلا پروانہ
عاشق لطف سے ہیں ہم عاشق و ہم جانانہ
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش
لطف سے اگر کوئی جادو ہے تو کوئی افسون
جبر کو واسطے تھا لطف سے راحت کا مخزن

[illegible]

[illegible]

لطف سے جام سے ہی حلقۂ قناعت مین جو جمی
یہ بجا دائرۂ عیش مین دف کہتا ہی

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

حلقۂ موج ہوا قوس قزح قوس ہلال
گردش ساغر می گردش فانوس خیال

گردش چرخ برین گردش مہ گردش سال
سب تجھے کہتے ہین یہ حلقہ بگوشونکی مثال

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

جب کمان خوب جھکی لطف سے باعجز و نیاز
سب کے گوشون سے بوقت کشش تیر انداز

لیا آغوش مین جب تیر سا سرکش طناز
کہ نکلتی ہی یہی دل سے کمان کے آواز

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

پرتو لطف سے خورشید کے ہو نور آگین
حلقۂ بندگی مہر ہی یہ ہالہ نہین

رات کو کہتا تھا گردون پہ ہالہ نشین
مہر کو مہر کے ہو غیر محبت آئین

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

کچھ گل و سرو ہی بھی لطف کا دیکھا اسلوب
ای ظفر لطف ہی وہ شی کہ ہی سبکو مرغوب

انکو بھی بلبل و قمری نے جو سمجھا محبوب
یہ گلستان مین کہا بلبل شیرین خوب

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

مخمس رابع

بیکلی جیسی بساکون اپنے نہ صبر و قرار
بیقراری تجھے ایدل کبھی ایسی تو نہ تھی

پھر جو تو مضطرب اتنا ہی ہوا ہی سو بار
پوچھتا ہون دل بیتاب سے مین ہم ہر بار
تو نہ سیماب نہ تو برق نہ شعلہ نہ شرار

جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی
بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
اتنی اس راہ مین مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
تو تو غفلت مین عاصل کبھی ایسی تو نہ تھی
[illegible] کبھی ایسی تو نہ تھی

بیکلی ایسی ہوا ہجر مین عالم ہے تجھے
[illegible]

ای گل خندان بتا ہمکو ہمارا کیا قصور	شل خار راہ پھینکے ہی گی سے تو جو دور
ہم تجھے ہمکو اٹھانا خاک ذرے سے کیا ضرور	ضعف سے ہی ہمکو صرف جنبش مژگان مقدور

ایک جھوکے مین خدا جانے کدھر اُڑ جائینگے

کچھ نہ پوچھو ہمدمو جو دل مین ہی سوز نہان	سما تو دم سے کے ہر نفس نکلے ہی شعلہ یا دھوان
سوزش دل سے کرونگا مین اگر آہ و فغان	برج آتشبار کی صورت بر اوج آسمان

دیکھنا ہو کر مرے دود جگر اڑ جائینگے

روز فرصت کیا کرامت ایک سنتے ہین جدید	روز کہتے ہین کہ باغ قدس کی کرتے ہین دید
آخر ش انکو بنا کر طائر عرش مجید	شیخ صاحب کو اگر یونہین اُڑا دینگے مرید

ہل نہ سکتے ہینگے تو بھی عرش پر اُڑ جائینگے

صبح گلشن مین صبا تیرا اگر ہووے گذر	کہیو بلبل سے ذرا اتنا کہ ای شوریدہ سر
کر رہی ہی چہچہے کیا شاخ گل پر بیٹھکر	یہ چمن یونہین رہیگا اور ہزارون جانور

اپنی اپنی بولیان سب بول کر اُڑ جائینگے

بات جو کرتے نہین ہرگز فریب و مکر بن	تو ہوا خواہی کا دعوے معتبر انکے نہ گن
گل کھلے گا جبکہ ہوگا کوئی انکا ممتحن	لوگ باغ سبز دکھلاتے تو ہین پر ایکدن

ہاتھ سے طوطے سے انکے ای ظفر اُڑ جائینگے

مخمس خامس

ہون تو در شخص سے ہر اشیفتہ اور سا یکو
پر جو اب حال ہوا ہے یہ نہ تھا کچھ
بس نظر سے تری ای دل پر نہ رہا کچھ قابو
تری آنکھون سے نہ جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت وہ تری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

نہیں پروا اُسے افسوس کہ میرا بسمل نہیں معلوم وہ کافر ہے کدھر کو مائل	آخر تڑپے ہے خاک پہ ابتک کہ گیا خاک مین مل نگہ یار کو اب کیون ہے تغافل ایدل

وہ ترے حال سے غافل کبھی ایسی تو نہ تھی

کچھ خوشی آتا ہی نہیں شکوہ مری ایذا مین اُسکے ہاتھون سے مری جان بچے کیا ممکن	بالکہ در پے ہو مرے قتل کے ذرات و دن چشم قاتل مری دشمن ہے ہمیشہ لیکن

جیسی اب ہو گئی قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی

جانتا ہی اُسے تو خوب کہ ہی عاشق زار وہ کسی بات پہ تجھسے نہیں کرتا تکرار	دل تو کیا جان کے دینے مین نہیں ہے انکار کیا سبب تو جو بگڑتا ہی ظفر سے ہر بار

خو تری حور شمائل کبھی ایسی تو نہ تھی

مخمس سادس

نظر پڑے جو کہیں چاک در کھلے کے کھلے عجب ہے کیا رہیں لب بھی اگر کھلے کے کھلے	شگاف دل کے رہے سربسر کھلے کے کھلے کسیکے روزن در دیکھ کر کھلے کے کھلے

ہمارے رہ گئے دیدے اُدھر کھلے کے کھلے

کرے ہے سر پہ فلک جسکے روز فتنہ بپا نہ پوچھ مجھسے یہ خانہ خراب ہو کیسا	جو گھر کو چھوڑ کے ہے آخرش نکلجاتا کسو نہیں چرخ کی خانہ خرابیان کیا کیا

بیٹھے ہیں اپنا [illegible] کھلے کے کھلے

[illegible] کلشن مین [illegible]

[illegible] جب [illegible] کھلے کے کھلے

[illegible] کھلے کے کھلے

نصیب وصل [illegible] وہ اب [illegible]

کبھی [illegible] ابر [illegible] کھلے کے کھلے

وہان سے الاسے [illegible] کھلے

تو [illegible] زبان [illegible] سامنے [illegible]

مخمس [illegible]

چمن مین [illegible] بہار [illegible] کھلے کے کھلے

بیان کر نیکو [illegible] بسمل

[illegible] زخم [illegible]

پر ایک بات کا [illegible] مشکل

حلاوت دم شمشیر [illegible]

[illegible] زخم جگر کھلے کے کھلے

یہ [illegible] حسن پہ مغرور [illegible]

کچھ بھی کہہ [illegible]

جو [illegible] دل کا [illegible]

[illegible] ظفر کھلے کے کھلے

مخمس سابع

نظم [illegible]

دل [illegible]

مخمس شامن

خدا دارم چه غم دارم خدا دارم چه غم دارم

کرونگا پر نہ شکوہ گرچہ پہنچے لاکھو غم پر غم	کہے جاؤنگا مین ہر دم یہی جبتک ہی دم مین دم

خدا دارم چه غم دارم خدا دارم چه غم دارم

فلک کے ہاتھ سے کیا کیا مرا دل رنج سہتا ہی نہین فرصت ذرا غم سے اسی مین غرق رہتا ہی	کہ اک اشکونکا دریا چشم سے دن رات بہتا ہی مگر تا ہم یہ حق پر جب نظر کرتا ہی کہتا ہی

خدا دارم چه غم دارم خدا دارم چه غم دارم

غم و اندوہ سے حالت ہوئی ہی سخت بد میری اگرچہ بار غم سے اب شکستہ ہی کمر میری	کہ ہوتا غم ہی غمگین آپ صورت دیکھ کر میری نہین پر دل شکستہ مین خدا پر ہی نظر میری

خدا دارم چه غم دارم خدا دارم چه غم دارم

مرا دل رنج و غم سے ہی بہت جس وقت گھبراتا نہین ہرگز سمجھتا کوئی گر ہی لاکھ سمجھاتا	تو یہ احوال ہوتا ہی کلیجا منہ کو ہی آتا مگر جب مین یہ کہتا ہون تو بارہی ٹھہر جاتا

خدا دارم چه غم دارم خدا دارم چه غم دارم

بلا سے گر نہین کوئی رفیق و آشنا میرا خدا آسان کریگا گو ہی مشکل مدعا میرا	خدا پر دھیان ہی میرا نگہبان ہی خدا میرا خدا حامی ہی میرا اور خدا مشکل کشا میرا

خدا دارم چه غم دارم خدا دارم چه غم دارم

نہین غمخوار کوئی کون کرسکتا ہی غمخواری خدا سے اپنی مین رکھتا ہون امید مددگاری	توقع جن سے یاری کی تھی وہ کرتے ہین عیاری زبان ہی جب تلک منہ مین زبان سے ہی یہی جاری

اُس دم کہین صحرا مین پانی کا تھا قطرہ
جون آبلہ پاسی کا نٹو پہ گرا قطرہ
تھا آب بقا حق مین اون خشک زبانو نکے

معلوم نہین تیری آنکھ ستے یہ کیا خو
دکھلانے لگا اپنی جب شان وتحمل کو
اگر جگر و دل کو اک دم مین ہر لو ہو
ساتھ آہ و فغان کے یون آنکھونسے بہی آنسو
ہو فوج روان جیسے باساز ونشانونکے

اے عیسی دوران ہی تیرا یہ سخن شیرین
تو حق مین ہمارے ہے جلاد ستم آئین
امکان نہین غم سے دہمکو ذرا تسکین
جان بخش نہین یہ تیرے لعل لب رنگین
یہ ہمکو تو اظلم لالے پڑے جانونکے

جادو کی ہین کمندین ہین انکھونکو یہ ڈورین
اورابرو ونکو تیری سب تیغ کہتے ہین
مژگان ہین تری کافر سب تیر کہتے ہین
کاجل کی بہوین تیری تحریر ہی کہتے ہین
رستم کے یہ چلے ہین حلقون کے کمانونکے

دل پاک نہو جب تک دنیا کی تمنا سے
کیا کام نکلتا ہی تسبیح ومصلے سے
نادان سے نہین کہتے ہم کہتے ہین دانا سے
دانا ہی جو دل اپنا پہیرے ہے وہ دنیا سے
کیا پہیرے سے حاصل تسبیح کے دانونکے

زلفین تری بکھری ہین عالم مین جو مستی کے
ادر گوشونکے آ ڈیرے دشمن ہین نکیون جیسے
ٹھہرین ہین پلکین جھڑ جائینگی انکے ڈسے
جون آبلہ ہر آگین ہو کام نہین مضطرب سے

گل نظر جو آ گئی قسمت ہے دم بھر اسکی شکل
جیسمیں تھا کچھ میں کہونگا دیکھکر اوسکی شکل
ہو گئی سکتے کی حالت میں کہون تو کیا کہون

گو نکی سمجھے ہے بیان شرح و تمنائے وصال
کو کی چھپتی ہی محبت ہے اسکا چھپنا ہے محال
اُنکو سب معلوم ہو جو دل میں گذرے ہی خیال
میری نظرین ہی کہے دیتی ہیں میرا دل کا حال
اُنسے اپنا راز الفت میں کہون تو کیا کہون

تمکو غیرون نہیں محفل میں فرصت ایک آن
کیونکہ سرگوشی کرون ہے مجھسے عالم بدگمان
چو سنے تو گوش دل سے راز دل کا شرح بیان
کان لگنے سے ترے اسکے کھڑے ہوتے ہین کان
تجھسے اے کان ملاحت میں کہون تو کیا کہون

کوئی وحشت مجھکو بتلاتا ہی اور کوئی جنون
دوستی میں اُنکی جو کچھ ہی مرا حال زبون
دل ہی نکلی ہی فغان اور چشم سے جاری ہی خون
دوستی تو چاہتی ہی یہ کہ کچھ اونسے کہون
اور کہون تو سوداوت میں کہون تو کیا کہون

بستر غم پر پڑا ہوں زار و بیچارہ غریب
اسکی دوری ہو ہی ان میں تو مرنے کے قریب
چشم رخ زرد و دل پردرد جان حسرت نصیب
مجھسے چل تو دردِ دل کیا پوچھتا ہی اے طبیب
سب کہے دیتی ہیں صورت میں سخن تو کیا کہون

رے گئے ناصح کو مر کے جب نامبر جلنے لگا
آرزو کے شوق شرح ہجر عجز و التجا
جی میں آیا کچھ کہون سوچ کر جیمیں کہا
مدعا خط تو سب قاصد کو میں نے لکھدیا

ہوں گرا پڑتا بزنگ اشک مژگاں سے بچل
دستگیری گر تمہاری ہو تو میں جاؤں سنبھل

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

خاک پر سے جو کہ ہل سکتا نہو جوں نقش پا
تم اوٹھاؤ تو وہیں وہ سنبھلکر اوٹھ کھڑا
عیسیٰ جاں بخش ہو تم اور خضر رہنما
دردمندوں کی دوا ہو ناتوانوں کا عصا

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

طوف کرتا ہے تمہارے آستاں کا آسماں
کعبۂ اہل صفا ہو قبلہ گاہ مقبلاں
خواجہ ہر دو جہاں ہو شاہ شاہان جہاں
آپکا دست حمایت چھوڑکر جاؤں کہاں

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

یہ ہے باغ خلد روضہ پر تمہارے گلفروش
جسکے ہر گل میں ہی گویا بادۂ وحدت کا جوش
ایک لپیٹ میں سیکڑوں بیہوش ہیں کیا جو بادہ نوش
اور ہیں بیٹھے کہیں پھر جبکہ اوٹھیں آتا ہے ہوش

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

آستاں بوسی کا مجھکو شوق تو ہے اس قدر
پر کروں کیا میں ہوں طاقت قدم سے بے خبر
اوڑکے میں پہونچوں ابھی میر اگر ہوں بال و پر
ہے تمہاری ہی فقط چشم عنایت پر نظر

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

وہ تمہارا نور باطن ہے کہ خورشید منیر
روبرو ہے اسکے ذرہ بلکہ ذرہ سے حقیر
تم پہ روشن ہے کہ میں اے خواجۂ روشن ضمیر
دو جہاں میں جانتا ہوں تمکو اپنا دستگیر

یا معین الدین چشتی دستگیری لازم ست

ہمیں مطلب ہے اور رو کبھی پوچھا گیا باعث | پذیرا عرض غیر و کی ہوئی اس طرح کیا باعث
گزارش کر بائیں ابھی تو یہاں خدمت میں یونہیں تھا

ہمیں منظور تھا جو کچھ مقدر ہو وہ کر جاتے | کہ جاتے اس جہاں سے آج ہم اور چشم تر جاتے
نہ آتے آپ گر یکدم تو ہم بھی گذر جاتے | تم ایسے وقت آئے ہو کچھ ورنہ ہم تو مر جاتے
ارادہ ہو چکا اپنا غم فرقت میں یونہیں تھا

کیا تو نے بہت کیوں کیف اے دل مزاج اپنا | تجھے کرنا کچھ اندیشہ تھا بیش از احتیاج اپنا
دکھاتا کیا ہی حال ناتوانی ہم کو آج اپنا | دل بیمار جب ہم نے کہا تھا کہ علاج اپنا
کہ آیا فرق کچھ تیرے ابھی طاقت میں یونہیں تھا

مرا دم دیر سے آنکھوں میں تھا مشتاق نظارا | نہ تھا پر دیکھنے کا تیرے اک لحظہ مجھے یارا
ترحم چاہیے تھا کچھ تجھے اے شوخ خود آرا | دکھا کر غیر کو صورت مجھے کیوں رشک سے مارا
کہ میں تو مر رہا دیدار کی حسرت میں یونہیں تھا

وہی آتا ہے یاں جس کی گرفتاری ہو قسمت میں | نکل سکتا نہیں پھر آ گیا جو کوئی الفت میں
پڑا ہی کیا سمجھ کر تو نے یہ رنج و مصیبت میں | نہیں جاتا گر اپنا دل اگر تجھ کو محبت میں
تو آیا تو ارے دکھ اس آفت میں یونہیں تھا

خدا جانے کوئی وہ ہے پری یا حور یا انساں | تصدق جائیے اس شکل کے اس حسن کے قرباں
نہ پوچھو مجھ سے کیا حیرت فزا ہی جلوۂ جاناں | ظفر تم دیکھتے ہو جس طرح آئینہ کو حیراں

ردیف الف

اسکا مت پوچھو سبب اے بت غارتگر ہوش
تھا تری تیغ تبسم مین حلاوت کا یہ جوش
رہ گئے میرے لب زخم جگر ہنکے بند

جوہری ہوکے اگر جمع جہان سے آوین
اور خوش آب گہر کان عدن کے لاوین
آب و تاب انکی وہ کیا خاک ہمین دکھلاوین
سکلین دندان ترے ہنستے مین تو شرماوین
ہمن درج مین دندان گہر ہند کے بند

کوچ کی اپنی سنائی ہمین جب اسنے خبر
اپنا اک سکتے کا سا ہوگیا عالم یکسر
ہاے ہوتی ہمین کچھ طاقت گفتار اگر
کچھو نہ کچھو کہ سکے الغرض وقت سفر
پر زبان ہوگئی بند ہتے ہی گھر بند کے بند

لیکے ہم اُسکو جو گلشن مین سحر کو جائین
جو کہے منہ سے وہ گل لالہ و گل سے جائین
مُنہ ہی کیا غنچونکا جو سامنے کچھ کہہ جائین
گر کھلے باتون مین وہ غنچہ دہن رہ جائین
باغ مین غنچون کے مُنہ باد سحر بند کے بند

جی تو چاہے ہے یہی گل کی ہوس مین صیاد
پہونچون مین باغ تلک ایک نفس مین صیاد
پر کرون کیا کہ مین اب ہون ترے بس مین صیاد
باندھ کر پر نہ مجھے چھوڑ قفس مین صیاد
فائدے کرنے سے کیا طائر پر بند کے بند

تیرے سودائیونکو دی ہی سزا ائے تقصیر
لاکے زندان مین کیا یار نے ہر چند اسیر
شوق صحرائے جنون جنکے ہوا دامنگیر
گرے دیوانے نکل مثل صدائے زنجیر

[illegible] کبھی یوں ہی کبھی یوں ہی
[illegible] قدرت کبھی یوں ہی کبھی یوں ہی
بنزدل پیمان ہی ہر ساعت کبھی یوں ہی کبھی یوں ہی
[illegible] کبھی یوں ہی کبھی یوں ہی
[illegible] کبھی یوں ہی کبھی یوں ہی

ہی ہر ایک طرز عتاب عربدہ جو خوشنما	اُسکی ابرو پر شکن ہوں کیوں نہ چین ابرو خوشنما

تیغ ہو تو تیغ پر جوہر بھی واجب ہی کہ ہو

ای ستمگار انگی وہ خنجر لا کہ جس میں آب ہو	آب وہ زہر آب ہو یا آپ شہد ناب ہو
اُس سے پر نخچیر ناوک خوردہ کو کچھ تاب ہو	قطرہ پیکان سے صید تشنہ کیا سیراب ہو

یاں روان آب دم خنجر بھی واجب ہی کہ ہو

دیکھنا جب کچھ حصول مقصد مطلب ہو دل	اور فارغ ساری قصوں سے ہو فرزند ہو دل
آشنا و اشد سے اُس گلشن میں شاید ہو دل	سیر گلزار جہان سے یوں شگفتہ کب ہو دل

غنچہ آسا کچھ گرہ میں زر بھی واجب ہی کہ ہو

ہی وہ تن وہ جس سے باغ خلد کا ہے لطف سب	زلف وہ کافر کہ دے دل کو ہزاروں طرح فریب
رخ کو دیکھو تو عبادت گاہ جانان سکیب	کیونکہ محراب وابرو کو ہو خوبی سے زیب

ہو جہان مسجد وہان منبر بھی واجب ہی کہ ہو

سب سے دل میں کہ اُسکی زلف سے ہو گیا ناگ کالا	جسکو کافر نے ڈسا پانی نہیں وہ مانگتا
ہاں کھنا تو مراد ست ہوس کو مت بڑھا	سانپ کا ہی کھلانا چھوڑنا اس زلف کا

ای ظفر ہان یاد کچھ منتر بھی واجب ہی کہ ہو

مخمس اربعہ عشر

[illegible]

[illegible]

تلوّن سے مزاج یار کے ہی یان حذر لازم
کبھی کچھ کہتا ہی ظالم کبھی کچھ کہتا ہی ظالم
ہوا سو بار جھوٹا اور پھر ہرگز نہیں نادم
ظفر اک بات پر دائم وہ ہووے کس طرح قائم
جو اپنی پھر تا نہیت کبھی یون ہی کبھی وون ہی

مخمس خمسہ عشر

کچھ خبر پہلے کدورت او صفائی کی نہ تھی
تجھے جدائی میں مگر سیر جدائی کی نہ تھی
وجہ کوئی صلح کی صورت لڑائی کی نہ تھی
جب تلک دنیا نے سے کچھ برائی کی نہ تھی
ہمکو آگاہی برائی اور بھلائی کی نہ تھی

لے گئے شہرت کیا تمہاری دلربائی کی نہ تھی
ہمنے تو ایسا سمجھکر آشنائی کی نہ تھی
دلربائی میں مگر بات اس رکھائی کی نہ تھی
یہ توقع ہمکو تجھسے بیوفائی کی نہ تھی
آشنائی کی تھی ہمنے کچھ برائی کی نہ تھی

ہی دل بے کینہ میرا وہ صفا آئینہ
نہ کبھی محتاج صیقل کا ہوتا آئینہ
زنگ سے آلودہ جو ہرگز نہ دیکھا آئینہ
تھے مکدر تم ہی ورنہ تھا مرے دل کا آئینہ
بیکدورت تھا اسے حاجت صفائی کی نہ تھی

شوق گلشن نے نہیں پہلے بسمیں اپنا دل
تھا جبتک آزاد ہونیکی ہوس میں میرا دل
ہی بدلتا رنگ کیا کیا اک قفس میں اپنا دل
لگ گیا تھا جن دنوں کنج قفس میں اپنا دل

[illegible]

جو دل مین ہو اُٹھاؤن قلم لکھ کے بھیجدون	خط غلامی اپنا صنم لکھ کے بھیجدون

اور جو کہے خدا کی قسم لکھ کے بھیجدون

آگاہ ہووے یار سے ہوتا اگر نہ مین	قاصد خط اُسکو لکھتا کبھی بیخطر نہین
مشق جفا سے اُسکی ہی تو بیخبر نہین	ڈرتا ہون وہ قلم نہ کرے ہاتھ ور نہین

جو جو کیے ہین اُسنے ستم لکھ کے بھیجدون

جسوقت تجھسے حضرت دل دادخواہ ہون	اور اُن سے پوچھا جائے جو مجھسے گواہ ہون
جھگڑے تمام یہ ہنوز ہین نہ آہ ہون	ظالم ہزار دستہ کاغذ سیاہ ہون

گر ایک قصۂ شب غم لکھ کے بھیجدون

کیا کیا تجھے یار اپنے زمانہ کہ انتخاب	سب نے عدم کی راہ لی ای ہستی خراب
ہو وے مثال نامہ نہ کیون دل کو پیچ و تاب	لاسکتا رفتگان کا نہین کوئی بھی جواب

خط کسکے ہاتھ سوے عدم لکھ کے بھیجدون

اُس گل کی ایک عمر سے تھی جستجوے وصل	پائی پر ابتلک نہ کہین مین نے بوے وصل
اب جی مین ہی کہ یون ہو جو گفتگوے وصل	معلوم تا ہو اُسکو مری آرزوے وصل

وصلی پہ حال رنج و الم لکھ کے بھیجدون

لکھتے ہین بار بار وہ مجکو کہ تو شتاب	لکھو بھیج حرف عشق ہوا ہی جگر کباب
اِسکے سوا ہین آتا نہین اور کچھ جواب	جاکر دکھاؤن دل کے جو ہین داغ بیحساب

مضمون خط و خال ہم لکھ کے بھیجدون

مخمس سبعہ عشق

حمد اول دیوان ناظم

توکہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری	تو خداوند یمینی تو خداوند یساری
تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی	
نظر آتی ہی جہان مین جو سفیدی و سیاہی تیری یکتائی کا پتا ہی ہر اک شی سے آگہی	قلم صنع پہ دیتی ہی تیرے دان گواہی تو زن و جفت بجوئی تو خور و جفت نخواہی
احدا بی زن و جفتی ملکا کام روائی	
نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت نہ شراکت ہی کسی سے نہ کسی سے ہی قرابت	نہ اعانت تجھے درکار کسو کی نہ حمایت نہ بشارت بولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی	
جسے تو چاہے امیری کرے جسے چاہے فقیری کرم و عفو سے کیونکر نہ کرے عذر پذیری	جسے تو چاہے بزرگی کرے جسے چاہے حقیری تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری
تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی	
گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہی تو رزق رسانی کہ وہ ستار ہی تو واقف اسرار نہانی	تیرے الطاف سے محروم نہ ہیچ انسی و جانی ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را عیب تو دانی
ہمہ رزاق رسانی کہ تو موجود عطائی	
خرد و وہم سے کو دل نے کوئی بات تراشی ترے نزدیک سوا اسکے ہی سب سمع خراشی	کہ ہوا اول و آخر کی حقیقت کا تلاشی نہ بدی خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی

ہوئی گنہگاری کی ہو نہ بر

الٰہی کردہ ام بسیار تقصیر

وران حضرت ندامت شرمسارم

ظفر ہے گو دل مضطر کو آرام

نہ چندین سال و مہ در انتظارم

کہ اس کو ہر گھڑی کوئی زبردست

نہیں رہتی ہے مطلق طاقت جست

الٰہی راہ دوران سخت راہست

تو آسان بگذران زین رہگذارم

تجھی کو زیب دے ساری بڑائی

لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی

ظفر اس وقت ہیں خاموش ہو کیا غنچہ مانند	کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کرے اوصاف ہیں کس طرح سے اپنی زبان بند	لب و دندان سنان ہمہ توحید تو گویند

مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

مخمس ثمانیہ عشر

ہمیشہ از ندامت اشک بارم	ز جرم خویشتن خود شرمسارم
مگر از رحمت امیدوارم	الٰہی واقفی از حال زارم

تو میدانی کہ جز تو کس ندارم

گناہوں کا مرے از بس ہے طغیان	ہے بحر موج زن طوفان پہ طوفان
تری ہی دستگیری ہو ہے آسان	الٰہی غرقہ ام در بحر عصیان

ز دست رحمت افگن بر کنارم

جہان ہے مجمع ارباب غفلت	مہیا ہیں سبھی اسباب غفلت
یہاں پیکر شراب ناب غفلت	الٰہی رفتہ ام در خواب غفلت

برہ بیداری زین کار و بارم

ترے آگے نہیں مانند تصویر	زبان عذر گویاے تقریر

تجھی سے ہی امید عفو تقصیر | الٰہی از کمال لطف بپذیر

دل سوزان و چشم اشکبارم

رہا ہوں جیسے یہاں خرسند و فیروز | یوں ہیں ہوں حشر کو بھی جلوہ افروز
رہوں دونوں جہان مین بہرہ اندوز | الٰہی گر عزیزم کردی امروز

مکن فردا بنزد خلق خوارم

یہ کافر نفس ہی ایسا بلا بد | کہ جس سے جز بدی ہو کچھ نہ سرزد
عداوت مجھسے یہ رکھتا ہی بیحد | الٰہی گر نہ توفیق تو باشد

برآرد نفس بد از جان دمارم

مکان تاریک ہیں تنہا و بے زور | جو کوئی پاس ہی تو مار یا مور
سنے کون آہ و نالے کا مرے شور | الٰہی در شب منزل گہ گور

تو لطف خویشتن گردان غمگسارم

نشے مین ہوں تو ہوں غفلت کے سرمست | مرے در پے ہیں دو دشمن قوی دست
کہان جاؤں کروں مین کسطرف جست | الٰہی نفس و شیطان در کمین ہست

ز تقوائے عبادت کن حصارم

ظفر ہی جسکو ایمان اپنا درکار | دعا ایمان کی وہ مانگے ہیں ہر بار
کہے ہی دیکھو تو کیا مرد ہشیار | الٰہی بر جنید ایمان نگہدار

دافع بلا کا تم سوا آتا نہیں ہی بیان
یہ میرا ہی ورد زبان ہی جان جبتک ہی تن

لولاک اور تطہیر ہی آیا تمھاری شان میں
ہی ہر باجناب پنجتن وصف اُنکا قرآن میں

المصطفے او المرتضے وابناہما والفاطمہ

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ

ہو دور اوس بلا پنجتن برکت سے ہوں آفت بلا

تم اب رحمت سے ہمین ہوں بیان اُنکا نام لی
لو بانی امد خیر باحرمت آل و وصی

ہی ہی جسکو پیار سے اپنے زہرا گودی پالے	اُسکے تن پر گھاؤ لاگے بہتے لہو کے نالے

سراب اُسکا ہی اور نوک سنان ہی

جسے زہرا نے گودی مین کھلایا	نبی نے دوش پر جسکو چڑھایا
چاروں اور سے اُسکے لاگے برچھی بھالے	ہائی او پر لوٹے رن مین گھائل سارا سن

لہو کا زخم سے دریا روان ہی

ہوا زین العبا محبوس افسوس	پیادہ پا چلا افسوس افسوس
جسکی پانوں کی ہائی ہو چاند سورج پر فوق	اُسکے ہاتھوں ہتھکڑیاں ہوں اور گلے میں طوق

سفر در پیش ہی اور ناتوان ہی

ظفر اس غم سے اک عالم ہی مغموم	زمین سے تا فلک ماتم کی ہی دھوم
نیلا تا گا اکاس نے کینو جانی اند صغیری رین	تارے نا ہین آنسو ون سے ہی بھو ہونا نین

جسے دیکھو غرض ماتم کنان ہی

مسدس

چلنے لگی ہی۔ طرح باغ جہان میں یہ ہوا	جانگزا کہتے ہیں سب جسکو دبا ہے دو دبا
یارب بطفیل پنجتن مجھکو اس آفت سے بچا	ہیں ہر گھڑی اور ہر نفس پڑھو کہیں ہی جو حق

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفے او المرتضے وابناہما والفاطمہ

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفے او المرتضے وابناہما والفاطمہ

جو اس بلا کو ٹال دے ایسا ہو پنجتن کے سوا
واللہ نہیں پنجتن پاک ہی ... کہاں

جلد اول دیوان ظفر

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفے او المرتضے وابناہما والفاطمہ

ایضاً

[illegible]

ہی ہوا سرد اور چمن سیراب ۔ رخ خورشید پر ہی ابر نقاب
ہی گناہ شکست توبہ ثواب ۔ آج ہی دور دور جام شراب

ای ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

گل تو گلشن مین ہی ہمیشہ ہی سوڑ ۔ آج غنچے بھی کہتے ہین منھ موڑ
شیشۂ توبہ شراب کو توڑ ۔ دامن عیش کو نہ ہاتھ سے چھوڑ

ای ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

ہر رگ گل ہی اک ستار کا تار ۔ زمزمہ ہی عندلیب کی منقار
جب وہ چھیڑے ہی اسکو مطرب وار ۔ ہوتی ہی یہ ترانہ ساز بہار

ای ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

ابر بھی اسقدر رہا ہی جھوم ۔ لے گا روے زمین کو گویا چوم
لالہ و گل کا ہی چمن مین ہجوم ۔ بلبلین یہ مچا رہی ہین دھوم

ای ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

ای ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

[illegible]

ای ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

[illegible]

ای ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

[illegible]

ای ظفر آمدہ بہار بجوش
موسم توبہ نیست بادہ بنوش

بیخلد به عالم از غم او فتاد هنوز

آه از ان دم که نهان شد [illegible]

[illegible]

در توبه ابهی نهین هی بند	توبه هر وقت هی قبول و پسند
روز پی باده رحز هو خرسند	بلکه آج اور بهی دو چند سه چند

ای ظفر آمده بهار بجوش
موسم توبه نیست باده بنوش

مسدس دیگر

کیون دل آزار مرا تجهسے دل زار لگا	که جو دل لگتی هی اک جان کو آزار لگا
شوران تیندی نهه وچه هی کیا تمول	پهنده نال بر کی پهندے گئی اسانو پهول

دل بدام خم زلفت ست گرفتار هنوز
جانم از نرگس بیمار تو بیمار هنوز

واه واه خوب هی کی مجهسے محبت تو نے	خواب مین بهی نه دکهائی کبهی صورت تو نے
روندکر روندکر سو جیتا کچهو نهین اکهو نال	تو نے تیری ویکهن دا بهولدا نهین خیال

گرچه شد دیده ام از گریه هجر تو سفید
لیکن از دل نرود حسرت دیدار هنوز

گرچه بسمل کی طرح خاک مین غلطان هون مین	دل سے هر تیر نگه کے ترے قربان هون مین
دل وچ تیندی هی تیر نظر دی آیسے گهر گهاو	بهر بهو مر هم مر هم جا دان تو بهی پهوٹ

[illegible]

ایضا

[illegible]

ایضاً

جو نخل پر ثمر ہین اُٹھا سکتے سر نہین	سرکش ہین وہ درخت کہ جنمین ثمر نہین
باد صبا اُڑائے چمن مین ہی سر پہ خاک غنچے ہین دل گرفتہ گلونکے جگر ہین چاک	ملتے ہین دست حسرت کف افسوس گل تاک کرتی ہین بلبلین بھی فریاد دردناک
شاداب حیف خار ہون گل پائمال ہون	گلشن مین ہون خار نخل مغیلان نہال ہون
نزدیک اپنے آپکو جو کھینچتے ہین دور ورنہ جو باصفا ہین غیرمند ذی شعور	دیکھا تو صاف فہم مین کچھ آنکھی قصور کیا دخل انکو آوے کبھی نخوت و غرور
رکھتے غبار کینہ سے وہ سینہ صاف ہین	ہر نیک و بد سے صورت آئینہ صاف ہین
جائین نکل فلک کے احاطہ سے ہم کہان کوئی بلا ہی خانہ زندان یہ آسمان	ہووے گا سر پہ چرخ بھی جاوین جہان جہان چھٹنا محال اس سے ہی جبتک ہی تن مین جان
جو آگیا ہی اس محل تیرہ رنگ مین	قید حیات سے ہی وہ قید فرنگ مین
یہ گنبد فلک ہی عجب طرح کا قفس جنبش ہو ایک پر کی تو یہ ٹوٹ جائین درس	طاقت نہین ہی مارنے کی بھی جسمین کسی نفس رہتا ہی دل کی دل مین نہ کسیطرح سے ہوس

کس دیلی دین تجھ سینیدی کرا دعیان
جب پچھے تو آوے ہو کد سب مشکل آسان

ہر لحظہ ہی دریا غم و رنج کا طغیان
ہاتھو آتا نہین دامن ساحل کسی عنوان

اور باد مخالف سے ہی اُٹھا ہوا طوفان
ہن خوف سے کیا کیا صفت موج ہو لرزان

کون لیکھا کہ پار نور یا ٹوٹ پڑے منجدھار
ساقی تو نے تیری راہی تو ہی کھیون ہارا

ہون خاک نشین صورت نقش کف پاین
ہمدرد نہین جسے دل اپنا کہون کیا ہے

اتنا ہوا پامال کہ جاتا ہون بسا مین
جو دل پہ گذرتی ہی وہ دل جانے ہی یا مین

کس سو کہون بھید مین دل کا کون بتاوے
تو ہی کر دے کرم سے اپنا سبندی کا تھیر

کس طرح خطر اپنا کرے حال کا اظہار
اور دل مین کھٹکے غم واندوہ کے خار

حیرت سے یہ ہی نقشہ کہ ہی نقش بدیوار
کس سے کہے ہی کون سوا تیرے مددگار

جلدی اسے دل سے کدنی ساری گدی سول
نہین دادہ تو کہا وے جا کہ کہ ملول

ایضاً

پر پرو تو نے کیا جلوہ دکھایا
مجھے اک دم مین دیوانہ بنایا

برہ دی اگ عج ہی جان پھکدی | نہین جب کوئی یار ان انھاگدی

سرم پر شور از عشقت چنان ست
کہ ہر موے تنم گرم فغان ست

نہین اب یار کوئی پاس ایسا | نہین غمخوار کوئی پاس ایسا
جو میرے ادنی اپنی مہر نہ کیے | وہ تیرے کول جاکر بہو رکیے

صنم بگذار این طرز جفا را
خدارا بر ظفر رحمے خدارا

مثلث

کرون خط مین کیا حال تحریر پہلے

پانی لگھن سے پہلے اسنو دینو سب عمر کاہر | قاصد سو چکے باقی دیتا بگر دبات بگر جاے

وہان جاک خط کی ہی تدبیر پہلے

سیسے کول نہو کے رانجھا آگے ہیر | جو کوئی دیکھے گھوسے لگے انکھیان نو بران دی تصویر

رکھی سامنے مین نے تصویر پہلے

سب نے اسد درد سہے اور سب لے عشق نبایا | جو وہ تجھے پیدا کیا اس دن سے کون گرایا

تو ای دل تجھے ہوگی تقدیر پہلے

کیونکہ جھگان مین اس عشق سے یہ دھند اگو رکھ دھندا | جران کار دل اکھے بنایا بر کے تارون کھیندا

شوق رنگ محمدی اچھی تحریر کا پی
اٹھ کوئی کیسا سواگ فدا ہین
مثلث دوہا
ہجر ان سانوں بچھاوسکیں توں ناچارون کی
تن بچھان باتیں ادین کو دسوای ادوبی
فریاد وتساں دی دارسن کردی ایم جی
فریاد وتساں دی دارسن کردی رام جی
فریاد وتساں دی دارسن کردی رام جی

شوق رنگ اُسکے ہاتھ خدا ایسجہی کی اعتبار | ایک ایک گل پر اپنی انکھوں دیکھی چلی بہار

ہمتو اُس یار کی تقریر کو بیٹے کھاتے

مثلث دیگر

دنیا سے دل لگانا عزیزو بھلا نہین

سوچ سمجھو لو ابریت من بیچ سیج گلانا بچھو | جرہی ہاتھو تساں دی جاوا یکدن ہاتھو چھٹو

سب ہنسے کہدیا ہے نہ کہتا کہا نہین

چار دن کیے ہین یہ سنگاتی چاروں یار دن | الکدن ایسا آوسے تساں دی یکنہ ہو سنگ

پھر کون آشنا ہو کوئی آشنا نہین

جس تن بنت پیراہی چاندنی نئی نئی پوتیا | الکدن گردن قسیع کفنی ہوا و تن کو لاگی خاک

پھر خاک کا بھی ڈھونڈھو تو ہرگز پتا نہین

سنیو ایہڑان الکھن نیڑان کولی ہاتھ | جو ہی ایہڑان نت اساتھی سوئی اپنے ساتھ

ہمدم تو اپنا کوئی بھی دم سے سوا نہین

جن لوگان ان انکھان سُتھا گئی کہانا نوا | وہ تو سانو بخر نہ آونہ سے کن کن کالون نام

پیدا کبھی جہان بین ہو کے تھے وہ پا نہین

کس دا اپنا دھیان لگاہی کوئی تمین نہیں | ربان سیانی سوچ وچ اپنی لوئی جاندی اُس

سب کچھ تو اپنے پاس ہے کیا جانے کیا نہین

فریاد وتساں دی دارسن کردی رام جی

ایضاً

عشق دا اینہد بوی وہ عشق کو تن نہ ہارے

جو جو ستاؤے دل پر بیتی رب جانے یا دل	کاسون کہان حال مین اپنا کہنا ہو مشکل
حال غم کوئی میرا کیا جانے	
اپنی اپنی لوگان کہیں بیٹھے بیٹھے مرادی بات	جو جو مجبور بیتے ہے سو مو سین کہی نجات
حال غم کوئی میرا کیا جانے	
رین و نا نہین مین ایسا نوئی ہین انکہ دکھیان	کالب سے کیون اور کوئی ہیکل ہندی جانا
حال غم کوئی میرا کیا جانے	
ایک ایک دھوڑ کا اس جگت ہا اور دوجے دو باؤر	جند ری کہلائی ان دھوڑ کو نہین غم ہے جیدر
حال غم کوئی میرا کیا جانے	
کوئی نہین غمخوار اساڈا الگھا کس دی نال	شوق زنگ اپنے رب سون کہیے جو ہی اپنا حال
حال غم کوئی میرا کیا جانے	

ایضاً

ہو گئے یہان سے وہان وہ بچھڑکے پھر آتے نہین	
جانیوالے پھر نہ آئے انکھیان تکدی راہ	دن رین مینڈا اہیا تڑپے زبان مینڈا گواہ
یہ چھپی نظرون سے وہ صورت کبھی دکھلاتے نہین	
قاصد بھیجون کس سے بھیجون جانو تھوڑ ٹھکانون	ملک نجانون دیس نجانون نا جانون گانون
ہے یہی رونا کہ ہم انکی خبر پاتے نہین	

ایضاً

از غیب ہو کر نکلا وہ دل سے

نا وہ آگ میں نا وہ جنگل میں

وہ دل میں دل تو بسا بغل میں

نکلی ہی کی ... وہ دل سے

کس سے کہیے کون اب مانے	جی کے بھید کو جی ہی جانے

ظفر ہوتی ہے دل کو راہ دل سے

ایضاً

کام دل ہو کیونکہ حاصل اس بت خودکام سے

کام پڑا ہے عشق میں ایسا تو اس بیدردی نالی	کان لگا کر کیونکر سنیے وہ لوگان واویلا

ہاتھ جو کانوں پہ رکھتا ہو ہمارے نام سے

پھر دی میری انکھیاں وچ ہیں اکھیاں مدھ ماتی	ہیں نا پیوں مدہ کا پیالہ پینو مدھ نین بھاتی

ساقیا دوران سر ہوتا ہے دور جام سے

ہنیدی مت ہے نہ اپیدا پس سے منیدا نہیں	ملا پانڈا ہو کوئی پچھے اپنو اکھان بتیہ

کفر سے کیا کام مجکو کیا غرض اسلام سے

جیسے پھندا دل عشق دے پھند پڑ گئے الکھ دھند	چھوٹ نہ سکے ان پھند سے ہم مر بر کے وہ معند ر

مدتوں پھڑکے قفس میں ہم جو نکلے دام سے

دیکھو کے سونی سیج پیا بن پھر پھر آنکھ نہ ہین	کچھ مت پوچھو لوگان پینو کیونکر کٹدی رین

روتے روتے صبح ہو جاتی ہے مجکو شام سے

کتنے دنوں بیکل کینا کل نا ہی اکدن آن	دل کے بیکل رہنے سے ہی دکھ وچ جل گئی جان

گر نہ دے دل تو پھر گذرے عجب آرام سے

دل کو صد چاک بنایا تو بلا سے لیکن	زلف مشکین کا ترے شانہ بنایا ہوتا

اور یا خاک سے ایسا نہ بنایا ہوتا

صوفیوں کے جو نہ تھا لائق صحبت تو مجھے	قابل جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا

باعث قلقل مستانہ بنایا ہوتا

تھا جلانا نہ اگر دوری ساقی سے مجھے	تو چراغ رہ میخانہ بنایا ہوتا

اور دل بادہ کشوں کا نہ بنایا ہوتا

شعلۂ حسن چمن میں نہ دکھایا ہوتا	ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بنایا ہوتا

گل کو داغ دل دیوانہ بنایا ہوتا

روز معمورۂ دنیا میں خرابی ہے ظفرؔ	ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

بلکہ بہتر تو یہی تھا نہ بنایا ہوتا

ایضاً

عشق کا عالم نہ پوچھو وہ جہاں ہی اور ہے

پیم نگر کی ریت نرالی اور نرالے طور	ہے تو وہ اس جگہ میں لیکن ہے وہ جگہ ہی اور

واں زمین ہی اور ہے واں آسمان ہی اور ہے

کیسا بھالا کیسی برچھی کیا خنجر اور تلوار	اوس کے تیغ نگاہ و نگاہ ہے تیغ دل پر وار

جس سے میں زخمی ہوا ہوں وہ سناں ہی اور ہے

تاری نہ ہاتھ طبیبان وین بھی جو نہ کوئی | روگ لگا ہینو شبیہ دار انکا جانئے یہ بھید
کوئی کیا جانئے یہ کیا درد اور اُسکی دوا کیا ہی

بھیم سیا پی بھر بھر پیوان لیلے کے ہاتھو | مین مدہ ماتی غنیمہ دی کو ونجانو بات
دم جان بخش مسیحی کیا ہی اور آب بقا کیا ہی

مین تو یا دری ہو کیتا جانو نہ سایا نہ | مینو تم بتلادو لوگان لون مین سندہن جانی
کہ لذت عشق مین کیا ہی محبت کا مزا کیا ہی

کی بتلاوان پوچھو بار اور کی تجھ نون حال | ودی عیندی جان ہی اور جندڑی ہندی نال
نہین معلوم جینا کسکو کہتے ہین قضا کیا ہی

ایت دے دیکھا لکھا ہیندی سمجھو نہین آئے | بید پرا تم کوئی لا دین گھر گھر بتلائے
کہ لکھا مدعی نے کیا اور اسکا مدعا کیا ہی

ایسی کسدی چاہ لگی آ جو تھوہر مین روندا | یہین آنسو بہلے کیون جندڑی کو کھوندا
بتا دے مجھکو تو اب ای ظفر یہ ماجرا کیا ہی

ایضاً

خوف ہی مجھے تو یہ ہی ڈر ہی مجھے تو یہ ہی

پی کے بلائین جائینگے جب لنے پی پار | اوسدن کیسی ہووینگی مینو یہی ہراس
خوف ہی مجھے تو یہ ہی ڈر ہی مجھے تو یہ ہی

جلد اول دیوان ظفر

خوف ہی مجھے تو یہ ہی ڈر ہی مجھے تو یہ ہی

خوف ہی مجھے تو یہ ہی ڈر ہی مجھے تو یہ ہی

ایضاً

مارن جو چمن بیچ دل مین آگ فتنی بیتاب بار کی ہے
سوز دلن مین نیر اہنسہ اوان ہمرہ سے عشق لگنے تڑپ بی
سوہنی بنا کے انکھان ابار دین
دیکھو تو او کرہ وہ اسنے کونہ یار یبھی ہے
کیون انکھ اوسنو بیان ارکان بنیا اُنکے سب
جھکا کے بنیرے جیسے کسے ہم دن مو نظر اطلاعات بیہی
فتنہ نامہ ہم کلے بین اسے ازبار بہی ہے
طور بلے کانی آئی ہین بین والی کلوین بار تانی
کات نکات سو ورن کسی بنا والی تان
قتنا مین اسکے کہون اسیم اور انجی
روح بنیے عشق
شوق زنگ
اسے دل مین

مجید ادل و بعد ان جانا

	کبھی دل مین نہ تیرے رحم او کافر صنم آیا		
سہند سہند ظلم لتساڈے پر گئے دل وچ چھید		بھر تو لسدن نال نہ اکھان اپنی نیندی ہی	
	کبھی لب پر نہ میرے شکوہ جور ستم آیا		
شوق زنگ او سنو پہ اکھاں جو اکھان		الگیا ساڈے چھتیان جانی بیکل نیندی جان	
	نہایت تنگ مین اب تو تری سر کی قسم آیا		

مثلث

	مرا ہمدم بھی ہی اور میرا وہ دلدار بھی ہی		
مین گجر دی رو ندر وندے پلک نہیں تک لگدی		لوگاں لا او تانی سنو انکھیں ستہ نگدی	
	مجھے کیا پوچھتے ہو خواہش دیدار بھی ہی		
بتیان اوسدے سیدھی ساڈی انکھیا او سندی چھی		انکان اوسدے پہاند لگا مین پلکان یار چھی	
	اسکا ابرو مجھے خنجر بھی ہی تلوار بھی ہی		
سوہ لیا من دل مین نیند اوسدے مونہی صورتی		کھوی کھوی چاند ا اوسدے بھوی بھوی صورتی	
	شوق سے مین کیا کہون اوس پر مجھے اک پیار بھی ہی		
انکھیاں نیندی گھمن تین اوسنو بیکل ہندی جان		نظر نہ آوندا اسو نزان نیند اینو سید ھیان	
	مین تو لاکھون مین کہون ناصح سیہ کار بھی ہی		
بھو ابجو ادل اوندا نیندا بس ناسر نین جتن		لے لئے بجلی رینا روین بہو پہ سب بیتن	

دوہڑہ

واسطے ہو سا آگرہ دین ہوا جو آیا
کیا مطلب دل یار کا معلوم ہوا آیا
جب دیکھا یہ احوال تو دل بہر ابہر آیا
صورت ہی بتون کی عجب قدرت کی قدرت
ہر جلوہ مین ان کی اوہی جلوہ نظر آیا
دیدار سے مشتاق کو شوق کرایا
کسی فکر مین ہو راہ کی تو ہم کا دوفا
او غافلو ہر وقت سفر آیا
و پیغام قضا کا تمام نہ آیا آخر آیا
الہی کیا ہے وہ تا
آرام قال کوئی کا سسی تین دو آیا
پالو اپنا وہ تان سرنزان نہ آیا
الہی

کوئی اپنے مال کا مالک ہر گز دولت بغور دی
بالا بجا ہیں مالی ساری کی ساری پوری
ظفر میں تو جہان میں خدائی کا ترجمان کا ہون
ایضاً
رات دن پیا نظر نور کی جیال اور نین
بہشت جنت میں تو ہی ہی اور تم سکوا ہمیں دیکھ کر
بڑا دو جہان کی نور سے ہی اور تن
کہ سوا اسکے محبت کا کمال اور نہیں
اپنا ہی فروغ و معزز بیان ... اور نہیں
تجھمیں سما یا تیرا پیارا اپنا بن کر غور
کہ تجھ تیرا سا کہیں ... وصال اور نہیں
چاند سورج کی آنکھوں میں کہ معلوم اتنا اور
جھلکا نور پیا کا ... آنکھوں کا
ہمہ او اول وہ ادھر ایضاً

اک ہم ہی نہیں بخبر آئے ہیں جہاں میں		جو آیا جہاں میں ہی سو وہ بخبر آیا
	اس بات پر رونا ہمیں ای چشم تر آیا	
میں شرم سے عصیاں کے ہوا سر بگریبان		جسوقت خیال آہ ادھر کا ادھر آیا
	کچھ پوچھو نہ کیا کیا اب مجھے خوف و خطر آیا	

مثلث دیگر

	بتاؤں میں کیسکو کیا کہاں ہوں اور کہاں کا ہوں	
اپنے دیس کو چھاندھ کے ہم نکلے پردیس		جیسے ریت اس دیس کی دیکھی ویسا کینا بھیس
	کہ میں اس باغ میں محو تماشا باغبان کا ہون	
تجھ بن ریں اندھیری میں چھپ گئے آ کے بادر کے		سارے تارے دھوم کے تار ہوگئے
	ہمیشہ رنگ نیلا دیکھتا میں آسمان کا ہون	
کانٹا ہوں یہ سوکھا ہوں نہیں ہوں تنکا		ہیں میں جو ہی سکیں جات نہیں کچھ ڈنکا
	کوئی ہاں ان سے پوچھے خار جنگلے آشیان کا ہوں	
زمین مانگ زمین ہوتی زمین ہیرا اپنا		زمین چاندی زمین سونا جیسا اپنا اپنا
	بلا سے سنگ ہوں میں لیکن اسکے آستان کا ہوں	
پیم نگر کی گھٹی ہی گھاٹی کون ادھر کو جائے		سیری ڈگر پر جو کوئی آوے وہی کا رستہ پائے
	کہ پیچھے کارواں کے نقش پا میں کارواں کا ہوں	

جو بلا ... نور جمال اور نہیں
دل میں اپنے ... اور نہیں
سوز ... ملال اور نہیں
بڑی ... انسان ...
ہوق ... اور نہیں
لیکن ... انسان ... اور نہیں
ایضاً
ہے قاصد ... دل ... اسکا ماجرا ہے
دل اسکا ... اسکا کیا ہے
سو ... ہے ... باقی
اور ... سے ... گزر ہے
قاصد ... مطلب سارا
یا ... پیارا
... بیان ...
پیم نگر

پیم نگر کی پینٹھ لگی ہے ڈالی سب نے ماری | سودا بارہ باٹ ہجو تو ہی دیکھو ناری

کہ اس سودے مین نادان سمجھ لے ہی ضرر پہلے

نیکی دی اگل کر دی ہو ند سب سمجھ پہچان | بری گلان سیٹھی لگدی ہے میٹی بہت جاگان

کہ آخر زہر قاتل ہی اگرچہ ہی شکر پہلے

سوچ سوچ کے من مین پچھتے ناحق سر کے ونڈا | ہونا تھا سو ہو ہی چکا رہے گی درست کی تھوڑا

تجھے لازم تھا اپنا کام کرنا سوچ کر پہلے

منزل تیری دور پڑی اور گھاٹی تیری ہے بھاری | کچھ تو نیکی کما کے سب لے اپنے ساتھ

مسافر چاہیے اندیشہ زاد سفر پہلے

رین ہو نامین لگدی پھر دی پکل نیندی جاگ | لیکن جب سے کارن لگدی پھیری نالو رہو جاگ

الٰہی کیا ہوا تھا وہ جو نالون مین اثر پہلے

پھند لیا دل نے تیری انبہ ابرو جا جال | اب کب چھوڑا اس پھند سے چھٹنا بڑا محال

پھنسا تا دل نہ مین معلوم یہ ہوتا اگر پہلے

سپاہا نہیں دیوانہ ہی جو ہر کچھ منہ سے بکلا | جو کرم مین لکھو دیو وہ بیٹ کوی اسکو ہلا

جو کچھ ہونا تھا سو وہ ہو چکا ہی ای ظفر پہلے

ایضاً

ستم در پردہ کرتے ہو بظاہر پیار کرتے ہو

ہمیں معلوم ہی جو کچھ کرم پرواز کرتے ہو

ایضاً

کیوں ہو رہی رنگ کی ماری پکاری

دیکھو کنور جی دو نینی مین کٹاری

برلہ دست از جان بشوئم

[illegible]

سکھ کو لگن سی بیت ہی گاری بھوری بھاین آج — جب مین آپ ہی لے چلون تو کسکی تو ہے لاج

یکی کردہ بے آبروئی بسی
چہ غم دارد از آبروئی کسی

جو کچھ کہنی تھی سو نا کہی تھی ابھی جو کہی — اپنے من مین سوچ کے ہن ہنسکی ہو رہی

اگر نادان بوحشت سخت گوید
خردمندش بنرمی دل بجوید

بہت دنن مین ہاتھ لگے ہو کیسے جانے دون — آج مین پکڑو اتو سون کا خط بیچ پر ...

ور آمدے ای نگار سرمست
زودت ندہم ز دامنت دست

شوق رنگ ایسے ڈھیٹھ لگر سو کیسا کہ ان پتو یا — کو پیدا اور ہاتھ مروڑ کر کے وہ جو جو ری

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد
ساعد مسکین خود را رنجہ کرد

تمام شد

جلد اول دیوان ظفر

جلد اول دیوان ظفر